مولوی

کربلائے معلی

شہید نمبر

مدیر مسئول عبدالمجید خاں

قیمت فی پرچہ

دو آنہ

2 ANNAS

چندہ سالانہ

ONE RUPEE INDIA 1916

شہید اعظم سیدنا امام حسین علیہ السلام کا

سچا شہادت نامہ

ایسا شہادت نامہ سنہ ۶۱ ہجری سے لیکر سنہ ۱۳۵۶ ہجری تک کسی زبان میں شائع نہیں ہوا

جس کا ایک ایک واقعہ تاریخ پر پرکھ لیجیے بالکل سچا ایک ایک لفظ اور ایک ایک فقرہ کو پڑھیے دل ہلتا ہے اور ہر ہر واقعہ کیساتھ میر انیس کا مرثیہ اس لیے دردناک

دعوی (۱) اتنا صحیح شہادت نامہ جس کی ایک روایت بھی غلط نہ ہو کسی زبان میں نہیں ہے (۲) اتنا موثر انداز جو باوجود حیرت خیز ہونے کے دل میں اتر جائے کسی دوسری کتاب کا نہیں (۳) ایسا دردناک مرقع کربلا نظم و نثر کے ساتھ کسی کتاب میں نہیں **شرط یہ ہے** کہ اگر مذکورہ بالا دعوی غلط ہو یا آپ نے اس سے قبل کسی زبان میں ایسا مستند موثر اور دردناک شہادت نامہ پڑھا ہو تو پڑھ لینے کے بعد اگر آپکو ناپسند ہو تو دام واپس لیجیے اور اس پرچہ کو خواہ چندہ میں شامل کر لیجیے یا دوسری کتابیں منگا لیجیے۔ صرف تغلیط کے جذبہ سے نہ پڑھیں ہر بات پر نظر رکھیں اور سب سے زیادہ یہی ملحوظ رہے کہ یہ بہت **سستا شہادت نامہ** ہے ۳۰۰ صفحات کی ضخامت ہے اور مجلد۔ کی قیمت صرف ایک روپیہ دو آنہ ہے، محصول ڈاک کے کل ۸؍ میں گھر بیٹھے منگا لیجیے اور کیا عرض کروں فہرست مضامین سے ہی اندازہ فرما لیجیے اور جلد خرید کر رسول نمبر میں مدد دیجیے

ولادت کل بکنگ رسالتم
تسمیہ زبان رسول سے
عقیقہ سیدنا امام
شکل و شباہت
کنیت و القاب
رسول کریم کی محبت کے چند
اہم واقعات
حضور کی حسین سے محبت
خطبات میں حب اہلبیت
اہلبیت کی پانچ فضیلت
محبت اہل بیت کا حکم
اہلبیت باب مغفرت ہیں
اسلام کی بنیاد حب
اہل بیت پر ہے
دشمن خدا کا دشمن
محبت رسول کے چند واقعات
قدم امام سینہ رسول پر
امام حسین کے بچوں کی قدر
دربار رسالت میں
فضائل اہلبیت از قرآن
کی پندرہ آیتیں
حضرت عمر کی مرتبہ شناسی
تعلیم و تربیت
اخلاق و عادات
معدن علم و بحر عفو و کرم
تحمل و بردباری
جود و سخا
وفات رسول
وفات رسول کے حالات
اہل بیت کے مرثیے
حسین پر دوسری مصیبت
مصائب امام کا آغاز

بیعت یزید کا فتنہ
امیر معاویہ کا انتقال
یزید کی تخت نشینی
ولید عامل مدینہ و امام
دربار رسول سے امام کا کوچ
بی بی صغری سے مفارقت
بی بی صغری کی خدمات
زبان انیس سے
امام نے جوار رسول کیوں چھوڑا
بیعت یزید سے انکار کیوں تھا
یزید کی گمراہ حالت
شہادت امام کے متعلق
اخبار و احادیث
حضرت علی کی روایتیں
سر الشہادتین
حرم میں امام کا قیام
کوفیوں کا مظاہرہ
کوفیوں کی حالت
امام کا نازک وقت
حضرت مسلم کی روانگی
دربار حسینی کا ایلچی
۸۰ ہزار کوفیوں کی بیعت
امام عالی مقام کی
کوفہ کو روانگی
امام کا قاصد نرغہ میں
ابن زیاد کی کوفہ کو روانگی
ابن زیاد کے مظاہرے
ابن زیاد سے مسلم کا جہاد
حضرت مسلم کی شہادت
حضرت مسلم کے بچے
معصوم بچے زندان ستم میں
حارث لعین کے طمانچے

معصوموں کے سر دربار
ابن زیاد میں
ملعون حارث کا انجام
دوش محمد کا سوار منزل
شہادت کیطرف
حضرت مسلم کی شہادت
کی اطلاع
ساتویں منزل قصر مقاتل
حر سے ملاقات
فرزند ساقی کوثر کا ایثار
دشمنوں کی فوج امام کے
قدموں میں
ابن زیاد کا قاصد
سافر راہ شہادت قربان
گاہ شہادت میں
آہ اے سرزمین کربلا
خیمہ ہائے اہل بیت نصب
آغاز جنگ اہل بیت سے
عمر سعد لشکر یزید میں
عمر سعد کی کربلا میں آمد
عمر سعد و ابن زیاد
کی مراسلت
عمر سعد کی عاجزی ابن
زیاد سے
ابن زیاد کا عتاب نامہ
دریائے فرات پر پہرہ
سقائے اہل بیت کی خدمات
بیعت یزید کا مطالبہ
اور اس سے انکار
امام کی ابن سعد سے ملاقات
خطاب مبارک بہ اہل بیت
نویں محرم کی شب

ایک دن کی مہلت
ساقی کوثر کی آل پیاسی
انتشار و اضطراب
صبح قیامت کی شب
رفقائے امام سے دوسرا خطاب
اہل بیت کی تسلی و تسکین
صبح قیامت کی نمود
ایک جنتی آغوش نار میں
صفوں کی درستی تیاری
ہدایۂ اشقیاء کی سعی
فرزند محمد کا تعلق صداقت
خطاب بریر کی تقریر
دوسرا وعظ رشد و ہدایت
اہل بیت کو وصیت
خیمۂ عالی سے نکل کر امام کا
اشقیاء کو سمجھانا
عمر سعد کو خطبہ
امام کا شمر لعین سے خطاب
عمر سعد سے دوبارہ خطاب
گروہ شیاطین میں ایک
روح جنگ کا آغاز
عمر سعد کا پہلا تیر
کربلا کا پہلا دو زخمی
حر میدان جہاد میں
دیگر رفقاء کی کارگذاری
میدان جنگ میں نماز
خاندان رسالت کا پہلا شہید
اولاد حضرت عقیل
اولاد حضرت جعفر طیار
حضرت حسن کی اولاد
اولاد حضرت علی
حضرت امام کے فرزند

حضرت عبداللہ کی شہادت
" محمد بن مسلم کی
" جعفر بن عقیل
" عبدالرحمان بن عقیل
" عبداللہ موسی
" زینب کے صاحبزادے
بھانجوں کے بعد بھتیجے
" قاسم بن حسین کی
" عبداللہ بن حسن "
" احمد بن حسن کی "
شیر خدا کے بیٹوں کی باری
عباس علمبردار کی تیاری
سقائے سکینہ کی شہادت
مومنو مرنے کو مشکل نہیں
جاتا ہے
فرزند حسین کی رخصت
علی اکبر میدان رن میں
شیر خدا کے پوتے کا رن
پیاسا فرزند باپ کے پاس
مادر اکبر کا بین
ننھا شہید
مظلومیت کا مرقع
امام خیمۂ اہلبیت میں
امام مظلوم کی بینا
بیت الشرف خاص سے
نکلے سنہ عالم
اہل بیت پر امام کا آخری
سلام
جلتے میں اور بانی حسین
امام عالی مقام کا رجز
طوفان ظلم کا جزر و مد
بے دینوں کی گستاخی

لہلہاتا شہ باب اندر
خیمۂ عالی میں پھر درود
امام ہجوم اشقیاء میں
معرفت الہی کا عرش
دم واپسین
طامۃ الکبری
آل عبا کی آخری مناجات
دعائے امام کی قبولیت
جلادوں کا نرغہ امام پر
بیٹھا تھا لعین سینہ کو
زانو سے دبائے
لاشہ اطہر کی پامالی
اہل بیت کو لوٹ لیا
عابد بیمار کے قتل کا ارادہ
شہدا کی لاشوں پر بی
بی زادوں کا گذر
لٹا ہوا قافلہ کوفہ میں
شہدائے کربلا کی تدفین
شہدا کے سر نیزوں پر
دربار زیاد میں اہل بیت
ابن زیاد کا خطبہ فتح
بندی چلی ہے شام کو
آل رسول کی
راستے کی کرامات
دمشق میں اہل بیت کا ورود
فرق مبارک سوگ نی
دمشق سے واپسی
برق انتقام اور
کا انجام

ملنے کا پتہ
حمیدیہ پریس دہلی

بالکل آسان زبان میں
وعظ کی بے نظیر کتاب
بارہ مجالس مجلد
قیمت ۱۲؍ ۱۲؍ ۱۲؍

جس میں حسب ذیل بارہ ۱۲ مجالس ہیں

پہلی مجلس ہستی باری تعالی کا ثبوت یہ وعظ بہت ضروری ہے تاکہ عوام صرف لفظاً ہی قولوا آمنا باللہ ہی نہ مانیں بلکہ خدا کی ہستی کو خوب سمجھ کر ایمان لائیں۔

دوسری مجلس توحید الہی یہ ہی سچا اسلام کا مابہ الامتیاز ہے اور عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ خدا ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اہرمن یزدان باپ بیٹا روح القدس اور تیس کروڑ دیوتاؤں کے کمبخت سے پاک ہے

تیسری مجلس توحید کے پروانے یہ وعظ بہت جوش انگیز ہے جس کے ذریعہ روح اسلامی میں تازگی پیدا ہوتی ہے

چوتھی مجلس نبوت و رسالت اسمیں نبوت و رسالت کی تحقیق کیا تھی نبی کریم کو دنیا کا آخری رسول بتایا ہے

پانچویں مجلس ختم نبوت اسمیں ہزارہا دلیلوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور کیساتھ خدا کی پیام رسانی کا سلسلہ دنیا میں ختم

چھٹی مجلس فضائل رسول اسمیں حضور کا تفوق دیگر انبیاء پر بتایا گیا ہے اور بتایا ہے کہ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ساتویں مجلس اسوۂ حسنہ رسول محترم حضور بحیثیت انسان کے جسقدر مکمل تھے اسکی پیروی ہر امتی کے لیے واجب ہے

آٹھویں مجلس محبت رسول اسمیں محبت رسول کے ہزارہا واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی نجات ہی طاعت رسول ہے

نویں مجلس فضائل و اخلاق اور حسن معاشرت اسمیں بعنوان پر بہت ہی دلچسپ انداز میں ایک مسلمان کی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے

دسویں مجلس اسلامی وحدت اسلامی مساوات اسمیں دوسرے تمام مذاہب سے اسلام کی مساوات کا مقابلہ کیا گیا ہے

گیارھویں مجلس۔ اسلام میں عورت کے حقوق

بارھویں مجلس۔ مفصل واقعات کربلا

حمیدیہ پریس دہلی سے منگائیے

صفر و ربیع الاول ۵۶ھ کا مجموعہ حسب دستور رسول نمبر شائع ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ

اس لیے صفر (اپریل) کے پرچہ کا انتظار نہ فرمایئے گا نہ اس کے لیے خط لکھیے گا، ورنہ وہ بے جواب رہے گا نوٹ کر لیجے

یہ مولوی کا تیرہواں رسول نمبر ہوگا، گو مولوی رسول نمبر شائع کرنے کا موجد تو نہیں ہے، لیکن اس کا فخر ضرور حاصل ہے کہ وہ ہر سال حیات طیبہ رسول اقدس کو ہر سال نئے نئے ڈھنگ سے پیش کرتا ہے، اور اب تک ہر رسول نمبر کوئی نہ کوئی جدت لے کر منظر عام پر آیا۔ اس مرتبہ کا رسول نمبر آپ کو بہت سی کتابوں سے مستغنی کر دیگا اس کے ۵ حصے ہیں پہلے حصہ میں رسول کریم کے حالات ہونگے جو پچاس صفحات میں آئیں گے، دوسرے حصہ میں، اصحاب رسول یعنی حیات خلفائے راشدین ہے جو اپنی جگہ ایک مبسوط کتاب ہے اور چالیس صفحات میں آئیں گے تیسرے حصہ میں ازواج رسول یعنی حیات مقدس ازواج مطہرات ہے جو فرداً فرداً بہت مشرح ۳۰ صفحات میں ہوگی چوتھے حصہ میں بنات رسول یعنی رسول کریم کی بیٹیوں کے فرداً فرداً مفصل حالات پانچویں حصے میں نبیرہ رسول یعنی حالات امامین ہمامین حضرات حسن و حسین کے حالات ہیں۔ میں نے تو اپنے نزدیک یہ گلدستہ بہت مقدس پھولوں سے تیار کیا ہے خدا کرے آپ کو بھی پسند آجائے

لبیک یا رسول اللہ

آپ کے نام لیواؤں کا یہ گروہ جو ناظرین مولوی کے نام سے موسوم ہے اس سال بھی آپ کے گن گانے جمع ہوا ہے، مولا جب ہمارا وقت تھا، تو ہم نے تیرے لائے ہوئے دین اسلام کی بڑی بڑی خدمت کی اور تیرے بتلائے ہوئے خدا کے احکام کی خوب خوب اشاعت کی، اور دنیا کو بتلا دیا کہ امن و سلامتی کا کوئی راستہ ہے تو اسلام ہے، جب ہمارے پاس حکومت تھی دولت تھی، تو ہمارے لئے تیرے ابلاغ کی بڑی بڑی سہولتیں تھیں، اب تہی دست ہیں تو یہی کرتے ہیں، کہ تیرے کارناموں کو کاغذی صورت میں ہزاروں مسلم اور غیر مسلم تک پہنچا دیتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں، کہ تیرے اوصاف کا یہ مجموعہ زیادہ سے زیادہ انسانوں تک پہنچ جائے۔ خدا کو منظور رہے تو اس سال بھی تیرے اس مقدس سوانح کو نئے نئے بہانوں تک پہنچا دینگے، ہماری تہی دستی اور مجبوریوں پر نظر کر کے ہماری یہ ادنےٰ خدمت بھی قبول کر لے،

چشم رحمت بکشا سوے ما انداز نظر　　اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی

رسول نمبر کیلیے کام کی تقسیم

کر لیجیے، ہم سب ہی کے کیلے ہیں اس مقدس آقا کی غلامی کا طوق ہے جس کے کارنامے کی اشاعت کے لیئے یہ خاص پرچہ شائع ہوتا ہے۔ اس لیئے ہم سب کو مل کر اس کام کو پورا کرنا چاہیے اور جس کی جیسی وسعت ہو وہ ویسا کام اپنے ذمہ لے۔ لے میری درخواست تو اتنی ہے کہ آپ مولوی اور اس ماہ کے نیک کاموں پر مقدم کر لیجے۔ کوئی نئی اسکیم نہیں ہے وہی پرانی صورتیں ہیں باتحت کام کرنا ہے، جو صاحب مالدار ہیں۔ ان کو غیر مستطیع لوگوں کے نام مولوی جاری کرانا ہے، جو بے زر ہیں انکو اپنے بڑوں سے کام لے کر یعنی جل پھر کر کوشش کر کے جدید خریدار فراہم کرنے چاہئیں، اور جو کچھ بھی نہ کر سکتے ہوں، وہ خدا سے دعا ہی کریں، کہ وہ میری مشکلات کو آسان کر کے اس سالانہ فرض کو باحسن وجوہ پورا کرا دے

کاغذی گرانی

نے حواس کھو دیے ہیں، اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مجھے تکلیف و اذیت ہی کیونکہ مولوی کا حلقہ سب سے زیادہ وسیع ہے اور ۱۲ ہزار ماہانہ اشاعت میں ۳۰۰ روپے ماہوار کاغذ کی گرانی کی وجہ سے بڑھ گئے اور رسالوں کی اشاعت چونکہ کم ہے اس لئے اُنہوں نے اس کو زیادہ محسوس نہیں کیا۔ اس کے علاوہ اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے سب سے بڑی چیز فروخت کتب تھی۔ لیکن مولوی کی شائع کردہ کتابیں بہت ہی کم نفع پر فروخت ہوتی ہیں۔ اس لئے جب تک وہ کثیر تعداد میں نہ فروخت ہوں اسکی آمدنی اس گرانی کا کسی درجہ بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ آپ آئندہ سے ہر کتاب مولوی کے ذریعہ ہی منگوائیں۔ مشکل یہ ہے کہ میری صحت اور دن بڑھتے وقت تو آپ کو متاثر کر دیتی ہے لیکن نوازشیں مجھے بہلا دیتی ہیں۔ کیا بتلاؤں۔ اور کیونکر کہوں جب کہ ۱۲ ہزار معاون اور کرم فرما ہوں۔ اور ایسی پراگندہ درخواست لیے پھرے، خدا جانے یہ آپ کو کیونکر زیب دیتا ہے کہ آپ کا بنایا ہوا۔ اور پروان چڑھایا ہوا مولوی اس طرح کاسہ لیے ایک ایک کو آواز دے۔ مجھے تو اب یہی فخر ہے کہ آپ میں چند تو میری نوائے درد کان رکھ کر سن لیتے ہیں۔ وہی پرانی اپیل کہ خریدار بڑھا یئے، خریدار بڑھیں گے تو کتابیں زیادہ بکیں گی اور اس کے نفع سے یہ نقصان پورے ہو جائیں گے، جدید خریداروں کی ترغیب کے لیے رسول نمبر کی فہرست مضامین ہی ذہن نشین کر کے خریدار بڑھایئے۔ اگر آپ عزم کر لیں تو خدا برکت ضرور دیگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد و آل محمد

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

مولوی دہلی
شہید نمبر کا سنہ ۱۳۵۶ھ

شاہ است حسین
بادشاہ است حسین
دین است حسین
دین پناہ است حسین

سر داد نہ داد
دست در دست یزید
حقا کہ بنائے
لا الہ است حسین

جلد ۲۵ ‖ بابت ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۶ھ ‖ نمبر ۱

سیرت جگر گوشہ بتول حضرت امام حسین علیہ السلام

ولادت باسعادت

حضرت حسین کی ذات گرامی سے عشق اس نے بڑی بڑی لطف باریاں کیں مختلف دلربا... ناموں سے یاد کیے گئے۔ مختلف عزیز خطابوں سے مخاطب ہوئے کیوں نہ ہوں آخر تعلقات گرامی بنو ہاشم کی روح اور قریش کا عطر تھی جس کے نانا رحمت عالم۔ جس کی ماں خاتون جنت جسکے باپ حیدر کرار جس کے بھائی حضرت حسنؑ ہوں اور جو دوش رسالت پناہ کا سوار ہو اس کی ہر دلعزیزی اس کی عظمت اور اسکی علو شان کیا استقصا ہو سکتا ہے۔ سلسلہ نسب عبد مناف پر جاکر ختم ہوتا ہے۔ جو حضرت سیدنا ابراہیم جیسے جلیل القدر اور ابو الانبیا پیغمبر کی اولاد سے تھے۔ شجرہ طیبہ ملاحظہ کیجئے۔ حسین بن علی۔ بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد مناف قریشی ہاشمی مطلبی۔ سید شباب اہل الجنۃ لقب پایا۔ کنیت ابو عبد اللہ تھی اور نام نامی حسین۔

تقدس و تطہر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ابھی آپ بطن مادر سے پردہ شہود پر جلوہ گر بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک بزرگ حضرت حارث کی دختر نیک اختر نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے حضور سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ان کے آغوش میں رکھدیا خواب اپنی نوعیت میں بالکل عجیب اور غرابت انگیز تھا۔ انھیں قدرتاً اس سے خوف پیدا ہوا۔ ڈرتی ہوئی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا کہ میں نے ایک عجیب وحشت ناک خواب دیکھا ہے۔ بار بار اصرار پر بھی ان سے خواب نہ بیان کیا گیا آخر بڑی دقت و دشواری سے کہا کہ میں نے شب گویہ صورت برائی العین دیکھی ہے اور اسی لمحہ سے پریشان ہوں۔ سرکار دو عالم یہ سنکر مسکرائے اور فرمایا کہ اس میں اضطراب و خوف کی کونسی بات ہے یہ تو بہت ہی اچھا اور مبارک خواب ہے۔ میری فاطمہؓ کے فرزند تولد ہوگا اور آ سے

گود میں لینے کے شرف سے تم مشرف ہوگی۔ چند ہی روز بعد خواب ایک متشکل بنکر سامنے آگئی۔ ریاض نبوی میں وہ نکہت بیز پھول جس کی خوشبو اور عنبر بیزی اور مہک سے فضائے عالم معطر ہوگئی اور ابد الآباد تک معطر رہے گی۔ سہ شنبہ کا دن تھا اور سنہ ہجری کے چوتھے سال کی پانچویں تاریخ تھی کہ آپ تولد ہوئے۔ خلاف معمول آپ چھ ہی مہینہ بطن مادر میں رہے۔ مستند روایات میں ہے کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے سوا اور کوئی بچہ اتنی قلیل مدت بطن مادر میں رہکر زندہ نہ رہا تھا گو آپ کی پیدائش و ولادت بھی ایک معجزانہ نوعیت کی حامل تھی۔

شکل و شباہت

حضور نبی کریم کو جو اطلاع ملی تو بیحد مسرور ہوئے اٹھے اور اسی وقت بیٹی کے کاشانہ معلےٰ پر تشریف لاکر فرمایا کہ میرے فرزند کو مجھے دکھاؤ۔ چنانچہ حضرت اسما بنت عمیس ایک کپڑے میں لپیٹ کر آپ کو سامنے لے گئیں حضورؐ نے ہاتھ بڑھا کر آغوش میں لے لیا اور پوچھا کہ نام کیا رکھا ہے۔ حضورؐ نے شفقت کی نظر ڈالی پیار کیا گوشہائے مبارک میں خود اذان دی اور اس کے بعد پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا اور ہاں تم نے بچہ کا نام کیا رکھا ہے۔ عرض کی میں تو اپنے اندر ہرگز اتنی جرأت نہیں پاتا کہ آپ کی موجودگی میں خود کوئی نام رکھوں پھر فرمایا اچھا کوئی نام ذہن میں بھی آیا ہے۔ عرض کی میں نے تو حرب سوچا ہے ارشاد فرمایا نہیں میں اس مولود مسعود کا نام "حسین" رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ اسی آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہوئے نام سے موسوم ہوئے۔

اس کے بعد آپ نے اپنی زبان مبارک بچہ کے منہ میں دیدی اور دیر تک

چباتے رہے یہ وہ شرف وسعادت ہے جو دنیا میں آپ کے سوا اور کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ ہوا کہ حضور اکرم اسی روز اس کا حکم دے گئے تھے۔ حضور اس تقریب میں موجود تھے وہ مینڈھے منگوا کر ذبح کئے گئے اور بالوں کے ہموزن چاندی خیرات کی گئی۔ اسد الغابہ میں مرقوم ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بچہ کا نام حرب رکھا تھا جو حضور نبی کریم کو پسند نہ آیا اس کو بدل کر حسین رکھدیا۔ نہایت خوبصورت وحسین تھے روایت ہے کہ آپ سینہ سے لیکر قدم تک رسول کریم سے پوری مشابہت رکھتے تھے اور اسی وجہ سے حضرت فاطمہؓ اپنی لوریوں میں یہ الفاظ اکثر فرمایا کرتی تھیں انت شبیہ بابی لست شبیہا لعلی۔

لطائف اشرفی میں آپ کے بال جہاں آرا کے متعلق یہ مرقوم ہے کہ جب کبھی آپ اندھیرے میں کسی حجرے یا مسجد کے اندر بیٹھے ہوتے تھے تو بیاض گردن اور پیشانی ورخسار درخشاں رہتے تھے اور لوگ اس سے پہچان لیتے تھے کہ اندر آپ تشریف فرما ہیں۔

محترم نانا کی والہانہ محبت

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو آپ سے والہانہ محبت تھی جبتک روزانہ آپ کو ایک نظر دیکھ نہ لیتے تھے بے چین رہتے تھے۔ ان محترم نانا اور نواسوں میں جو محبت تھی جو تعلق قلبی قائم تھا۔ اس کی مثالیں باپ بیٹوں کی محبت میں بھی شاذ ہی شاذ ملیں گی کہنے کو نانا تھے اور پھر کچھ نہ کچھ بعد تھا ہی لیکن باپ تو باپ یہ حقیقت ہے کہ ماں سے بھی زیادہ شفقت اور تڑپ رکھتے تھے۔ شفقت پاش ماں باپ بھی بعض اوقات کھیل کود کرنے والے بچوں کی معیت سے بھی اکتا جاتے ہیں۔ ڈانٹتے ہیں اور گھر میں کبھی بیٹھے تو بالعموم یہ تو کہہ ہی دیا کرتے ہیں کہ جاؤ بیٹے اب گھر جاؤ اور وہاں بیٹھ کھیلو کلو اتے بچے بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نظر نہ آئیں گے۔

لیکن اللہ ہی جانتا ہے کہ حضورؐ کے قلب نورانی میں آپ کی محبت کس درجہ رچی ہوئی تھی کہ خود زبان مبارک سے تو یہ الفاظ فرمانا اور براہ راست کہنا تو ایک طرف کبھی کسی خادم وعزیز سے اتنا بھی تو نہ کہا کہ اب نماز کا وقت ہے یا دوسری مصروفیت ہے بچوں کو بہلا کر گھر کر آؤ۔ یہ تو یہ ایسا بھی کبھی ایک مرتبہ بھی نہیں ہوا کہ آپ پاس گئے ہوں اور حضور نبی کریم کتنے ہی کام میں مصروف ہوں اور آپ کی طرف توجہ نہ کی ہو التفات سے کام نہ لیا ہو دوسری طرف اسی عنوان سے برابر مصروف ومشغول رہے ہوں یہ عالم تھا کہ جب آپ سامنے جاتے تھے کتنے ہی مصروف ہوں خوش ہو جاتے اور فوراً گود میں اٹھا لیتے تھے۔

ایک دفعہ حضور نبی کریم مکان کے قریب سے گزرتے ہوئے کہیں تشریف لئے جا رہے تھے کہ آپ کے رونے کی آواز گوش مبارک میں پہنچی بے چین ہو گئے اور وہیں سے بیٹی کو آواز دیکر فرمایا کہ کیا تمھیں یہ علم نہیں کہ حسین کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

محبت رسولؐ کے حیرت افروز مظاہر

حضور نبی کریم ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ دونوں نواسے سامنے سے نمودار ہوئے بچے ہی تھے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اور چلے آ رہے تھے دیکھتے ہی منبر سے نیچے اترے۔ عجلت سے دونوں کو گود میں اٹھا لیا اور اپنے آگے بٹھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ "تمہارے لئے مال اور اولاد بڑی آزمائش کی چیزیں ہیں" میں خطبہ میں مصروف تھا مگر انھیں افتاں وخیزاں آتے دیکھکر صبر نہ کر سکا اور اسی حالت میں آگے بڑھکر انھیں اٹھا لیا۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ حضور نماز میں مصروف ہوتے تھے اور یہ دونوں بھائی نانا کی پشت وگردن پر سوار ہو کر کھیلتے رہتے تھے ایک دفعہ نماز عشاء میں مصروف تھے۔ حضور سجدے میں گئے تو دونوں پشت مبارک پر سوار ہو گئے جنھیں سر اٹھاتے وقت دست مبارک سے ہٹا کر پیچھے بٹھا دیا دوبارہ سجدے میں گئے تو اسی طرح سوار ہو گئے۔ نماز ختم کی تو حضورؐ نے پیار کیا اور انھیں زانوئے مبارک پر بٹھا لیا۔

ایک اور روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور نماز کے لئے تشریف لائے کہ عشا کا وقت قریب تھا تو دوش مبارک پر دونوں نواسے سوار تھے نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے سجدہ کی طوالت سے لوگ متحیر تھے جسکے متعلق بعد کو علم ہوا کہ حضرت حسینؓ گردن وپشت پر بیٹھے ہوئے تھے ان کی تکلیف کے خیال سے حضورؐ نے سر نہ اٹھایا اور بعد کو فرمایا کہ میرا بیٹا میری پشت پر سوار ہو گیا تھا میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اس کی خواہش پوری ہونے تک اسے اپنی پشت سے اتاروں۔ ایسی محبت وشفقت کی مثالیں دنیا میں کہاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ انتہا یہی کہ فرائض عبادت میں بھی آپ حسینؓ کی تکلیف وخواہش کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں حسنؓ وحسینؓ میرے دو پھول ہیں۔ ایک دفعہ اور ایک موقعہ پر فرمایا کہ حسن وحسین نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

حضور نبی کریم کا یہ ارشاد مسلم ہے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اللہ تعالیٰ انھیں دوست رکھے جو حسین کا دوست ہے کہ حسین منجملہ اسباط کے ایک سبط ہے۔ ایک مرتبہ دعا مانگی کہ بار آلہا میں حسین کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور اسے بھی دوست رکھ جو اسے دوست رکھے ایک موقعہ پر فرمایا جس نے حسین سے دوستی رکھی اس نے مجھ سے دوستی رکھی اور جس نے حسین سے دشمنی رکھی اس نے مجھسے دشمنی رکھی۔" پھر فرمایا جس نے دوست رکھا حسین کو اس نے دوست رکھا مجھکو اور جسنے دوست رکھا مجھے اس نے دوست رکھا خدا کو جس نے دشمنی کی حسین سے اس نے دشمنی کی مجھ سے اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی۔

ان اقوال واحادیث کی روشنی میں ان اشقیا کے اعمال پر غور کیجئے جنھوں نے سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے اس گرامی قدر ہستی کو سہام عداوت کا مورد بنایا اور نہ صرف اسی پر اکتفا کی بلکہ ظلم وشقاوت کی انتہائیں پوری انتہاؤں کے ساتھ اس پر ختم کر دیں۔ تشنہ کام رکھا تشنہ کامی میں اتار دیئے اور تشنہ کام شہید کیا جسے آنکھوں پر جگہ دینی چاہیئے تھی اسے خاک وخون میں تڑپایا اللہ ہی جانتا ہے کہ انھیں نار جہنم کے کس گوشہ میں جگہ ملیگی اور وہ کونسا عذاب ہوگا جو ان کے لئے مخصوص رہے گا۔

حضرات صدیقؓ وفاروقؓ کی پاس شناسی

حضرت حسین نے ابھی ہوش بھی نہ سنبھالا تھا محترم وشفیق نانا کی محبت وشفقت کے لطف بھی ابھی پوری طرح نہ اٹھانے

پاتے تھے کہ یہ سایۂ شفقت جس سے زیادہ خنک سکون بار اور محبت پاش سایہ زیر آسمان نہ کبھی دیکھا گیا اور نہ قیامت تک دیکھا جائے گا سر سے اٹھ گیا ظاہر ہے کہ بچہ ہی تھے مگر ایسے بچہ بھی نہ تھے کہ اس حادثہ الیمہ کی اہمیت بالکل ہی نہ سمجھتے۔ چھوٹے تھے مگر زار زار روتے تھے جس سے دل پر اس کا خاص صدمہ تھا۔

حضور نبی کریم کے علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وصال پر حضرت صدیق اکبر مسند آرائے خلافت ہوئے تو بہت صغیر سن تھے سات آٹھ سال سے زیادہ عمر نہ تھی اس لئے عہد صدیقی میں آپ کی ذات گرامی سے کوئی کارنامہ ظہور میں نہیں آیا اور نہ آسکتا تھا۔

البتہ اتنا ضرور پتہ ملتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر آپ کو بہت مانتے اور آپ کی بہت منزلت کرتے تھے۔ اور گو بد قسمتی سے بنو ہاشم کے قلوب اس عہد میں کچھ منور بھی تھے حضرت بی بی فاطمہ کو بھی بہت صدمہ تھا۔ ایک تو سرور کو دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ہی کے حادثہ نے انھیں نڈھال کر رکھا تھا اس پر باغ فدک کے واقعہ اور اس سے پیدا شدہ غلط فہمیوں نے اور رنج پہنچایا۔ پھر بھی حضرت صدیق اکبر کی ذات گرامی ایک پیکر نور تھی انہوں نے ان حالات میں بھی ان محترم و مقدس ماں بیٹیوں کی دل نہادی اور منزلت شناسی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ حضرت حسینؓ ابھی بچہ تھے مگر حضرت صدیق اکبر کے پاس جاتے رہتے تھے اور حضرت ان سے برابر محبت و شفقت کے ساتھ پیش آتے رہتے تھے۔

محبت ہونے کو ہر بیٹی کو باپ سے محبت ہوتی ہے مگر حضرت زہراؓ آخر کن باپ کی بیٹی تھیں والہانہ محبت رکھتی تھیں ایسی محبت کہ ان کے سوا اور کوئی نظر ہی نہ آتا تھا نہ ماں رہی تھیں اور نہ بہن بھائیوں میں سے کوئی دیکھنے کو باقی رہ گیا تھا۔ ایک باپ، مرکز محبت تھے وہ بھی عازم جنت ہوئے اس وقت سے جو آنسو رواں ہوئے ہیں تو آخری وقت تک نہ تھمے، چشم مبارک ہمہ وقت نم رہتی تھی۔ چھ ماہ کے بعد انھوں نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا یہ دوسرا حادثہ تھا جس نے حضرت حسین کے قلب کو پاش پاش کر کے رکھ دیا بیقرار ہو کر رہ گئے روتے تھے اور بہت روتے تھے ضبط کرتے تھے اور نہ ہوتا تھا۔

رفتہ رفتہ یہ صدمہ دور ہوا صرف محبت کرنے والی دو سب سے بڑی گرامی قدر اور عدیم المثال ہستیاں رہگذرائے عالم بقا ہو چکی تھیں لیکن شفیق باپ موجود تھے اور تمام صحابۂ کرام نبیرۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے رہتے تھے جس طرف نکل جاتے تھے محبت کرنے والے پاتے تھے جدھر گذر ہوتا تھا لوگ آنکھیں فرش راہ بناتے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے وصال کے بعد جب حضرت فاروق اعظم سریر آرائے خلافت ہوئے ہیں تو آپ کا سن دس برس کا ہو چکا تھا۔ حضرت فاروق اعظم کی ہیبت نے زمین و آسمان میں غلغلہ ڈال رکھا تھا لیکن اس کے باوجود قلب مرغزار محبت بنا ہوا تھا۔ عاشق رسول تھے اور اس عشق کا اقتضا تھا کہ خاندان نبوت سے بھی محبت کا ہونا۔ وہ آپ سے محبت کرتے تھے اور اتنی کرتے تھے کہ آپ اپنی اولاد کو بھی آپ کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہ دیتے تھے اور آپ پر پروانہ وار نثار ہوتے رہتے تھے عہد فاروقی ہی میں حضرت حسین سن شباب کو پہنچے اور جوان ہوئے یہ دہ سالہ دور اس اعتبار سے ایک امتیاز خاص رکھتی ہے کہ یہ آپ کی طفلی و شباب دونوں کی حامل رہی اور دونوں حالتوں میں حضرت فاروق اعظم نے آپ کے شایان شان آپ سے سلوک روا رکھا۔

محترم نانا نے آپ کو کبھی آپ کی شوخیوں پر نہ ٹوکا تھا۔ اور ٹوکنا کیا دیکھ دیکھ کر اور مسرور ہوتے تھے۔ اس محبت و شفقت کو دیکھ کر تمام صحابہ آپ سے محبت کرنے اور آپ کی شوخیوں کو احترام و شفقت کی نظر سے دیکھتے۔ یہی وجہ تھی کہ طفلانہ شوخیوں میں آپ کو کسی میں گونہ اختصاص حاصل رہا تھا۔ اسی کا ایک شاندار مظاہرہ یہ تھا کہ ایک دفعہ آپ حضرت فاروق اعظم کے پاس گئے دیکھا کہ منبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے ہیں طفلی کا زمانہ ایسا ہی تو تھا ہنس فرمایا "میرے باپ کے منبر پر سے اتر جاؤ اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھو۔ حضرت فاروق اعظم مسکرائے اور فرمایا "میرے باپ کا تو کوئی منبر ہی نہیں اس کے بعد محبت سے پکڑ کر اپنے پاس منبر پر بٹھا لیا۔ یہ سامنے پڑی ہوئی کنکریوں سے کھیلنے میں مصروف ہو گئے۔ خطبہ ختم کرنے کے بعد منبر سے آپ کو اپنے گھر لے گئے۔

ایک روز جو آپ حضرت فاروق اعظم کے پاس گئے تو وہ اندر خلوت میں امیر معاویہ سے مصروف تھے اور ان کے صاحبزادے عبداللہ باہر کھڑے ہوئے تھے۔ یہ لوٹے تو آپ بھی واپس چلے آئے۔ اس کے بعد حضرت فاروق اعظم جو آپ کو کہیں ملے تو پوچھا حسینؓ کہاں رہتے ہو کبھی ادھر سے صورت نہیں دکھائی بولے میں تو حاضر ہوا تھا مگر آپ امیر معاویہؓ کے ساتھ خلوت میں مصروف گفتگو تھے اس لئے میں بھی عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ واپس لوٹ آیا حضرت فاروق اعظم نے جواب میں کہا حسین! تم عبداللہ سے کہیں زیادہ مجھے عزیز ہو تمھیں اُن سے زیادہ حق حاصل ہے کیونکہ ہماری جو کچھ عزت ہے وہ خدا کے بعد تم ہی لوگوں کی دی ہوئی ہے۔ اس سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ حضرت فاروق اعظم بھی آپ کو انتہائی عزو وقار کی نظر سے دیکھتے تھے اور اتنی محبت کرتے تھے کہ اگر چند روز دیکھے بغیر گذر جاتے تھے تو بیچین ہو جاتے تھے اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

اسی عہد کا ایک اور واقعہ ہے جو اس سے بھی زیادہ واضح اور بصیرت افروز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جبکہ عہد فاروقی میں اللہ تعالے نے اصحاب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابہ کو مدائن پر فتوحات عطا کیں اور مال غنیمت بکثرت مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت فاروق اعظم نے تقسیم غنیمت کا حکم صادر فرمایا اور تمام اموال صحن مسجد میں پھیلا دیا سب سے پہلے حضرت امام حسنؓ تشریف لائے اور فرمایا امیر المومنین میرا حصہ مجھے عطا فرمایئے حضرت فاروق اعظم نے بالحب و الکرامۃ و عزت و بزرگی کے ساتھ کہا اور ایک ہزار درہم دیئے جانے کا حکم صادر کیا۔ اسکے بعد حضرت امام حسین تشریف لائے اور آپ نے بھی انھیں الفاظ الفاظ کا اعادہ کیا انھیں بھی ایک ہزار درہم دیئے جنھیں لیکر وہ چلے گئے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حاضر ہو کر اپنا حق طلب کیا حضرت فاروق اعظم نے انھیں پانچسو درہم دیئے جانے کا حکم دیا۔

حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں قوی جسم انسان ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی شریک جہاد ہوتا تھا اور تلوار چلاتا رہا ہوں حالانکہ اس وقت حضرات حسنین بالکل بچہ تھے اور مدینہ کی گلیوں میں کھیلتے پھرتے تھے ان دونوں کو تو آپ نے ہزار ہزار درہم دیئے جانے کا حکم صادر کیا اور مجھے صرف پانسو عطا کئے جارہے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم کو یہ سنکر گونہ اشتعال ہوا اور فرمایا کہ:۔

"ہاں: جاؤ سب کچھ ہی لیکن پہلے ان کے جیسے ماں باپ تو لیکر آؤ ان کے باپ جیسا باپ ان کی ماں جیسی ماں ان کا نانا جیسا نانا اور ان کی نانی جیسی نانی ان کی خالہ جیسی خالہ ان کی پھوپھی جیسی پھوپھی ان کے ماموں جیسے ماموں تو لاؤ اور پھر ان کے برابر حق طلب کرو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تو ایسا ہرگز نہ کرسکیگا اور خدا کی قسم نہ لاسکیگا۔

لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ ایک ایک کا نام لیتے جاتے اور کہتے جاتے تھے کہ ان جیسا لاؤ۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر خاموش ہوگئے۔ بہر کیف یہ امر مسلم ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم دونوں کا سلوک حضرت حسینؓ کے ساتھ ہمیشہ امتیازی بلکہ عقیدت کیشانہ رہا اتنا کہ انھوں نے کبھی اپنی اولاد کو بھی آپ کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں دی۔ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظم قرابت رسول کریم کا بڑا خیال رکھتے تھے چنانچہ جب بدری صحابہؓ کے لڑکوں کا وظیفہ مقرر فرمانے لگے اور ان کے لئے دو دو ہزار مقرر کیا تو محض قرابت رسول کے لحاظ سے حضرات حسنینؓ کا وظیفہ پانچہزار ماہوار مقرر کیا۔ حضرت فاروق اعظم کو حضرت حسین کے ساتھ جو بے انتہا محبت تھی اس کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ جب یمن سے بہت سے حلّے آئے ہیں اور وہ تمام صحابہ کرام میں حسب معمول تقسیم کردیئے گئے اور خود مرقد انور اور منبر نبوی کے درمیان جلوس فرما تھے اور لوگ ان حلوں کو پہن پہن کر آتے اور شکریہ کے طور پر سلام کرتے جاتے تھے کہیں اسی دوران میں یہ دونوں بھائی بھی گھر سے نکلے اور ادھر سے گذرے فوراً نظر اٹھی اور ان کے جسم مبارک پر حلے نہ دیکھ کر دل خون ہوگیا جبین عدالت پر شکن پڑ گئی

اسی وقت لوگوں سے فرمایا کہ مجھے تمھیں حلے پہنا کر کوئی شادمانی و مسرت نہیں ہوئی۔ ان کے حیرت و استعجاب کی حالت دیکھکر فرمایا کہ کیا میں اس حالت میں خوش ہوسکتا ہوں کہ تم سب تو حلے پہنے ہوئے ہو اور ان صاحبزادوں کے جسم ان سے خالی ہیں حلے ختم ہوچکے تھے اور امیر المومنین کی افسردگی بڑھتی ہی جاتی تھی اسی وقت حاکم یمن کو فرمان لکھا کہ دو قیمتی حلے تیار کراکے جتنی عجلت ممکنہ کے ساتھ روانہ کئے جاسکیں روانہ کرو چنانچہ بہت جلد حلے پہنچ گئے خود انھیں پہنایا اور فرمایا کہ ہاں اب مجھے خوشی ہوئی۔ شاید کہنے والے یہ کہیں اور پڑھنے والوں کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ پہلے حلے دیئے ہی کیوں نہ گئے اقتضائے محبت تو یہ تھا کہ پہلے انھیں ہی عطا فرمائے جاتے تو اس کا ازالہ ایک اور روایت نے کردیا جو ابن عساکر نے سند تحقیق کے ساتھ درج کی ہے کہ پہلے حلے آپ کی شان کے لائق نہ تھے آپ ہر معاملہ میں دونوں بھائیوں کے ساتھ امتیاز روا رکھتے تھے اور اس کا اقتضا یہ تھا کہ آپکے حلے بھی شاندار ہوں۔ عہد فاروقی کی ابتدا میں تو دونوں بھائی بچہ تھے مگر آخری عہد تک سن شعور کو پہنچ گئے تھے لیکن وہ اس عہد کی فتوحات میں شریک نہیں ہوئے۔

عہد عثمانی اور حضرت حسینؓ

عہد عثمانی کی دوازدہ سالہ مدت کے دو حصے کئے جاسکتے ہیں پہلا نصف حصہ تو کامل امن وامان کا تھا مگر آخری نصف حصہ شر و فتن کے شعلوں اور شراروں سے لبریز رہا ذاتی طور پر حضرت عثمان غنی بھی آپ سے بہت محبت کرتے اور ان کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آتے تھے۔ لیکن اس عہد میں دونوں پورے جوان تھے۔

بدقسمتی سے اس عہد میں بنو امیہ کے برسر اقتدار آجانے سے بنو ہاشم کو ایک گونہ رنج پہنچا تھا۔ وہ عہد صدیقی ہی کے وقت سے خلافت کے دوسرے خاندانوں میں منتقل ہوجانے کو اپنی بدقسمتی اور حق تلفی تصور کرتے چلے آتے تھے لیکن چونکہ شیخین کرام کا عہد بڑا بابرکت عہد تھا دونوں نے پوری شان وسطوت اور انتہائی معدلت پروری کے ساتھ حکمرانی کی۔ پوری سادگی اور فقیر منشی سے بزرگانہ اور عارفانہ زندگی گذری۔ عدل کے معاملہ میں بھائی اور بیٹے کی تمیز بھی کبھی نہ کی کسی خاندان والے کو حکومت اور کاروبار خلافت میں شریک نہ کیا وہ بے ان کی دانائی و تدبر کی بھی دھاک بیٹھی ہوئی تھی لوگوں کے قلوب میں دہشت بھی تھی اس لئے بنو ہاشم کو گونہ اطمینان ہوگیا تھا۔ وہ جب دیکھتے تھے کہ گو خلافت تیمی اور عدوی ہاتھ میں ہے مگر اس سے ان خاندانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا۔

ان کے مقابلے میں دوسرے خاندان اور تمام مسلمان شریک حکومت ہیں اور ان کے ساتھ بھی امتیازی سلوک و احترام رکھا جارہا ہے تو بغیر صبر آجاتا تھا لیکن ان کے بعد بھی خلاف توقع خلافت خاندان بنو ہاشم میں نہیں آئی اور گئی تو اس خاندان میں جو دیرینہ رقابت رکھتا تھا۔ اگر حالات یہی رہتے تو بہت ممکن تھا کہ یہ زخم بھی اندمال پذیر ہوجاتا لیکن جب انھوں نے یہ دیکھا کہ شیخین کرام کی سنت کے خلاف حضرت عثمان غنی کے تمام قرابتدار خلافت کے تمام بڑے بڑے عہدوں پر قابض ہوکے چلے جاتے ہیں اور انھیں فرض شناسی کا پورا احساس بھی نہیں تو اور ناگوار گذرا اور مروان جیسے شرریز اور شرانگیز شخص کے حضرت عثمان غنیؓ کے مزاج پر قابو پاجانے سے انھیں اور صدمہ پہنچا۔ حضرت عثمان غنی اپنی ذات سے بہت نیک نفس بہت شریف بہت بزرگ اور بہت محبت والے تھے اور بنو ہاشم بھی ان کی عزت کرتے تھے لیکن دوسروں کی باتیں انھیں ناگوار گذرتی تھیں۔

حضرت حسین بھی انہی میں تھے تاہم کچھ کہہ نہ سکتے تھے آپ کے ساتھ حضرت عثمانؓ نے کوئی ناانصافی بھی نہ ہونے دی۔ بلکہ خود آپ کی بہت خیال رکھا اسی عہد کے نصف آخر یعنی سنہ ۳۰ھ میں آپ حضرت عثمان غنی کی درخواست پر سنہ ۳۰ ہجری میں یورش طبرستان میں شریک ہوئے جیسا کہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اس جنگ میں آپ مجاہدانہ جوش و خروش کے ساتھ لڑے اور بڑی جرأت و جلادت کا اظہار کیا۔

اس عہد میں آپ کی مجاہدانہ ترک وتاز کا اور کوئی واقعہ نہیں ملتا لیکن ایک عرصہ کے بعد جب مدینہ منورہ کا افق شر وفتن کی گھٹاؤں سے تیرہ وتار ہو گیا اور دار الخلافہ میں سبائی فتنہ پردازوں کی جمعیت نے باغیانہ داخل ہو کر قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا تو پھر آپ شمشیر بکف نظر آئے اور اپنے محترم باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حکم سے حضرت عثمان غنی کی حفاظت پر مامور ہوئے اس ہدایت کے ساتھ کہ باغیوں کو اندر نہ گھسنے دیں تاریخ شاہد ہے کہ حضرات حسن وحسین نے اس فرض مفوضہ کو کس خوبی وجانبازی کے ساتھ انجام دیا۔ باغیوں اور فتنہ بازوں کا ایک سیلاب امنڈ امنڈ کر آتا تھا اور اندر داخل ہونے کی ہر امکانی سعی کرتا تھا۔ ہجوم کر کے اندر کی طرف بڑھتا تھا مگر آپ نہایت جرأت وجلادت سے انھیں پیچھے ہٹا دیتے تھے اور آگے قدم نہ بڑھانے دیتے تھے آخر وقت تک نہایت دلیرانہ شکوہ سے مقابلہ کیا اور انھیں روکے رکھا۔

یہ آپ کی بہادری اور دلیرانہ کارفرمائی ہی تھی کہ جس سے مایوس ہو کر باغیوں نے اپنے لئے دوسری راہ تلاش کی اور پشت کی دیوار پھاند کر اندر گھس گئے پھر یہ آپ کی جرأت وشجاعت پر اعتماد کلی ہی کا مظاہرہ تھا جو شہادت حضرت عثمان غنی پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دونوں کو نہایت سختی کے ساتھ ڈانٹ بتائی کہ تمہارے قصر خلافت پر مامور ہوتے ہوئے باغی اندر کس طرح گھس گئے۔ غرض آپ کی جرأت وشہامت سب کے نزدیک مسلمہ تھی۔

جنگ جمل میں شرکت

اس حادثہ محزنہ کے بعد پھر جنگ جمل وقوع پذیر ہوئی جو دنیوی غلط فہمیوں کا ایک خوفناک منظر تھی اور جسے دنیا کی ایک مقدس ترین جنگ کہا جا سکتا ہے اس میں بھی آپ نے اپنے والد گرامی حضرت حیدر کرار کے ساتھ شرکت کی اور نہایت زور وشور کے ساتھ لڑے اختتام جنگ پر حضرت عائشہ صدیقہ کو پہنچانے کے لئے جو دستہ مامور ہوا تھا اس میں آپ قائدانہ حیثیت سے شریک تھے اور کئی میل تک آپ حضرت صدیقہ کو پہنچانے گئے اور ان کے احترام وآسائش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

صفین میں دلیرانہ جنگ

امیر معاویہ سے میدان صفین میں جو ہولناک جنگ وقوع پذیر ہوئی اس میں آپ نے دلیرانہ حصہ لیا بڑے جوش وجرأت کے ساتھ لڑے ایک وقت آیا کہ حضرت علی کے لشکریوں نے لڑائی سے انکار کر دیا اور ترغیب وتہدید پر بھی آمادہ ہوئے اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو غصہ آگیا اور انتہائی جوش میں یہ کہکر آگے بڑھے کہ تم نہیں آتے نہ سہی میں تنہا ہی کافی ہوں تو سب سے پہلے آگے بڑھنے اور ساتھ جانے والے آپ ہی دونوں بھائی تھے جو اپنے محترم باپ کے ساتھ اس جرأت وجلادت کے ساتھ لڑے کہ حریف بھی عش عش کر اٹھا اور علوی لشکر میں بھی ایک جوش پیدا ہو گیا جدھر رخ کرتے تھے صفیں کی صفیں الٹ کر رکھدیتے تھے بیشمار ریگ آپ کی شمشیر بے پناہ سے قتل ہوئے۔

یہ جنگ کئی ماہ تک جاری رہی اور کم وبیش ڈیڑھ لاکھ انسانوں نے اس میں شرکت کی آپ تقریبًا ہر جنگ میں شریک ہوتے اور بہادرانہ لڑتے

رہے جب یہ جنگ اختتام پذیر ہوئی اور بہت سے بحث ومباحثہ کے بعد التوائے جنگ کا معاہدہ ہوا تو اس پر ایک معزز شاہد کی حیثیت سے آپکے دستخط بھی ثبت تھے۔

فتنہ خوارج

اس کے بعد خوارج کا فتنہ اپنی پوری عالم آشوبیوں کے ساتھ سامنے آگیا۔ فتنہ سبائی بھی واقعی ایک خوفناک فتنہ تھا جو صرف حضرت عثمان غنی ہی کی المناک شہادت پر منتج نہ ہوا بلکہ جنگ جمل میں اس نے بہت سے گوہر ہائے لالی کو خاک میں ملایا اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ جیسے ہمرو ماہ فلک اسلام اسی کی نذر ہو کر رہ گئے مگر خوارج کا فتنہ بھی عالم آشوبی میں اس سے کم نہ رہا نہ صرف یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جان عزیز اس میں ضایع ہوئی بلکہ کئی صدی تک مسلسل مسلمانوں کا خون اس میں برابر بہتا رہا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ دنیا کے بےمثل بہادر وشجاع بزرگ تھے انہوں نے نہروان میں پوری طرح خارجیوں کا استیصال کیا مگر اس کی باقی ماندہ نہفتہ جڑوں سے وقتًا فوقتًا برابر کلے پھوٹتے ہی رہے۔

چونکہ قائدانہ لیاقت اور شجاعت وجوانمردی میں حضرت حسینؓ بھی ممتاز درجہ حاصل کر چکے تھے اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو بھی خوارج کی سرکوبی پر مامور کیا اور سچ یہ ہے کہ آپ نے بھی ان کے استیصال میں بڑے انہماک سے کام لیا اور گو جرأت ودلیری میں خوارج نے بھی بڑے جوش وخروش کا اظہار کیا لیکن آپنے اپنی جمعیت کو اس لیاقت وخوبی کے ساتھ لڑایا اور خود اس کمال وجلادت کے ساتھ لڑے کہ خوارج جیسے سخت جان اور دلیر باغیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔

حضرت حسین کی خلافت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابن ملجم کے ہاتھ سے شہید ہوئے تو انہوں نے آخری وقت میں حضرت حسین کو بلا کر محمد بن حنیفہ سے حسن سلوک کا حکم دیا اور بہت سی گرانمایہ نصائح کے بعد عازم خلد بریں ہوئے ساتھ ہی حضرت حسن سریر آرائے خلافت ہوئے کوفہ ہی میں بیعت عام ہو گئی۔ کوفیوں کی بیوفائی زبان زد عام ہے یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نہ ہوئے تو حضرت حسن کو ان سے کیا توقع ہو سکتی تھی۔ تاہم بڑے شخص تھے بڑے بزرگ تھے ہزارہا وفادار بھی نکل آئے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ امیر معاویہ کی طرف سے جارحانہ کارروائیاں بھی شروع ہو چکی ہیں اور اپنی فوج کے آدمی بھی حسب معمول لڑائی سے پہلو تہی کر رہے ہیں تو آپ نے یہ سمجھکر کہ اب مسند خلافت پر قائم رہنا فرزندان توحید کے خون کو ضایع کرانا ہے امیر معاویہ کے حق میں دست برداری کا ارادہ کر لیا۔

حضرت حسینؓ سے جو رائے لی تو آپ نے سختی کے ساتھ بھائی کے عزم کی مخالفت کی لیکن جب انہوں نے ڈانٹ بتائی تو آپ سعادتمندانہ خاموش ہو گئے۔ حضرت حسن نے دستبرداری کی شرائط میں یہ شرط بھی منظور کرالی کہ حضرت حسینؓ کو دو لاکھ سالانہ جاگیر کا وظیفہ ملتا رہے گا۔ آپ امیر معاویہ کو شایستہ نہ سمجھتے تھے بھائی کا انتخاب باقاعدہ ہوا تھا اور شام ومصر کے

سوا تمام دنیائے اسلام نے ان کی بیعت کر لی تھی یہی وجہ تھی کہ آپ نے مخالفت کی مگر بھائی کے کہنے پر سر تسلیم خم کیا اور بیعت بھی کر لی۔ اور اگرچہ آپ نے امیر معاویہؓ کی خلافت کو جیتے جی برحق نہ سمجھا مگر بیعت کر چکے تھے اس لئے کبھی مخالفت کا خیال بھی نہ کیا دل صاف نہ تھا کہ باپ اور بھائی کے ساتھ امیر معاویہؓ کی زیادتیاں اور رزم و پیکار کا مشاہدہ برأی العین کر چکے تھے تاہم ظاہری تعلقات میں بھی کوئی فرق نہ آنے دیا۔

بھائی کی وصیت تھی کہ آرزو تو یہی ہے کہ مجھے محترم نانا کے جوار میں دفن کیا جائے لیکن بنو امیہ سے مزاحمت کا اندیشہ ہے ایسا ہو تو اصرار نہ کرنا۔ ۴۹ھ میں حضرت حسنؓ کا وصال ہو گیا۔ حضرت حسینؓ نے حضرت عائشہؓ سے اجازت جو طلب کی تو انہوں نے نہایت کشادہ دلی کے ساتھ اس پر اظہار رضامندی کر دیا۔ استیعاب میں لکھا ہے کہ مروان اس وقت گورنر مدینہ تھا اطلاع پاتے ہی اس نے مزاحمت کی اور کہا کہ جب ان لوگوں نے حضرت عثمان کو اس جگہ دفن نہیں ہونے دیا تو میں انھیں بھی یہاں دفن نہ ہونے دوں گا۔ حضرت حسینؓ کو اس مزاحمت پر قدرتاً غصہ آیا اور آنا چاہیے تھا کہ اول تو نانا اور نواسے کا معاملہ تھا کسی غیر کا نہ تھا دوسرے جس حکومت کے زور پر وہ مزاحمت کرنے آیا تھا وہ اسی گھر کی حکومت تھی اور رضامندی کے ساتھ دی گئی تھی۔ تیسرے مروان کے الفاظ اتہام و بہتان کی حیثیت بھی رکھتے تھے ہمیشل بہادر تلوار سونت لی مقابلے پر کھڑے ہو گئے مروان بدبخت پہلے ہی تیار تھا حالات نے نازک صورت اختیار کر لی تھی اور مدینہ منورہ کی سرزمین کے خون مسلمین سے رنگین ہو جانے کے تمام امکانات پیدا ہو گئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ موقع پر پہنچ گئے۔

ایک طرف تو انہوں نے مروانیوں سے کہا کہ یہ کیا قیامت ہے ظلم ہے کہ ابن رسول اللہ کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہونے سے روکا جا رہا ہے دوسری طرف حضرت حسینؓ سے استدعا کی کہ آپ ضرور حق پر ہیں مگر بھائی کی وصیت کو تو نہ بھولئے جنہوں نے کشت و خون مسلمین ہی سے بچنے کے لئے خلافت چھوڑ دی اُن کے جنازہ کے دفن کے معاملہ پر فتنہ برپا ہونا یقیناً مناسب نہیں۔ حضرت حسینؓ کا غصہ اس پر فرو ہو گیا۔ اور آپ نے انھیں اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں جنت البقیع کے اندر دفن کیا۔ تہذیب الکمال میں لکھا ہے کہ جنازہ کے ساتھ اتنا اژدحام تھا کہ سوئی جیسی چیز بھی اگر زمین پر پھینکی جاتی تو ہرگز زمین پر نہ گرتی۔

فتنہ بیعت یزید

حضرت حسینؓ اور امیر معاویہؓ کے تعلقات

جیسا کہ ہم شائع کر چکے ہیں کہ حضرت حسینؓ اور امیر معاویہؓ کے باہمی تعلقات زندگی بھر خوشگوار رہے ایک طرف تو حضرت حسینؓ نے ان کی زیادتیاں پیش نظر ہونے اور اس امر کے باوجود کہ ان کی طرف سے دل صاف نہ تھا ظاہری تعلقات میں کوئی فرق نہ آنے دیا اور دوسری طرف امیر معاویہؓ نے بھی یہ راز سمجھتے دستبرداری کے وقت ان کی خالفت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور یزید کی بیعت نہ کرنے پر کمدر ہونے کے ہوتے ہی آپ کے

احترام و اعزاز کو برابر ملحوظ رکھا اور دو لاکھ سالانہ بھی حسب وعدہ برابر دیتے رہے طبری نے صاف لکھا ہے اور یہ صحیح بھی ہے کہ یزید کی بیعت کے وقت تک کسی کو اس پانزدہ سالہ مدت میں یہ احساس بھی نہ ہونے پایا کہ ان دونوں بزرگوں کے دل باہم صاف نہیں ہیں اور بیعت کے قصہ کے بعد بھی پہلی جیسی صورت پیدا ہو گئی۔

انکار بیعت کے باوجود امیر معاویہؓ آپ کو انکی مقررہ سالانہ رقم برابر بھیجتے رہے اور حضرت حسینؓ بھی مطلق بھی آزاد رہے امیر معاویہ اس کے علاوہ بھی آپ کے ساتھ زندگی بھر سلوک ہوتے اور گرانقدر تحائف اور بیش قرار رقوم وقتاً فوقتاً برابر پیش کرتے رہے علاوہ ازیں اس عہد میں جو جہاد ہوئے اور جنگیں لڑی گئیں ان میں حضرت حسینؓ بھی برابر شرکت فرماتے رہے ۴۹ھ میں سفیان بن عوف کے زیر قیادت جو مشہور مہم بھیجی گئی اور قسطنطنیہ پر حملہ ہوا ہے اس میں حضرت حسینؓ بھی شامل تھے اور بڑی مجاہدانہ شجاعت سے لڑے۔

یزید کی بیعت

امیر معاویہ بالکل خالی الذہن بیٹھے تھے اور خلافت خاندان میں رکھنے کا انھیں کوئی تصور بھی نہ تھا حضرت مغیرہ نے کوفہ کی گورنری پر بحالی کے لئے ۵۶ھ میں یزید کی ولیعہدی کی تجویز پیش کی جسے امیر معاویہؓ نے پس و پیش کے بعد نہ صرف منظور کر لیا بلکہ بہت پسند بھی کیا اور اس کی تکمیل کا عزم بھی کر لیا یہ تجویز پیش نہ ہوتی تو جیسا کہ اب تک برابر ہوتا چلا آیا تھا اور قاعدہ مقرر ہو گیا تھا اس امر کا قوی امکان تھا کہ انتخاب عامہ میں امیر معاویہؓ کے بعد حضرت حسینؓ ہی اسلامی دنیا کے خلیفہ مقرر ہو جائیں۔ خلفاء کا انتخاب اکابر (مہاجرین و انصار) کے مشورہ سے ہوتا تھا اور ظاہر ہے کہ نہ حضرت حسینؓ کی زندگی میں اور کسی کو منتخب کر سکتے تھے کیونکہ اس وقت تک جو بزرگ خلافت کے اہل سمجھے جاتے تھے ان میں حضرت حسینؓ، عبداللہ بن عمرؓ، زبیرؓ اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ ہی وہ بزرگ تھے جو اسلاف کرام کا نمونہ بھی تھے اور اس کی پوری اہلیت رکھتے تھے۔

ان میں بھی حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو امتیاز خاص حاصل تھا مگر حضرت حسینؓ کی زندگی میں وہ عروج حاصل کر سکتے تھے اور نہ ان کے خلیفہ منتخب ہو جانے کا کوئی امکان تھا۔ مختصر یہ کہ حضرت حسینؓ امیر معاویہؓ کے بعد خلیفہ ہو جانا یقینی امر تھا۔ امیر معاویہؓ بھی اس حقیقت کو سمجھتے تھے اور حضرت حسینؓ بھی اس سے واقف تھے۔ لیکن حضرت مغیرہ کی تجویز نے یکایک فضا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا جو نہ صرف منجملہ اور مقدس صحابہؓ کی توقعات کے خلاف تھی بلکہ اسلام میں ایک بدعت سیئہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ نہایت معیوب امر تھا کہ صحابہ کرام کی موجودگی میں اور ان کے ہوتے ہوئے کسی غیر صحابی کی بیعت لی جائے اور غیر صحابی نہ جدا اخلاقی حیثیت سے بھی فروتر تھا۔

اسلامی جمہوریت پہلی دفعہ بادشاہت کی صورت اختیار کر رہی تھی اور مسلمان اسے کسی صورت بھی گوارا نہ کر سکتے تھے۔ یہ کہنا تو غلط ہے کہ حضرت حسینؓ کو خلافت کا خیال ہی نہ تھا۔ جانشینی سرکار دو عالم وہ نعمت تھی جو کوئی بزرگ بھی رد کر سکے لیکن اس سے بھی زیادہ قابل توجہ عہد رسالت کے نظام جمہوری میں عجمی شاہ پرستی کا شمول تھا جسے نواسہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ

تا التسلیم کسی حالت میں پسند فرما سکتے تھے اور پیش پیش آسے ہی رہنا چاہیے تھا۔ امیر معاویہ بہت عقیل تھے دور اندیش تھے اور یہ موانع و مشکلات ان کے پیش نظر تھے اس عہد میں کوفہ اور بصرہ سیاسی حیثیت سے اور حجاز مقدس مذہبی حیثیت سے مرکزی مقام تھے۔ امیر معاویہ نے کوفہ و بصرہ کو تو مغیرہ اور زیاد بن ابی سفیان کے سپرد کیا جنہوں نے اپنے مشہور تدبر و دانشمندی سے انھیں ہموار و رضامند کر لیا تاکہ یہاں کے اکابر و عمائد کے وفود نے خود دمشق پہنچکر یزید کی بیعت کر لی۔ حجاز مشہور ظالم و فاسق مروان بن حکم کے سپرد ہوا تھا۔

اس نے گورنر مدینہ کی حیثیت سے مذکورہ بالا چاروں بزرگوں کو بلا کر کہا کہ امیر المومنین ابوبکر و عمر کی طرح اپنے فرزند کو خلافت کے لئے نامزد کر جاتیں تو حضرت عبدالرحمن نے وہیں زجر کی کہ یہ ان کی نہیں قیصر و کسریٰ کی سنت تھی ان میں سے کسی نے بھی اپنے بیٹے کو خلافت کے لئے نامزد نہیں کیا تھا۔ حضرات حسینؓ۔ ابن زبیر اور ابن عمر نے بھی شدت کے ساتھ مخالفت کی مروان نے یہ روداد تمام و کمال امیر معاویہ کو لکھ بھیجی۔

بیعت کے لئے امیر معاویہ رضؓ کا ورود

اتنے مقدس اور سرکردہ صحابہ کا اختلاف معمولی بات نہ تھی امیر معاویہ خود تکمیل کار کے لئے تشریف لے آئے اور بیعت کا مطالبہ کیا ابن اثیر نے لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے سب سے پہلے حضرات حسین ابن عمر، ابن زبیر، ابن ابی بکر اور ابن عباسؓ کو بلایا۔ ان کی طرف سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ امیر معاویہ سے گفتگو کرنے پر مامور ہوئے۔ امیر معاویہؓ نے ان سے کہا کہ میں تم لوگوں کے ساتھ جو سلوک کرتا ہوں تمہاری جتنی باتیں برداشت کرتا ہوں اور جس طرح تمہارے ساتھ صلہ رحمی کرتا رہتا ہوں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ یزید کوئی غیر نہیں تمہارا بھائی اور تمہارا ابن عم ہے میں تم سے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم اسے صرف خلیفہ کا لقب دیدو۔ باقی عمال کا عزل و نصب خراج کی تحصیل وصول اور اس کا صرف و خرچ سب تمہارے اختیار میں ہوگا اور اس میں مطلق مزاحمت نہ کریگا حضرت ابن زبیرؓ نے کہا کہ :-

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے لیکر حضرت عمرؓ کے وقت تک جو طریقہائے انتخاب تھے ان میں سے جسے بھی آپ اختیار کریں ہم اسے قبول کرلے پر آمادہ ہیں اور کوئی جدید طریقہ قبول نہیں کر سکتے۔ اس جواب پر امیر معاویہ نے ان سب کو دھمکی دیکر بیعت لیلی اور عام مسلمانوں کے سامنے جاکر کہا کہ ان سربرآوردہ اشخاص نے بیعت کر لی ہے اس لئے اب تم لوگوں کو بھی تامل نہ ہونا چاہیئے۔ امیر معاویہؓ کے اس کہنے پر یہ بزرگ خاموش رہے اور عوام نے بیعت کر لی۔ طبری کی روایت ہے کہ امیر معاویہؓ کے آنے پر مذکورہ بزرگوں کے سوا سب نے بیعت کر لی بیعت عام کے بعد پھر انہوں نے فرداً فرداً سب سے پوری نرمی اور ملاطفت کے ساتھ کہا کہ تم پانچوں کے سوا سب نے میری بیعت کر لی ہے اور تمہاری ہی قیادت میں یہ چھوٹی سی جماعت مخالفت کر رہی ہے ہر ایک کو خلوت میں بلاتے اور اس سے یہی کہتے ان کے اس اعتراض پر ان لوگوں نے جواب دیا کہ اگر عامہ مسلمین بیعت کر لیں گے تو ہمیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ اس جواب پر امیر معاویہ نے پھران لوگوں سے کوئی اصرار نہیں کیا۔ البتہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر سے سخت گفتگو ہوئی۔ بہرکیف یہ مسلم ہے کہ امیر معاویہ کے دبدبہ و اثر اور دلائل سے مجبور یا قائل ہو کر سب نے بیعت کر لی صرف حضرت حسین اور دوسرے چاروں بزرگ رہ گئے امیر معاویہ کو تدبر و دانشمندی میں شہرت عام حاصل تھی بڑے زمانہ شناس اور عاقبت اندیش بزرگ تھے مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا بہت پہلے اندازہ کر لیتے تھے چنانچہ انھیں یقین تھا کہ حضرات حسین اور ابن زبیر ضرور علم خلافت بلند کریں گے۔ چنانچہ آخری وقت میں انہوں نے یزید کو بلایا اور فرمایا :-

"دیکھو جان پدر! میں نے تیری راہ کے تمام کانٹے ہٹا کر تیرے لئے راستہ صاف کر دیا ہے اور دشمنوں کو زیر کر کے سارے عرب کی گردنیں جھکا دی ہیں اور تیرے لئے اتنا مال جمع کر دیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے جمع نہ کیا ہوگا اب میں تجھے یہ وصیت کرتا ہوں کہ حجاز والوں کا ہمیشہ لحاظ رکھنا کہ وہ تمہاری اصل ہے۔ جو حجازی تمہارے پاس آئے اس سے حسن و سلوک سے پیش آنا اس کی عزت کرنا اور اس کے ساتھ احسان کرنا اور جو نہ آئے اس کی خبر گیری کرتے رہنا۔ اور دیکھو عراق والوں کی ہر خواہش پوری کرنا حتی کہ اگر وہ روزانہ عاملوں کی تبدیلی کا مطالبہ کریں تو اسے بھی رد نہ کرنا کیونکہ عاملوں کا تبادلہ تلواروں کے بے نیام ہونے سے بہتر ہے۔ شامیوں کو اپنا مشیر کار بنانا اور ان کا خیال ہر حال میں ملحوظ رکھنا۔ پھر جب کوئی تیرا دشمن تیرے مقابلہ میں کھڑا ہو تو ان سے مدد لینا لیکن کامیابی کے بعد انھیں فوراً ہی واپس بھی بلا لینا تاکہ وہاں کے زیادہ قیام سے ان کے اخلاق بدل نہ جائیں۔ سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے اس میں حسین بن علی عبداللہ بن عمر۔ عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیرؓ کے سوا اور کوئی حریف نہیں ہے۔ لیکن عبداللہ بن عمر کو زہد و عبادت کے سوا خلافت سے چنداں سروکار نہیں۔ عامہ مسلمین کی بیعت کے بعد انھیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ عبدالرحمن بن ابی بکر میں کوئی ذاتی حوصلہ اور ہمت نہیں جو ان کے رفقا کریں گے یہ بھی انہی کا اتباع کرنے لگیں گے۔ البتہ حسینؓ کی جانب سے خطرہ ہے انھیں عراق والے ضرور تیرے مقابلہ میں کھڑا کر دیں گے اس لئے جب وہ تمہارے مقابلہ پر آئیں اور تمھیں ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگذر سے کام لینا کیونکہ وہ بڑے قرابتدار بڑے معزز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہیں۔ البتہ جو شخص لومڑی کی طرح کاوے دیکر شیر کی طرح حملہ آور ہوگا وہ عبداللہ بن زبیر ہیں وہ اگر صلح کریں تو صلح کر لینا ورنہ قابو پانے کے بعد انھیں ہرگز نہ چھوڑنا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا۔ (طبری جلد ہفتم ص ۱۹۷)

رجب ۶۰ھ میں امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا اور یزید شان و شوکت کے ساتھ سریرآرائے خلافت ہوا۔

حضرت حسینؓ سے یزید کا مطالبۂ بیعت

سریرآرائے حکومت ہوتے ہی یزید نے اس امر کی سعی کا آغاز کیا کہ وہ حضرت

حسینؓ اور ابن زبیرؓ سے بیعت لے۔

ہم اس سعی کے لئے تو یزید کو مطعون نہیں کر سکتے کہ اس نے بیعت کا مطالبہ کیوں کیا۔ اول تو صحابی نہ تھا۔ دوسرے جمہور علماء اس کی بیعت کر چکے تھے اور اسے حق حاصل تھا کہ اجماع مسلمین کے مطابق وہ ان چند بزرگوں سے بھی بیعت کا مطالبہ کرتا۔ سیاسی اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ اس مطالبہ میں ہر پہلو سے حق بجانب نظر آتا ہے۔ باپ کی وصیت اس کے سامنے تھی، اور ان کی وفات سے فضا بدل چکی تھی اور حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ کی طرف سے ادعائے خلافت کا یقینی خطرہ تھا۔ خطرہ بھی لامحدود اس لئے کہ اس امر کے قوی امکانات موجود تھے کہ ان کے ادعا کے ساتھ ہی سارا حجاز اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا اور ساتھ ہی حضرت حسینؓ کی وجہ سے عراق میں بھی شورش عام برپا ہو جائے گی کہ وہاں خصوصیت کے ساتھ حضرت حسینؓ کا اثر بہت زیادہ تھا۔ ابن زبیرؓ کے ادعائے خلافت ہی کے زمانہ میں بلکہ چند ماہ کے بعد عراقی تھوڑے ہی وقفہ کے لئے سہی مگر حضرت حسینؓ کو آمادہ خلافت کرتے نظر آئے۔ ان وجوہ کی بناء پر سیاسی حیثیت سے تحفظ و بقائے حکومت کے لئے یزید کا یہ اقدام غلط نہ تھا۔ امیر معاویہ کو تو سلطنت کرتے سولہ برس گذر چکے تھے انہوں نے آپ کے بیعت پر اصرار بھی نہ کیا تو اس سے چنداں نقصان نہ تھا مگر یزید کی حکومت کی بسم اللہ تھی اس کا بیعت نہ لینا خودکشی کے مترادف تھا کیونکہ اگر حضرت حسینؓ کی خلافت قائم ہو جاتی تو وہ جانتا تھا کہ بنو امیہ اور بنو ہاشم کی دیرینہ معاندت کے پیش نظر اس کا کہیں ٹھکانا نہ لگے گا اور سلطنت کے ساتھ اسے اپنی جان عزیز سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

وہ ایک عام دنیادار انسان تھا اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ سلطنت جیسی عزیز شے خود حضرت حسینؓ کے حوالے کر دیگا خود ایک بہت بڑی ابلہی ہے وہ خود کو جائز اور مسلم خلیفہ سمجھتا تھا اس لئے اپنی موروثی عظیم الشان سلطنت میں آسے جو چند ہستیاں کھٹکتی تھیں اور جن سے انھیں خطرہ نظر آتا تھا انھیں بیعت و اطاعت پر مجبور کرنے کا کوئی غیر معقول اقدام نہیں کہا جا سکتا اگر وہ باپ کی وصیت اور خطرے کی امکانی صورت محسوس کر کے قتل جلاوطنی یا قید کا حکم صادر کر دیتا تو ضرور اسے مطعون کیا جا سکتا تھا کہ اس نے آپ کا احترام ملحوظ نہیں رکھا۔ مگر وہ یہ کچھ نہیں کرتا صرف بیعت کا مطالبہ کرتا ہے اور وہ بھی ایسے خطرناک حالات و تصورات میں کہ اسے مخالفت کا ایسا یقین ہے کہ وہ باپ کی وفات کی خبر مشہور ہونے سے پیشتر بیعت سے نبٹ لینا چاہتا ہے۔ ہاں ایک بات ضرور ہے اور اسے یزید کی سخت سے سخت اور ہولناک سے ہولناک غلطی کہا جا سکتا ہے کہ نوعیت سعی مدبرانہ نہ تھی۔

اگر وہ ہوشمندی سے کام لیتا اور نرمی رعایت رکھتا تو صورت حالات اتنی نزاکت اختیار نہ کرتی۔

اس نے تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کے نام تاکیدی حکم بھیجا کہ حضرت حسینؓ اور ابن زبیر وغیرہ سے بیعت لی جائے ابھی تک امیر معاویہ کے انتقال کی خبر مدینہ پہنچنے نہ پائی تھی اور یہ امر بھی بہت دشوار تھا اسی لئے ولید کو قدرتاً بڑی پریشانی لاحق ہوئی گھبرا گیا اپنے نائب مروان سے مشورہ لیا تو یہ حضرت تو ازلی مدبر کے سنگدل اور تند مزاج تھے ہی اس نے اسی وقت کہا پریشانی کی کونسی بات ہے ابھی وقت حضرت حسینؓ اور حضرت ابن زبیر کو بلا کر بیعت کا مطالبہ کرو اور نہ مانیں تو بے تکلف سر قلم کر دو۔ اگر انھیں امیر المومنین کی وفات کی اطلاع مل گئی اور ان کے کانوں میں ذرہ برابر بھی بھنک پڑ گئی تو ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ علم خلافت بلند کر دیگا اور پھر بنائے کچھ نہ بنے گی۔ کم از کم شدید دشواریاں ضرور پیدا ہو جائیں گی۔

دارالامارۃ میں طلبی

اس مشورہ کے بعد ہی ولید نے دونوں کو طلب کیا جوش میں غلطی ہو ہی جاتی ہے اس طلبی میں وقت کا خیال بھی نہ کیا گیا۔ امیر معاویہ کی علالت کی اطلاعات مدینہ پہنچ ہی چکی تھیں وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے غیر معمولی وقت پر فوری طلبی اور ملنے کے وقت مقررہ کی غیر موزونیت نے اس راز کو جو چھپایا جا سکتا تھا آشکارا کر دیا اور قیاسات نے دونوں کو سمجھا دیا کہ امیر معاویہ کا انتقال ہو چکا ہے اور اس بے وقت طلبی کا مقصد بیعت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا حضرت حسینؓ بہت دور اندیش اور ذہین تھے۔ یزید جیسے شخص کے ہاتھ پر بیعت نہ کر سکتے اور انکار کی صورت میں جو خطرناک فضا رونما ہونے والی تھی اس سے بھی خالی الذہن نہ رہے۔ تشریف تو لے گئے مگر ایک ہوشیار اور مدبر انسان کی طرح اپنی حفاظت کا بھی پورا سامان کر گئے اور اپنی جماعت کے آدمیوں کو قرب ہی میں لگا کر ہدایت کر دی کہ وہ کیل کانٹے سے لیس اور چوکنے رہیں اور ایک آواز پر فوراً پہنچ جائیں۔ آپ کے اندر پہنچتے ہی حاکم مدینہ نے جیسا کہ آپ کا قیاس تھا آپ کو امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر سنائی۔

ساتھ ہی حکم کے مطابق بیعت یزید کا مطالبہ کیا۔ حضرت حسینؓ نے پہلے تو اظہار تعزیت کیا اور پھر فرمایا کہ یہ تو نہایت ناموزوں ہے کہ مجھ جیسا آدمی اور اس طرح چھپ کر بیعت کرے۔ خفیہ بیعت کرنا میرے لئے ہرگز مناسب نہیں جب آپ عام بیعت کے لئے لوگوں کو بلائینگے تو میں بھی چلا آؤں گا اور جو صورت عامۃ المسلمین اختیار کرینگے مجھے بھی اس کے اختیار کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ ولید فطرتاً ایک نیک نفس اور نرم طبیعت آدمی تھا اس کے لئے اتنا وعدہ کافی تھا ... ... وہ رضامند ہو گیا۔ اور آپ اس کے بعد دارالامارت سے اٹھ کر تشریف لے آئے

بدبخت ولید زبردستی بیعت لینے کی وعید دے چکا تھا اور انکار تو بڑی چیز ہے محض لیت و لعل کی صورت میں قتل تک پر آمادگی کا اظہار کر چکا تھا وہ ولید کے اس مصالحانہ رویہ پر بہت برافروختہ ہوا اور برملا کہا کہ:۔

آپ نے میرا کہنا نہیں مانا اب میں بتائے دیتا ہوں کہ اب یہ آپ کے قابو سے باہر ہو چکے اور اب آپ انھیں ہرگز بیعت پر مجبور نہ کر سکیں گے۔

ولید نے ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے جواب دیا کہ

"مروان! بہت افسوس ہے کہ تم فاطمہؓ بنت رسول اللہ کے لڑکے حسینؓ کے خون سے میرے ہاتھ رنگین کرانا چاہتے ہو خدا کی قسم اگر بروز قیامت

حضرت حسینؓ کے خون کا محاسبہ جس سے کیا جائے گا اس کا پلہ خدا کے نزدیک بہت ہلکا ہوگا۔

سیاسی اعتبار سے مروان کی رائے بظاہر بہت صائب معلوم ہوتی ہے لیکن نہیں یہ اس اعتبار سے غلط اور قطعی غلط تھا اس لئے کہ آپ اگر گئے تھے تو اپنی پوری حفاظت کا سامان کر کے گئے تھے اگر آپ کو چشم زخم پہنچانے کی ذرہ برابر سعی کی جاتی تو بنو ہاشم جمع ہو کر اسی وقت ولید اور مروان دونوں کے ٹکڑے اڑا دیتے اور یزید کے خلاف اسی لمحہ میں ایک جہاں سوز شورش پیدا ہو کر اس کا اور اس کی سلطنت کا خاتمہ کر دیتی۔ حضرت حسینؓ کوئی غافل اور ناعاقبت اندیش آدمی نہ تھے جو حالات کی تہ کو نہ پہنچ جاتے اور دشمنوں کے پاس بے اعتنایانہ چلے جاتے۔

آیندہ طریقہ کار پر غور اور بھائی سے مشورہ

یہاں سے تشریف تو لے آئے مگر تھے سخت کشمکش میں اور نہ رہ رہے تھے اور نہ راہ گریز۔ یزید جیسے شخص کے ہاتھ پر جسے آپ جانتے تھے کہ وہ فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے بیعت نہ کر سکتے تھے۔ امیر معاویہؓ کی مساعی اس وقت ناکام رہی تھیں جبکہ اقتدار خلافت کا طوطی بول رہا تھا تو اب وہ کب اس معصیت کو گوارا کر سکتے تھے پھر اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا خلفائے راشدین کے طریقہائے انتخاب کے عجمی طریقہ پر مہر کر دینے کے مترادف تھا اور شریعت کے مقتضیات بھی اس کے متحمل نہ تھے ایک طرف تو یہ صورت تھی اور دوسری طرف مشکلات کا ایک اور پہاڑ بھی کھڑا تھا اور وہ تھا جمہور مسلمین کی رائے کے خلاف اقدام! حاکم مدینہ سے صریح وعدہ کر آئے تھے کہ اگر تمام اہل مدینہ بیعت کر لیں گے تو مجھے بھی اس میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

بیعت کرنے اور نہ کرنے دونوں میں دشواریاں تھیں اور شرعی اسقام نظر آرہے تھے بیعت کئے لیتے ہیں تو طریقہ اسلامی کے انتخاب پر زد پڑتی ہے نہیں کرتے تو وعدہ خلافی ہوتی ہے کیونکہ فرما آئے ہیں کہ اہل مدینہ بیعت کر لیں گے تو مجھے بھی عذر نہ ہوگا۔ کشمکش و پیچ میں مبتلا تھے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو جو علم ہوا تو وہ دوسرے ہی روز مدینہ منورہ سے خفیہ طور پر مکہ معظمہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور تمام دن کا پورا دن ان کی تلاش میں گذر گیا اور ولید اور اس کے تمام عملہ کو اسی انہماک میں آپ کو بلانے کا خیال بھی نہ ہوا۔ شام کے وقت ولید نے حضرت حسینؓ کو پھر پیغام بھیجا آپ نے ایک روز کی اور مہلت مانگ لی اور ولید نے کوئی پس و پیش نہ کیا اس لئے کہ ایک طرف تو اسے آپ پر پورا اعتماد تھا اور دوسری طرف یہ کہ آپ مدینہ ہی میں موجود تھے۔ اسی اثنا میں عراق میں امیر معاویہ کے انتقال کی خبر بھی پہنچ چکی تھی اور ساتھ ہی وہاں کے تیز رو سانڈنی سوار آپ کے پاس یہ پیغام لیکر پہنچ چکے تھے اور پہنچ رہے تھے کہ آپ کوفہ تشریف لے آیئے ہم سب آپ کی جاں نثاری کے لئے تیار ہیں۔ اس وقت تک آپ کوئی فیصلہ نہ کر سکے تھے اور سخت پریشان تھے۔

آخر آپ نے مدینہ منورہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا اس طرح کہ خود نہ جانتے تھے کہ کہاں جا رہا ہوں اور منزل مقصود کیا ہے؟ عین اسی پریشانی و تذبذب کے عالم میں آپ کے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ حاضر ہوئے۔ یہ بہت عقیل اور صائب الرائے تھے انھوں نے مشورہ دیا کہ:۔

"اس وقت موقعہ ہے کہ آپ لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دیں نہ یزید کی بیعت کریں اور نہ یہاں سے کسی مخصوص شہر کا ارادہ کیجیئے اگر لوگ آپ کی دعوت قبول کر لیں تو خدا کا شکر ادا کیجئے اور اگر کسی اور شخص پر اجماع ہو جائے تو اس سے بھی آپ کے فضائل و اوصاف میں کمی نہ آئیگی ساتھ ہی یہ بھی واضح کئے دیتا ہوں کہ اگر آپ نے اس وقت کسی مخصوص شہر میں پہنچکر اقامت کا ارادہ کیا یا کسی مخصوص جماعت پر اعتماد کر کے اس کی طرف گئے تو زمانہ پر آشوب ہے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگا اور موافق و مخالف دو جماعتیں پیدا ہو جائینگی پھر بھی نہیں کہ ان موافق و مخالف فریق میں جنگ شروع ہو جائے گی آپ کی مخالفت میں پہلی مرتبہ زبانیں کھلیں گی اور اس کے بعد ان کے تیر و ں اور نیزوں کا پہلا نشانہ آپ ہی ہوں گے اس صورت میں وہ معزز اور قابل صد احترام ہستی جو ذاتی اور نسبی شرف میں بے ہمتا ہے ذلیل ہو کر رہ جائے گی اور اس کا متبرک خون ارزاں ہو جائے گا۔"

رائے بہت صائب اور ہوشمندانہ تھی اب تک آپ کے فضائل مسلمہ تھے کوئی زبان آپ کی مخالفت میں نہ نکل سکتی تھی محبت عامہ کا درجہ رکھتے تھے اور دعوت بھی ہوتی تو عام ہوتی کسی جماعت کے زیر اثر نہ ہوتی لیکن کسی ایک جماعت کی حمایت میں آنے کا نتیجہ لازماً وہی ہوتا جس کی طرف محمد بن حنفیہ نے اشارہ کیا تھا آپ نے بھی اس مشورہ کو بنظر استحسان دیکھا اور پوچھا کہ پھر بتایئے کہ میں اس وقت جاؤں تو کہاں جاؤں کہ یہاں تو بیعت کئے بغیر چارہ نہیں کہا:۔

"مکہ معظمہ چلے جایئے کہ وہ دار الامن ہے اگر آپ کو وہاں اطمینان حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ خود بخود آپ کے لئے کوئی راستہ پیدا کر دیگا اور اگر وہاں کی زمین بھی گرم ہو جائے اور اطمینان نصیب نہ ہو تو پھر ریگستانوں اور پہاڑوں کی طرف نکل جایئے اور اس وقت تک جم کر کہیں قیام نہ کیجئے اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں برابر منتقل ہوتے رہیئے جب تک لوگ کوئی فیصلہ نہ کر لیں اس مدت میں آپ بھی کسی نہ کسی نتیجہ پر پہنچ جائینگے کیونکہ جب واقعات سامنے آجاتے ہیں آپ کی رائے بہت صائب ہو جاتی ہے اور اس وقت آپ جو طریق کار اختیار کرتے ہیں وہ بھی بہت صحیح ہوتا ہے۔"

طبری نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنے بھائی کے اس مشورہ کو بہت پسند کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری رائے صائب بھی ہے اور محبت آمیز بھی۔

حضرت حسینؓ اور جذبۂ حصول خلافت

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ حضرت حسینؓ بنو ہاشم کی طرح خلافت کو اپنا خاندانی حق ضرور سمجھتے تھے۔ حضرت حسنؓ کے دست بردار خلافت ہونے کی بھی آپ نے مخالفت کی تھی اور آپ کو یہ امر بہت ناگوار گذرا تھا کہ یہ منصب رفیع خاندان سے نکل کر دوسری طرف غیر موزوں طریقہ پر ایسے شخص کی طرف منتقل ہو جائے جس کے طریقہائے کار کو آپ ابتدا سے نامناسب و ناجائز سمجھتے چلے آرہے تھے اسی وجہ سے امیر معاویہؓ کی ۱۹ سالہ مدت میں ان کی طرف

سے آپ کا دل صاف نہ رہا تاہم تعلقات خوشگوار رہے۔ ولیعہدی یزید کے وقت آپ نے مخالفت کی۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب کہدیں کہ اس مخالفت میں ذاتی علو کا جذبہ کارفرما تھا سمجھتے تھے کہ معاویہ کے بعد انتخاب میں خلیفہ منتخب ہو جانے کے امکانات معدوم ہو رہے ہیں۔ لیکن اس کی تردید کے لئے یہ امر کافی ہے کہ اس کے مخالف آپ ہی نہ تھے بلکہ تمام مسلمان تھے۔ اب بھی اگر معاویہ کے انتقال پر یزید آپ سے تعرض نہ کرتا اور جمہور سے بیعت لینے پر اکتفا کرتا تو آپ ہرگز کوئی مخالفت نہ کرتے جیسا کہ آپ ولید سے وعدہ بھی کر آئے تھے۔

لیکن جب آپ نے سمجھ لیا کہ بیعت کئے بغیر چارہ کار نہیں اور معاویہؓ کی طرح یزید اور اس کے عمال ماننے والے نہیں مخالفت میں کشت و خون کا اندیشہ ہے تو آپ مدینہ منورہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اس وقت تک آپ کے سامنے حصول خلافت کا کوئی جذبہ نہ تھا صرف بیعت یزید سے پرہیز تھا۔

پہلی دفعہ آپ کے بھائی محمد بن حنیفہؓ نے آپ کو اپنی خلافت کی دعوت عام دینے پر آمادہ کیا اور بلاشبہ آپ نے اسے پسند کیا مگر یہاں تک بھی صرف دعوت ہی کا معاملہ تھا اور وہ بھی مشروط بہ اجماع کشت و خون سے یہ چیز حاصل کرنا نہ چاہتے تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے محمد بن حنیفہ کے مشورہ کو تمام و کمال قبول کر لیا تھا جس میں یہ چیز موجود تھی کہ کسی مخصوص جماعت کی حمایت میں جاکر جنگ و جدال کا موقع پیدا نہ ہونے دیجئے آپ یقیناً اسی مشورہ پر عمل کرتے اور خلافت کے لئے کوئی قدم نہ اٹھاتے زیادہ سے زیادہ یہ کرتے کہ حالات مساعد پانے کی صورت میں وہیں بیٹھے بیٹھے اپنی خلافت کی دعوت دیدیتے اور بس لیکن عراقیوں کے بیانات اس کثرت سے پہنچے اور ان میں اتنا زور دیا گیا اور اس قدر آمادگی پائی گئی کہ پھر آپ نے خاموش بیٹھا رہنا یزید جیسے فاسق کی خلافت کو تسلیم کر لینے اور بیعت کے مترادف سمجھا بظاہر حالات اتنے مساعد نظر آتے تھے کہ اگر عراقی اپنے قول پر قائم رہتے تو یقیناً یزید کا استیصال ہو جاتا اور آپ کی خلافت یقیناً قائم ہو کر پھر گلشن اسلام کے لئے مژدہ بہار ثابت ہوتی۔

کہنے والے کہہ دیتے ہیں اور بلا خوف خدا کہہ دیتے ہیں کہ یزید کی قانونی حکومت کے خلاف حسینؓ کا کھڑا ہونا ایک کھلی ہوئی بغاوت تھی اور کوئی آئینی حکومت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی نعوذ باللہ منہا۔ اسلام میں مذہب و سیاست دو جداگانہ چیزیں نہیں اور مذکورہ اعتراض صرف اسی غلط فہمی کا ثمرہ ہے کہ انہیں دو جداگانہ چیزیں سمجھ لیا گیا ہے۔ مذہبی اعتبار سے یزید کی بیعت ہرگز جائز نہ تھی اسلام میں توارث کی یہ پہلی مثال تھی اس سے جمہوریت کا خاتمہ ہو رہا تھا اور سیاسی اعتبار سے بھی بقائے جمہوریت کے لئے شخصی و نسلی حکومت کی مخالفت معیوب نہیں یورپ میں بھی برابر یہی ہوتا رہا ہے۔

حصول خلافت کے متعلق امیر معاویہ کے رویہ کے متعلق دو رائیں ہو سکتی ہیں مگر اول تو ان کے ہاتھ پر پورے شام نے پہلے ہی بیعت کر لی تھی بہت سے صحابہ انہیں حق بجانب سمجھتے تھے۔ اس کے بعد حسنؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی ہی میں بیعت کر لی پھر استخلاف خلافت کے بعد تو جملہ مسلمانوں کا اجماع ہی ہو گیا۔ دوسرے ان کی مذہبیت پابندی اسلام اور دینداری کے متعلق کسی کو اشتباہ نہ تھا ان کی زندگی سچی اسلامی زندگی تھی۔ تیسرے تدبر و سیاست اور ذہانت و قوت نظم میں ان کی اہلیت و فضیلت مسلم تھی اسلئے مسلمان جلد ان کے ہو گئے پھر انہیں خلافت ملی تو جائز طریق پر۔ جبر یا جابرانہ طریقے اختیار کئے گئے ہوں مگر حضرت حسنؓ نے جو کچھ کیا اپنی مرضی سے کیا۔

لیکن یزید کی یہ حالت نہ تھی۔ مذہبی اعتبار سے اس کے دامن پر فسق و فجور کے دھبے موجود تھے اس کی خلافت نا روا تھی اور سیاسی اعتبار سے بھی وہ کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ پھر صحابہ کرام کی موجودگی میں ایک نوعمر غیر صحابی کی خلافت کو تسلیم کر لینا ہرگز مناسب نہ تھا۔ یزید کو خود بھی اپنی خامیوں کا علم تھا۔ سمجھتا تھا کہ اگر حضرت حسینؓ نے بیعت نہ کی تو تمام مسلمان میرے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔

یزید کی اخلاقی تہیدستی

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ کی زندگی ہی میں یزید ایک دفعہ حج کے لئے چلا اور مدینہ منورہ میں قیام کیا تو وہیں محفل رندانہ قائم کر لی۔ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس ملنے کے لئے تشریف لائے تو یاران رند مشرب کے ایماء سے مؤخر الذکر تو اس خیال سے بہ عذر واپس کر دیئے گئے کہ وہ کہیں پہچان نہ جائیں۔ حضرت حسینؓ کو بلا لیا گیا آپ نے بو پاتے ہی پوچھا یہ کیا ہے بولا ایک خوشبودار شربت ہے جو شام میں تیار ہوتا ہے اس کے بعد اسی وقت ایک جام منگوایا اور چڑھا گیا اور دوسرا آپ کے سامنے پیش کر کے کہا ابا عبداللہ نوش فرمایئے آپ نے قطعیت کے ساتھ انکار کر دیا۔ اندازہ کیجئے کہ میخواری میں یزید کتنا دلیر و جری تھا کہ شراب پیتا ہے جوار رسولؐ میں پیتا ہے اور نواسہ حضرت رسالت مآبؐ کے سامنے پیتا ہے اس سے بڑھکر یہ کہ اتنی محترم اور دنیا کی مقدس ترین ہستی گرامی کے سامنے بھی ساغر پیش کرتا ہے۔

مکہ معظمہ میں بھی شراب پیے اور جام لنڈھائے بغیر نہ رہا۔ تمام مورخ اس کے دائم الخمر ہونے کی شہادت دیتے رہے ہیں۔

اور سنئے صرف یہی نہیں کہ شراب ہی پیتا تھا۔ نماز بھی نہیں پڑھتا تھا اور سوتیلی ماؤں سے نکاح جائز سمجھتا تھا۔ علامہ سیوطی نے بھی یہی لکھا ہے کہ یزید ایسا شخص تھا جو اپنی سوتیلی ماؤں سے اور بہن بھائیوں کی لڑکیوں سے نکاح کرتا تھا شراب پیتا تھا اور تارک الصلوٰۃ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اس نے ام المومنین حضرت عائشہ کو نکاح کا پیغام بھی بھیجا تھا اس کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے حضرت ایوب انصاری کے مزار مقدس کو بھی بلا وجہ گھوڑے پر چڑھکر پامال کیا تھا۔ واقعہ کربلا کے بعد حرمین شریفین کی حرمت کو اسی نے پامال کیا۔ ابن اثیر نے اپنی شہرہ آفاق تاریخ میں لکھا ہے کہ یزید نے عبداللہ بن زبیر کے خلاف مسلم بن عقبہ کی کمان میں جو فوج گراں روانہ کی تھی اس نے مدینہ منورہ پہنچکر ایک قیامت برپا کر دی۔ مدینہ والوں نے شکست کھائی تین روز تک ارض عالم کا یہ مقدس شہر برابر بیدردی کیساتھ لٹتا رہا اور لوگوں کی عزت و ناموس اور جان و مال پر بہیمانہ طور پر ڈاکے پڑتے رہے بہت سے صحابہ کرام اور انصاری شہید ہوئے جن میں سات سو قاری قرآن تھے تین سو دوشیزہ لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی۔ مسجد نبوی میں جماعت تو موقوف ہو ہی گئی تھی کسی کو یہ جرات نہ تھی کہ وہ اس کے اندر قدم بھی رکھ سکے تین شبانہ روز قتل و نہب کا بازار گرم رہا۔ لوگوں سے بجبر و اکراہ بیعت لی گئی اور جس نے تامل کیا اس کی گردن مار دی گئی۔

جبار رسول اللہ تک یہ فتنہ خیزیاں یزید کی حالت مذہبی کے زندہ شواہد ہیں ظالم مسلم تو اس نصابی و سفاکی کی جوابدہی کے لئے بہت جلد بارگاہ احدیت میں طلب کر لیا گیا اور مکہ معظمہ میں اسے خون کے یہ کھیل کھیلنے کا موقعہ نہ ملا مگر اس کے جانشین اور اس فوج گراں کے دوسرے جرنیل حصین بن نمیر نے جو کربلائے معلیٰ کا بھی ناپاک ہیرو رہ چکا تھا حرم شریف پر منجنیقوں سے آتشباری شروع کی جس سے جیسا کہ ابو الفداء نے لکھا ہے زمین پر اللہ کے اس محترم اور مقدس ترین گھر کو شدید نقصان پہنچا نائرہ غضب ربانی میں اشتعال پیدا کرنے کے لئے حادثہ فاجعہ کربلا ہی کیا کم تھا حرمین شریفین کی اس توہین نے اس کے ساغر اعمال کو لبریز کر دیا۔ وقوع کربلا کے وقت تک یزید کی حالت میں ایک خوفناک انقلاب پیدا کر دیا اس کے تابوت پر گویا مہر لگادی گئی اور عین اسی وقت کہ بیت اللہ شریف پر آتشباری ہو رہی تھی یزید پر بھی قہر الٰہی کی بجلی گری تو نبض کا دورہ پڑا اور یہ اس کی اذیتوں میں تڑپ تڑپ کر مر گیا ان مظالم و شدائد کے سوا حضرت حسینؓ اور صحابہ کرام کی مخالفت کے لئے اس کے ذمائم اخلاق بھی کچھ کم نہ تھے۔

کیونکر ممکن تھا کہ نبیرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا جو معاصی و مناہی پر بیخوفانہ دلیر تھا۔ علانیہ شراب پیتا تھا محرمات کی تمیز بھی روا نہ رکھتا تھا نماز بھی نہ پڑھتا تھا اور ناچ رنگ میں مصروف رہتا تھا بدبخت افراد یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ ایک منظم و آئینی حکومت کے خلاف کھڑا ہونا صاف واضح کر رہا ہے کہ مقصد حصول خلافت تھا۔ اول تو یہ مقصد بھی کوئی برا مقصد نہ تھا لیکن اس وقت آپ کے سامنے صرف ناموس دین قیم کا سوال تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ محض ایک آپ ہی نہیں بلکہ تمام صحابہ تا فرانسس اس کے خلاف تھے اور ملک بھر میں کوئی بھی یہ نہ چاہتا تھا کہ ایک اس درجہ فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت کی جائے سوچئے کہ اگر آپ یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو کیا یہ شریعت کے خلاف نہ ہوتا کہ دنیائے اسلام کی خلافت اور جانشینی رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا منصب خود دیدہ و دانستہ ایک ایسے شخص کو تفویض کر دیا جائے جو نہ حکومت کی استعداد رکھتا ہے اور نہ جسے نیکی و بدی میں تمیز کی اہلیت ہے اس پر طرہ یہ کہ بیعت بھی لی جا رہی ہے تو بالجبر بنوک شمشیر بزور قوت ہم واضح کر چکے ہیں کہ ابتدا میں آپکے سامنے کوئی پروگرام نہ تھا صرف اتنی بات تھی کہ آپ ایک فاسق و فاجر کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور بیعت کرنا نہ چاہتے تھے مدینہ منورہ سے جلاوطن ہونے کا ارادہ کیا تھا تو حصول خلافت کے لئے نہیں بلکہ بیعت سے بچنے کے لئے۔ یزید بیعت پر اصرار کرنے کے بجائے ناشگندی سے کام لیکر اگر آپ کو اپنا بنا لینے کی سعی کرتا اور آپ سے متعرض نہ ہوتا تو یہی نہیں کہ اسلامی دنیا آتشکدہ آلام نہ بنتی بلکہ خود اسے بھی اپنی اصلاح پر مجبور ہونا پڑتا۔ اس کے بعد عراقی بھی اسی کے خلاف کھڑے ہو گئے اور انہوں نے آپ کو یزید کے خلاف کھڑے ہونے پر مجبور کر دیا۔ اور آپ نے اسے ثواب سمجھکر منظور کر لیا۔ اگر آپ دعوت خلافت دیتے مکہ معظمہ ہی میں بیٹھکر دیتے تو سارا حجاز اور قبائل عرب آپکے لئے کٹ مرتے اور یزید کی حکومت و خلافت دور گرد روزگار بنکر رہ جاتی۔ یہ یزید کی قوت نہ تھی جس نے یزید کو پامالی کی دعوت دی بلکہ یہ عراقیوں کی بزدلی و بیوفائی تھی جنہوں نے خود دعوت دی خود بیعت کی اور پھر خود ہی ابن زیاد کے اشارہ پر تیغ و تبر لیکر آپکے خلاف میدان میں آگئے۔

مدینہ کا چاند افق مکہ پر

امیر معاویہؓ کے انتقال سے تمام عالم اسلام کی حالت پُر آشوب ہو چکی تھی اور کہیں کوئی صورت امن نظر آتی تھی تو وہ جگہ صرف حرم محترم تھا آپ شعبان ۶۰ھ میں اپنے شفیق نانا کے مزار مقدس سے رخصت ہو کر براہ راست عازم حرم محترم ہوئے اہل و عیال ساتھ تھے۔ اگر آپ کا مقصد محض حصول خلافت ہوتا تو آپ لازماً عراق کی طرف تشریف لیجاتے لیکن آپ تو صرف بیعت سے بچنا چاہتے تھے۔ محمد بن حنفیہؓ نے بھی یہی مشورہ دیا تھا اثنائے راہ میں ایک مقام پر حضرت عبداللہ بن مطیع ملے اور اطلاع پاتے ہی حاضر خدمت ہو کر پوچھا کدھر کا قصد ہے؟ فرمایا سر دست تو مکہ مکرمہ جا رہا ہوں عرض کی بہتر ہے مگر خدا کے لئے عراق کا قصد ہرگز نہ کیجئے کہ یہ لوگ ہرگز قابل اعتبار نہیں ان کی بیوفائی رسوائے کوچہ و بازار بن چکی ہے۔ آپکے والد گرامی کو انہی کی بیوفائی کے باعث ناکامی سے دوچار ہونا پڑا اور وہیں کوفہ میں شہید ہو کر اس کے بعد آپکے بھائی صاحب کے ساتھ بھی انہوں نے وہی کھیل کھیلا انہیں تنہا چھوڑ دیا نیزے سے زخمی کیا زندگی تھی کہ بچ گئے آپ تو بس حرم محترم میں بیٹھ جائیے اور خاموشی کے ساتھ زمانہ کے کھیل دیکھتے رہیئے۔ آپ بہت بڑی چیز ہیں عرب کے سردار ہیں۔

میں یہ مسلمہ حقیقت آپ پر واضح کئے دیتا ہوں کہ حجازی آپکے سوا کسی کو بھی خلیفہ تسلیم نہ کرینگے آپ کے مقابلہ میں کسی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیں گے۔ حرم کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیئے لوگ خود بخود آپ کی طرف مائل ہوں گے اور آپکے سوا اب اور کوئی اس منصب کا اہل نظر نہیں آتا اور نہ فضائل و کمالات میں آپ کا اور کوئی مثیل ہے خدانخواستہ آپ پر اگر کوئی آنچ آئی تو ہم حجازی آپ پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے آپ کے بعد جو بچا رہا وہ غلام بنا لیا جائے گا۔ بہرکیف آپ تنطیع مراحل کرتے ہوئے حرم محترم میں داخل ہو گئے اور اپنے آبائی مکان شعب ابی طالب میں متمکن ہو گئے یہاں حضرت عبداللہ بن زبیر پہلے ہی سے پہنچ چکے تھے اور یہ سمجھکر کہ یزید بیعت لئے بغیر ہرگز پیچھا نہ چھوڑے گا اور ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت کریں گے نہیں انہوں نے لڑائی پیشبندی جنگ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں وہ بھی آپ سے ملنے آئے اور جب تک قیام رہا برابر حاضر ہوتے رہے لوگوں نے جو آپ کے ورود کی خبر سنی ہر طرف سے پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور ہجوم رہنے لگا جوش عقیدت کے اس دریا کو امنڈتا دیکھکر ایک روز حضرت زبیرؓ نے عرض کی کہ مناسب یہ ہے کہ آپ لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دیجئے اور دنیائے اسلام کو یزید کے شر سے بچائیے کہ اس وقت اسی کی ضرورت ہے اور آپ کی ذات گرامی پر بآسانی اجماع و اتفاق ہو جائیگا محمد بن حنفیہؓ اور عبداللہ بن مطیع کے بعد یہ تیسرا اہم مشورہ تھا جو آپکو سعی حصول خلافت کے لئے آپ کو دیا گیا تھا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حرم کا ایک مینڈھا ہے جسکے ذبح ہونے سے حرمت حرم کا ضیاع ہوگا۔ بس وہ

مینڈھا نہیں بننا چاہتا"۔ حضرت ابن زبیرؓ نے عرض کی تو پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں مسلمانوں کو ساتھ لیکر اس فتنۂ بیدار کا انسداد کروں لیکن آپ نے حرمت حرم کے خیال ہی سے اس پر بھی خاموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہ دیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ کو مکہ محترم میں آپ کا ورود ناگوار گزرا تھا۔ لیکن یہ قطعاً غلط ہے ہم ان بزرگوں اور جلیل القدر صحابیوں کی نیابت کا مقابلہ اپنی ذہنیتوں سے کرتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام کی خصوصیات تھیں کہ وہ جو کچھ کرتے تھے خدا کے لئے کرتے تھے اور خالصاً لوجہ اللہ کرتے تھے کبھی ان کے سامنے ذاتی اغراض نہ تھیں جسے خلافت کی خواہش ہی تھی وہ بھی محض اس لئے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی ایک بہت بڑی نعمت تھی اور اس سے مخلوق خدا کی خدمت زیادہ سے زیادہ کرکے خوشنودی رب قدیر حاصل کی جاسکتی تھی اور بس۔

عراقیوں کی سفارتوں اور پیغاموں کا طوفان

عراقیوں کو امیر معاویہ کے انتقال کی خبر پہنچ چکی تھی اور ان کے کچھ سرکردہ زعماء نے اس کے ساتھ آپ کو طلبی کے خطوط بھی لکھ دیئے تھے۔ لیکن اب جو معلوم ہوا کہ بیعت کے لئے یزید کے جابرانہ طریق عمل پر حضرت امام تنگ ہوکر بیت اللہ شریف چلے آئے ہیں تو یزید کے خلاف ایک عام فضا تو پہلے ہی سے موجود تھی انہیں بھی جوش پیدا ہوا اور کوفہ والے اس قدر مشتعل ہوئے کہ انہوں نے جلد از جلد اس لعنت حکومت یزید سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے مشورہ ہائے عام شروع کر دیئے اور آخری جلسہ میں انہوں نے طے کرلیا کہ حضرت حسینؓ کو کوفہ بلاکر بیعت کرلی جائے یہ آخری جلسہ سلیمان ابن صرد خزاعی کے مکان پر منعقد ہوا تھا جو بعد کو یزیدی سلطنت سے خوفزدہ ہوگیا لیکن شہادت کے کچھ عرصہ بعد سب سے پہلے یہی شخص قاتلین حسین سے انتقام لینے کھڑا ہوا اور دلیرانہ لڑتا ہوا شہید ہوگیا یہ جلسہ ویسے بھی ایک نمائندہ جلسہ تھا اور اس میں کوفہ کی آبادی کا بہت بڑا اور غالب حصہ شامل تھا۔ اس فیصلے سے پیشتر ہی انفرادی طور پر مراسلات و مکاتیب کا ایک بے پناہ سلسلہ جاری ہوگیا تھا جس میں لکھا گیا تھا کہ ہم سب ہمہ تن تیار و آمادہ ہیں آپ فوراً تشریف لے آیئے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے۔ اس کے بعد زبانی پیغامات کی بھرمار بھی ہوگئی سفارتیں بھیجنے لگیں آپ کے سامنے حضرات محمد بن حنیفہ اور عبداللہ مطیع کے مشورے تھے کوفہ والوں کی بیوفائیاں تھیں انہیں خوب سمجھتے تھے اس لئے آپ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔

حقیقت یہ ہے کہ کوفہ والے تھے ہی بڑے متلون مزاج انہیں کے متعلق تو حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا تھا کہ یہ عجیب لوگ ہیں ان پر کوئی قوی حاکم مقرر کرتا ہوں تو اسے فاجر بتانے لگتے ہیں اور اگر کسی ضعیف کو مامور کرتا ہوں تو اس کی تحقیر پر اتر آتے ہیں عہد عثمانی کے سبائی فتنے میں بھی یہی لوگ پیش پیش رہے عہد علوی میں بھی فتنہ پردازیوں سے باز نہ آئے اور جب انہوں نے اپنی بے مثل شجاعت سے انہیں رام کرنیکا ...یہ کرلیا تو پیام اجل آپہنچا حضرت حسن کو بھی پریشان کیا اور اب گلا آ

رسالت کے اس آخری نگہت بیز پھول کی باری تھی۔

حضرت حسینؓ بہت ہوشمند تھے سب کچھ سمجھتے تھے جانتے تھے اور کوئی قدم نہ اٹھاتے تھے مگر جب ان کی معتبر جماعت کا معتمد وفد آپ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ اور اس نے آپ کو حتمی طور پر یقین دلایا کہ ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلینے کا عہد کئے ہوئے ہیں مقابلہ کے لئے ہر طرح تیار ہیں تمام انتظامات درست ہیں آپ کے تشریف لاتے ہی یزیدی حکومت کا خاتمہ کردیں گے خدا کے لئے آگے بڑھیئے اور ہمیں اور دنیائے اسلام کو ایک فاسق و فاجر فرمانروا کے دست تظلم سے نجات دلایئے۔ تو آپ نے ارادہ کرلیا پھر بھی ایک ہوشمند اور عاقبت اندیش مدبر و انسان کی طرح آپ نے پہلے صورت حالات پر غور کرلینا مناسب سمجھا۔

اب آپ ایک عجیب کشمکش میں مبتلا تھے ایک طرف تو کوفہ والوں کی روایات و مشاہدات تھے۔ دوسری طرف خطوط و مکاتیب تھے جن کی تعداد تین سو کیا بلکہ پانسو سے بھی تجاوز ہو چکی تھی۔ سفارتیں تھیں وفود تھے خدا کے واسطے تھے اصرار تھے یقین دہی تھی۔ جوش عقیدت و غیرت کا طوفان تھا۔ عمائد و اشراف کوفہ کے پیغامات تھے اور تیسری طرف یزید کی مخمر اور سرچشمۂ فسق و فجور حکومت اور بیعت کے لئے جبر کا معاملہ تھا اور ان میں سے ہر چیز اپنی جگہ اہم اور بیحد اہم تھی اور کسی کی طرف بھی بے پروائی اور سہل انگاری کا سلوک روا نہ رکھا جاسکتا تھا۔ کوفی ہر طرح آمادگی ظاہر کر رہے ہیں طاقتور ہیں خدا کے واسطے دلا رہے ہیں نہیں سنتے تو یوم حشر میں جوابدہی کا اندیشہ ہے کہ استیصال بیدینی و فسق کے اتنے سازگار موقع کو ہاتھ سے جانے دیا اور نانا کی امت کی دستگیری سے انکار کر دیا۔ دوست احباب شدت کے ساتھ ان کی سننے سے روک رہے ہیں۔ یزیدی فتنہ قیامت بنتا چلا جارہا ہے آخر آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ قوت کے باوجود اس فتنہ سے چشم پوشی قطعی معصیت ہے اور اگر عراقی اپنے عزائم میں واقعی پختہ کار ثابت ہوئے تو ضرور ان کی دستگیری کرنی چاہیئے اس طرح یزیدی فتنہ کا استیصال بھی ہو جائے گا اور عراقیوں کی امداد بھی۔ ورنہ پھر محمد بن حنیفہ کے مشورہ پر عمل کرکے مکہ معظمہ ہی میں اس وقت تک قیام کیا جائے جب تک کہ حالات آپ کو حرم محترم سے نکلنے پر مجبور نہ کریں۔

مسلم بن عقیل کی ماموریت

دوسرے دن آپ نے کوفی عمائد و اشراف کو جواب دیا کہ میں آپ کی اعانت و دستگیری کو تیار ہوں لیکن سردست خود نہیں جاسکتا اپنے بھائی مسلم کو کوفہ میں تحقیق حال کے لئے بھیجتا ہوں ان کی رپورٹ پر یہ رائے قائم کروں گا کہ مجھے کوفہ پہنچنا چاہیئے یا یہیں سے آپ کی امداد کا رشتہ سنبھالنا چاہیئے۔ اس کے بعد حضرت مسلمؒ کو آپ نے ایک خط لکھکر دیا اور ہدایت کردی کہ تم خود براہ راست تحقیق کرنا اور ہوا کا رخ ذرہ برابر بھی پلٹا دیکھو تو فوراً واپس چلے آنا چنانچہ حضرت مسلم اپنے دو رفقاء کے ساتھ عازم کوفہ ہوئے اتفاق کی بات تھی کہ راستے میں حضرت مسلم کو گوناگوں مشکلات اور دشواریوں کا سامنا ہوا۔ قلت آب سے سخت تکلیف اٹھائی آپ کے دونوں ساتھی فوت ہوگئے

حضرت مسلمؑ اسے فال بد سمجھ کر مضطرب ہو گئے اور اسی منزل پر قیام کر کے حضرت حسینؑ کو لکھا کہ مجھے اس سفر میں بڑی دشواریوں کا سامنا ہو رہا ہے میں رفقا کے مرنے کو فال بد سمجھتا ہوں مناسب ہے کہ آپ یہ خدمت کسی اور کے سپرد کر دیں دوسری روایت ہے کہ مسلم نے لکھا بہتر ہوتا یہ خدمت کسی دوسرے شخص کے سپرد کی جاتی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ ہم اہل بیت فال نہیں لیا کرتے یہ تمہاری کمزوری ہے ہمت سے کام لو اور اپنا سفر جاری رکھو۔

اس پر حضرت مسلم مجبوراً آگے بڑھے اور کوفہ میں داخل ہو گئے جہاں لوگ آپ کے چشم براہ تھے۔

کوفیوں کا جوش خروش

کوفیوں نے حضرت مسلمؑ کا استقبال بڑی عقیدت اور بڑے جوش کے ساتھ کیا ہر طرف زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوفہ وہ کوفہ ہی نہیں لوگ چاروں طرف سے جوق جوق ان کی زیارت کو آتے اور نہایت تعظیم و تکریم کرتے ایک سیلاب تھا جو امنڈا چلا آتا تھا۔ سلیمان بن صرد خزاعی کے محل میں آپ بڑی عزت و تکریم کے ساتھ ٹھیرائے گئے۔ ہر وقت آپ کے گرد و پیش انسانوں کا ایک ہجوم رہتا تھا جو پروانہ وار نثار تھے اور ظاہر ہوتا تھا کہ یہ ایک اشارہ ابرو پر اپنی گردنیں کٹا دیں گے ایک ایک وقت میں کئی کئی سو مسلمان ان کے ہاتھ پر حضرت حسینؑ کی خلافت کی بیعت کرنے لگے اور ابھی چند روز بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اٹھارہ ہزار کوفیوں کی بیعت ہو گئی حتمی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اس بیعت کے وقت ان کے قلوب جوش عقیدت سے لبریز تھے اور نیتیں صاف تھیں اس میں کوئی شائبہ دجل و فریب نہ تھا۔

یزید کے خلاف ایک عام بددلی موجود ہی تھی لوگ اسے اچھا نہ سمجھتے تھے حضرت حسینؑ سے اسے کوئی نسبت ہی نہ تھی اول تو آپ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی کے نواسے تھے پھر آپ کے والد صاحب جناب صاحب خود اور اہل خاندان مدت تک اسی شہر میں رہ چکے تھے اس لئے آپ سے سب مانوس بھی تھے اور وہ دل سے چاہتے تھے کہ یزید کی حکومت کا قصر منہدم ہو کر اس کی بنیادوں پر خلافت حسینی کا محل تیار ہو۔ علاوہ اس مقصد کے لئے گردنیں کٹا دینے کے لئے بھی تیار ہو چکے تھے۔ دغا و فریب چند کر سکتے ہیں چند سو کر سکتے ہیں۔ لیکن اٹھارہ ہزار اور بقول بعض تیس ہزار انسان دغا پر متفق نہیں ہو سکتے اور ابھی تو بیعت کا سلسلہ برابر قائم تھا اور یقین تھا کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر تمام شہر والے بیعت کر لیں گے لیکن ان کے فطرتی ضعف اور پیدائشی بے وفائی و بزدلی نے انہیں جنت کے خیابانوں سے کھینچ کر دوزخ کے دروازہ پر لا کھڑا کر دیا اور ابن زیاد کی ایک دھمکی کے حریف بھی نہ بن سکے۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کوفیوں کی صداقت عزم کے اور کیا مظاہر سامنے آ سکتے تھے اور ان کے خلوص و جاں نثاری کے اور کس ثبوت کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔ اسی بنا پر حضرت مسلمؑ نے بھی حالات بے کم و کاست حضرت حسینؑ کو لکھ دیئے۔

خط مرسلہ میں یہ بھی لکھا کہ جوش عقیدت کا ایک طوفان امنڈ رہا ہے اٹھارہ ہزار کوفی تو یزید کی بیعت فسخ کر کے آپ کی بیعت میرے ہاتھ پر کر چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ حالات سازگار ہیں کوفہ کے لئے رخت سفر باندھیں اور مخلوق خدا کو یزید کی حکومت سے دلائیں۔

فضائے کوفہ میں انقلاب کی لہریں

حضرت مسلمؑ کی گرفتاری و شہادت

دربار یزید سے صدور احکام اچھے اور برے اور موافق و مخالف لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں بیس سال کی اموی حکومت نے اموی اثر بھی قوی کر دیا تھا اور کوفہ میں اب بھی ایک جماعت مقاصد حکومت کی حمایت کے لئے سرگرم کار موجود تھی جیسی کہ ہر حکومت میں ہوا کرتی ہے۔ اس نے جب عقیدت و جوش کا طوفان امنڈتے اور انقلاب حکومت کا علم بلند ہوتے دیکھا تو کچھ لوگ سرخروئی حاصل کرنے کے لئے نعمان بن بشیر گورنر کوفہ کے دربار میں پہنچے اور اطلاع دی کہ مسلم حضرت حسین کی بیعت لینے کے لئے کوفہ آ گئے اگر بقائے سلطنت منظور ہے تو فوری تدارک کیجئے۔ لیکن نعمان کے دل میں حضرت حسینؓ کے لئے عزو احترام کے جذبات موجود تھے انہوں نے یہ کہکر ٹال دیا کہ علانیہ تو کچھ نہیں کیا جا رہا اس لئے کافی ثبوت کے بغیر میں ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ یہاں سے مایوس ہوئے تو انہوں نے دمشق میں یزید کو لکھا کہ مسلم بیعت لے رہے ہیں اور حالات اس سرعت کے ساتھ منقلب ہو رہے ہیں کہ کوفہ جیسا عظیم الشان اور مرکزی شہر قریب قریب مطیع ہو چکا ہے۔ ہزارہا اشخاص روزانہ بیعت ہو رہے ہیں حضرت حسین بھی عنقریب بیعت لینے کے لئے تشریف لانے والے ہیں۔ ہم نے نعمان بن بشیر انصاری سے رپورٹ کی مگر انہوں نے کوئی توجہ نہیں کی کوفہ کو بچانا ہے تو جلد بچایئے ورنہ پھر میدان ہاتھ سے نکل جائے گا۔ یزید کو پہلے ہی اس کا اندیشہ تھا اس کے پاس جو اطلاع پہنچی تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اسی وقت درباریوں سے مشورہ لیا۔

ایک غلام سرجون یزید کا بہت خیر خواہ اور ہمراز تھا اس نے عرض کی کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ابن زیاد سے خوش نہیں کہ اس کی طرف سے آپکی ولیعہدی کی مخالفت بہ شدت ہو چکی ہے اور آپ کا دل اس کی طرف سے صاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن پھر کہتا ہوں کہ کوفہ میں پیدا شدہ حالات کا مقابلہ اس وقت اگر کوئی کر سکتا ہے تو ابن زیاد ہی ہے اس کی ذات میں آپ کو ایک سخت گیر اور مدبر حاکم مل جائے گا۔ یزید اب بھی اسے دل سے نہ چاہتا تھا مگر صورت حالات ہی اتنی نازک تھی کہ اس نے کوئی مفر نہ دیکھکر فرمان بھیجا۔

"ابن زیاد عامل بصرہ کو معلوم ہو کہ ہمارے اپنے ہوا خواہوں کی اطلاعات کے مطابق ابن عقیل کوفہ پہنچ گئے ہیں اور مسلمانوں میں تفرق و تشتت پیدا کرنے کے لئے انہوں نے وہاں ایک فوج بھی مرتب کر لی ہے اس لئے تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم اس فرمان کے موصول ہوتے ہی فوراً کوفہ جاؤ اور ابن بشیر کو معزول کر کے عنان اختیار اپنے ہاتھ میں لو اور مسلم کو خارج البلد کر دو اور مزاحمت کریں تو قتل کر ڈالو۔" اس فرمان کے موصول ہوتے ہی یہ کوفہ کو روانہ ہو گیا۔

بصرہ میں قاصد حسینی کا قتل

کوفہ والوں کی طرح بصرہ والوں نے بھی حضرت حسین کی طرف اپنے میلان خاطر کا اظہار کر دیا تھا اور ان کے پیامات بھی پہنچ چکے تھے اس لیے آپ نے ان کے نام بھی بدیں مضمون ایک خط تحریر کر کے قاصد کے ہاتھ روانہ کر دیا تھا کہ "یزید نے نئی بدعتوں کو رواج دیکر شریعت اسلامیہ کی پامالی کی طرف قدم اٹھایا ہے یہی وجہ ہے کہ میں تمھیں کتاب و سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں تم بھی طرح اللہ کے کام میں امداد کے لیے مستعد و آمادہ رہو" یہ قاصد جس وقت بصرہ پہنچا ہے ابن زیاد کو فرمان مل چکا تھا اور بصرہ والوں کو بھی اس کا علم ہو چکا تھا اسی لیے انہوں نے قاصد کو چھپا دیا۔ جس کا علم اپنے خسر کے ذریعہ سے ابن زیاد کو ہوگیا اس نے قاصد مذکور کو گرفتار کرا کے فوراً قید کرا دیا۔ اور جامع مسجد میں جا کر ایک پرجوش تقریر میں کہا کہ:-

"امیر المومنین نے مجھے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت بھی عطا کی ہے میں اس وقت وہیں حالات سے نبٹنے کے لیے جا رہا ہوں اور بصرہ پر اپنے بھائی عثمان کو حاکم مقرر کیے جاتا ہوں۔ تم اختلاف و شورش سے بچے رہنا کیونکہ جس کے متعلق مجھے ان میں حصہ لینے کا علم ہو گیا ہے اور اس کے حامیوں کو قتل کر دوں گا۔ پھر میں گناہگار اور غیر گناہگار میں بھی تمیز نہ کروں گا اب کو تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا اور تمھیں راہ راست پر لاؤں گا میں نے اپنا فرض پورا کر دیا اور اب میں بری الذمہ ہوں۔

کوفیوں کو ابن زیاد کی دھمکی

کوفہ میں قیامت کا جوش پھیلا ہوا تھا یزید اور حکومت یزید کے خلاف ایک عام نفرت پھیلی ہوئی تھی۔ ہر کہ و مہ بے چینی کے ساتھ حضرت سیدنا امام حسینؓ کے ورود مسعود کا انتظار کر رہا تھا اور آپ کی طرف آنکھیں لگی ہوئی تھیں کہ ابن زیاد قطع مراحل کرتا ہوا منہ پر نقاب ڈالے بعض رفقا کے ساتھ شب کے وقت کوفہ میں داخل ہوا۔ لوگ سمجھے کہ حضرت حسینؓ تشریف لے آئے ہر طرف سے شور مبارکباد بلند ہوا۔

جدھر سے یہ بدنہاد گزرتا السلام علیک یا ابن رسول اللہ مرحبا یا حسینؓ کی صدائیں بلند ہوتی تھیں یہ خاموش تھا اور دل ہی دل میں یہ صدائیں سن سنکر مارے کوفت کی طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا سیدھا قصر امارت میں پہنچا جہاں حضرت نعمان بن بشیر انصاریؓ نے ورود حضرت حسینؓ کا شور سنکر دروازے بند کرا رکھے تھے اور خود چھت پر چڑھ گئے تھے۔ انھیں بھی یہی خیال تھا کہ حضرت حسین تشریف لے آئے ہیں اس لیے اس نے سلام کے بعد عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ آپ واپس تشریف لیجائیے یزید یہ شہر آپ کو ہرگز نہ دیگا میں نہیں چاہتا کہ آپ میری حکومت میں شہید ہوں۔

اس پر ابن زیاد نے کہا کہ میں نقاب ہٹاتا ہوں مجھے پہچان لے میں ابن زیاد ہوں چنانچہ دروازے کھولدیئے گئے۔ ابن زیاد نے فرمان دکھا کر گورنری کا چارج لے لیا لوگ ابھی تک ساتھ تھے۔ ابن زیاد کا نام سنکر سناٹے میں آگئے اور لوٹ پڑے۔ ان پر جذبات غیظ و غضب مسلط ہونے کے بجائے خوف و ہراس کے احساسات طاری ہوگئے اور اتنے گھبرائے کہ کسی کی زبان سے بھی ایک لفظ نہ نکلا۔

دوسرے روز صبح ہی ابن زیاد نے عمائد و اشراف کوفہ اور شہر کے ایک ہجوم کے سامنے جامع مسجد میں کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور کہا کہ:-

"امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر کا گورنر مقرر کر کے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ مظلوم کے ساتھ انصاف۔ فرمانبرداروں کے ساتھ احسان اور سرکشوں اور باغیوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤں۔ میں اس حکم کی پوری پابندی کروں گا۔ فرمانبرداروں کے ساتھ سلوک ہوں گا اور مخالفوں کے لیے سم قاتل ہونگا"

تقریر جوش و غضب سے لبریز تھی جس میں اطاعت پر زور دیا گیا تھا اور مخالفت و بغاوت پرشدید اور خوفناک دھمکیاں دی گئی تھیں۔ یہ بھی کہا تھا کہ ابن عقیل جو سفیہ و جاہل ہے میرے علم و اطلاع کے مطابق وہ یہاں نفاق و شقاق پیدا کرنے کے لیے آگیا ہے امت میں اختلاف پیدا کر رہا ہے میں تم پر واضح کیے دیتا ہوں کہ وہ مجھے جس مکان میں بھی پناہ گزین ملے گا میں اس کے قتل میں باک کروں گا اور نہ اس کے مال و جائداد کے ضبط و سلب میں مجھے کوئی تامل ہوگا۔ جو مسلم کو گرفتار کر کے لائیگا اسے بہت انعام دوں گا۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرو تم یزید کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہو۔ اسے نہ توڑو اور خود کو مصیبت میں نہ ڈالو۔ کیا تم ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہو جس کے پاس نہ دولت ہے اور نہ کوئی لشکر و حکومت! میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یزید کا لشکر جرار بہت جلد کوفہ پہنچنے والا ہے جو اگر تم سرکشی سے باز نہ آئے تو تمھیں تباہ و پامال کر کے رکھ دیگا۔ تمہارے زن و فرزند قتل کر دیئے جائینگے اور مکان کھدوا ڈالا جائے گا۔

ابن زیاد کی تقریر کا ساحرانہ اثر

ابن زیاد کی اس ایک ہی تقریر نے کوفیوں کے خرمن جوش و عقیدت کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ سب پر سکوت مرگ طاری ہوگیا یہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ یہ انسانی پیکر ہیں یا پتھر کی مورتیں۔ حواس باختہ ہوگئے سارے عہد و پیمان کیا بھول گئے خدا بھی یاد نہ رہا۔ یہ نہیں کہ یہ لوگ مسلح نہ تھے غریب تھے، قوت نہ تھی، پاس دولت نہ تھی سب کچھ تھا کوفہ میں افلاس و غربت کا نام تک نہ تھا اسلحہ و سامان اور لڑنے والوں کی بھی کمی نہ تھی بازوؤں میں بھی قوت تھی۔ مگر ان کی فطری بزدلی و بیوفائی رنگ لائے بغیر نہ رہی اور تلون مزاجی کے پورے ہو شربا مظاہرے انہوں نے پیش کر دیئے عقیدت و جوش کا مظاہرہ بھی حیرت انگیز تھا کہ چند ہی روز میں اٹھارہ ہزار اور ایک دوسری روایت کے مطابق تیس ہزار بیعت ہوگئے اور تھوڑی دیر کے لیے یہ معلوم ہونے لگا کہ یہاں سے یزید کی حکومت کی بھی آنہ گئی اور ان سے زیادہ کوئی محب اہلبیت اور جاں نثار حسینؓ کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔

اور خوف و ہراس کی طرف گئے تو کئی لاکھ سرفروش انسان پیکر سنگی بنکر رہ گئے اور تنہا ایک ہستی نے ان کے تمام دعووں کو آغوش اجل میں سلا دیا اور کل کے دوست آج کے دشمن بنکر رہ گئے دشمن بھی ایسے دشمن کہ بے غیرتی و شقاوت اور دون الفطرتی میں اپنا کوئی ثانی باقی نہ رہنے دیا اور نواسہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کو خود تیر و سنان سے مجروح ہی نہ کیا بلکہ خانوادہ رسالت کی پردگیان عفاف کی تذلیل میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اتنے قسی القلب بن گئے کہ وہ کیا اور اپنے پیغمبر کے خاندان کے ساتھ

کیا جو کافر بھی اگر ان کی جگہ ہوتے تو ہرگز نہ کر سکتے تھے۔

ابن زیاد کا تیر تخویف عین نشانہ پر بیٹھ چکا تھا لیکن وہ تدبیر سے غافل نہ تھا سمجھتا تھا کہ حضرت حسینؓ کی ہستی بہت بڑی ہستی ہے اور میں بھی تنہا ہوں دمشق سے کسی فوری امداد کی بھی توقع نہیں اس لئے اس نے صرف تخویف ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ اس نے دوسرے وقت عمائد و اشراف کوفہ کو پھر بلایا جو پختہ کار اور حامی سمجھے گئے انھیں بڑی بڑی رقوم انعام میں دی گئیں کسی کے وظائف بڑھائے کسی کے منصب میں اضافہ کیا کسی سے وافر انعام کا وعدہ کیا اور جنھیں مشتبہ سمجھا ان سے کہدیا کہ تمہارا انعام یہی ہے کہ تمہاری جاگیریں اور تمہارے وظائف بحال رکھے جاتے ہیں جو آیندہ ذرہ برابر لغزش پر بند کر دیئے جائینگے۔ جب اس طرح ابن زیاد نے کوفہ کی فضا کو ہر طرح درست اور ساز گار بنالیا تو اُس نے حضرت مسلم کی طرف توجہ کی۔

ابن زیاد کے قتل کا اہتمام اور ناکامی

ابن زیاد کے اعلان اور فضا و حالات کے اس قدرتی تغیر نے حضرت مسلم کو بہت پریشان اور سراسیمہ کر دیا پھر انھوں نے اپنی جگہ قیام مناسب نہ سمجھا اور تنہا نکل کھڑے ہوئے۔ نکل تو کھڑے ہوئے مگر اب جائیں تو کہاں جائیں، بیعت کرنے والے انبوہ عظیم کی نگاہوں میں فوری تبدل پیدا ہو چکا تھا سب پر خوف طاری تھا۔ سوچتے سوچتے آپ ہانی کے مکان پر پہنچے جو اہل بیت کا بہت بڑا اور مشہور خیر خواہ تھا اپنے قبیلہ کا سردار تھا۔ اور دولت و ثروت میں بھی امتیاز رکھتا تھا لیکن ہانی پر بھی دہشت طاری ہو چکی تھی، اس لئے پہلے تو ہانی کو تذبذب ہوا۔ مگر پھر شریک بن اعور سلمی کے کہنے سننے سے اس نے اپنے مکان کے زنانہ حصہ میں چھپا دیا۔ یہ شریک بھی بصرہ کا بہت معتدر رئیس اور حضرت حسینؓ کا بہت بڑا حامی تھا اور ابن زیاد کے ساتھ ہی بصرہ سے آکر ہانی کے یہاں مقیم ہوا تھا۔

شریک بن اعور بیمار پڑ گیا ابن زیاد عیادت کے لئے آیا اس کے آنیکی خبر سنکر شریک نے اس کے ٹھکانے لگانے کا بندوبست کیا اور حضرت مسلم کو ایک خفیہ مقام پر چھپا کر یہ ہدایت کر دی کہ اشارہ پاتے ہی باہر نکل کر ابن زیاد کا خاتمہ کر دینا۔ اس طرح کوفہ کی مسند تمہارے لئے خالی ہو جائیگی۔ ابن زیاد آیا اور آکر چلا بھی گیا مگر یہ نہ نکلے اور جب شریک نے کہا کہ تم نے بڑی بزدلی دکھائی تو فرمانے لگے کہ اوّل تو یہ صورت میرے میزبان ہانی بن عروہ کو پسند نہ تھی دوسرے اچانک حملہ مسلمانوں کے شایان شان نہیں کیونکہ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ ایمان اچانک حملہ سے روکتا ہے۔ غرض اس طرح مسلم نے ابن زیاد کے قتل کا بہترین موقعہ ہاتھ سے کھو دیا اہل بیت کی شان ہی یہ تھی کہ ان کے دشمن برابر تدبیر و فریب سے کام لیتے رہتے تھے مگر یہ بزرگ کبھی دوران جنگ میں بھی ایسی صورتیں اختیار نہ کرتے تھے۔

ہانی کا قتل

شریک کو ابن زیاد کے اس طرح بچ جانے اور اس بہترین موقع کے ہاتھ سے نکل جانے کا بہت افسوس ہوا اور اسی وقت اس نے سمجھ لیا کہ اب خیر نہیں ابن زیاد جیسا چالاک شخص ضرور ان پر قابو پائیگا اس لئے وہ تو رخصت ہو کر بصرہ چلدیا۔ ابن زیاد کو مسلم کی بڑی تلاش تھی مگر پتہ نہ چلتا تھا چپہ چپہ پر تلاش ہو رہی تھی۔ آخر اس نے اپنے غلام معقل کو سراغ رسانی پر مامور کیا۔ اس عہد میں خفیہ تحریکوں کا پتہ چلانے کے بہترین مقام مساجد ہی تھیں۔ معقل آخر ابن زیاد کا تربیت یافتہ اور بڑا چالاک شخص تھا۔ یہ خیال کر کے مسجد میں ہر قسم کے لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے وہ سیدھا مسجد ہی میں آیا یہ تو اُسے یقین تھا کہ کوفہ ایک عظیم الشان شہر ہے۔ اتنے بڑے شہر میں صد ہزار مساعی کے باوجود بھی حضرات حسینؓ کی حمایت کا فقدان کلی نہیں ہو سکتا اور اب بھی بیعت کا سلسلہ ضرور قائم ہوگا۔ مسجد میں آکر اس نے دیکھا کہ ایک شخص جو مسلسل نمازیں پڑھ رہا ہے

یہ بدبخت ازلی اس سے خوش ہونے کے بجائے اس سے کام نکالنے پر تیار ہو گیا اور سمجھا یہ شان تقدس آج حضرت حسینؓ کے حامیوں کے سوا اور کسی میں نظر نہیں آسکتی چپکے سے اٹھا پاس جا کر کہا کہ میں ایک شامی غلام ہوں اللہ تعالٰے نے میرے دل میں اہل بیت اطہار کی محبت کا ایک بے پناہ جذبہ پیدا کر دیا ہے میرے پاس تین ہزار درہم موجود ہیں سنا ہے کہ یہاں حضرت حسینؓ کا کوئی داعی آیا ہوا ہے چاہتا ہوں کہ انھیں آپکی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دوں اور وہ اسے کسی کار خیر میں صرف کر دیں۔ زمانہ پر آشوب تھا اس شخص نے کہا کہ مسجد میں اور مسلمان بھی تو موجود ہیں تم نے مجھ سے ہی خصوصیت کے ساتھ یہ سوال کیوں کیا۔

معقل کچھ گھبرایا تو مگر پھر سنبھل کر بولا کچھ نہیں آپ کے چہرے پر مجھے آثار خیر نمایاں نظر آئے۔ اس طرح معقل نے اُسے فریب میں لے لیا چنانچہ وہ اُسے حضرت مسلم کے پاس لے گیا۔ تین ہزار درہم بھی نذر عقیدت کے طور پر پیش ہو گئے۔ انہی کی خدمت میں بیعت کر کے رہنے لگا۔ رات کو یہاں رہتا اور دن کو آنے جانے والوں کے حالات جا کر ابن زیاد کو سنا آتا ہانی بڑے رئیس اور بڑی جمعیت کے آدمی تھے۔ ابن زیاد نہ یکایک ان پر ہاتھ ڈال سکتا تھا اور نہ حضرت مسلم کو بلا ثبوت گرفتار کرنا چاہتا تھا ہانی پہلے تو ابن زیاد کے پاس آتے جاتے رہتے تھے مگر جب سے ان کے مشن کے کارکن خاص بنے تھے بیماری کے عذر کی بنا پر آنا جانا ترک کر دیا تھا۔

ایک روز ابن زیاد نے محمد بن اشعث اور اسماء بن خارجہ ملنے جو آئے ابن زیاد نے پوچھا ہانی کا کیا حال ہے عرض کی بیمار ہیں۔ ابن زیاد کو علم تو تھا ہی کہا کہ یہ بیماری کیسی بیماری ہے کہ دن بھر اپنے دیوانخانہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ان دونوں نے ابن زیاد کا سوء ظن ہانی سے بیان کیا اور معاملہ صاف کرنے کے لئے ساتھ لے گئے۔ دل میں چور تھا قصر امارت کے قریب جا کر ٹھیر گئے اور کہنے لگے مجھے اس شخص سے ڈر معلوم ہوتا ہے مگر محمد بن اشعث اطمینان دلا کر اندر لے ہی گیا۔

ہانی کو دیکھتے ہی ابن زیاد نے کہا مسلم کو گھر میں پناہ دینا اور اُن کی بیعت کے لئے لوگوں کو جمع کرنے سے بھی زیادہ اور کونسا سنگین جرم ہو سکتا ہے انھوں نے اس الزام پر حیرت و انکار کا اظہار کیا۔ ابن زیاد نے اسی وقت معقل کو بلا کر سامنے کیا اور کہا دیکھو تم اسے پہچانتے ہو دیکھتے ہی حواس باختہ

ہو گئے کہ معقل درحقیقت جاسوس تھا۔ انکار کی گنجائش کہاں تھی کہنے لگے سب کچھ صحیح ہے میں نے خود پناہ نہیں دی۔ میں ابھی جا کر انھیں گھر سے نکالے دیتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا ہرگز نہیں اب تم اس وقت تک یہاں سے جنبش بھی نہیں کر سکتے جب تک مسلم یہاں نہ آجائیں۔ اس پر ہانی کو بھی جوش آگیا اور کہا خدا کی قسم یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے پناہ گزین مہمان کو قتل کے لئے آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ ابن زیاد بہت بیخوف اور غضبناک مردود تھا تاب نہ رہی۔ ہاتھ میں بید تھا ہانی کے اس زور سے کھینچ کر مارا کہ ناک کا بانسہ پھٹ گیا اور ابرو کی ہڈی ٹوٹ گئی پھر اسی حالت میں انھیں اٹھوا کر ایک گھر میں قید کروا دیا۔

فوراً ہی ہانی کے قتل کی افواہ پھیل گئی جس پر اس کے قبیلہ کے کئی ہزار آدمیوں نے قصر امارت گھیر لیا۔ ابن زیاد گھبرا گیا کہ صورت حالات نازک ہو چلی تھی اس نے قاضی شریح سے کہا کہ آپ اپنی آنکھ سے دیکھ کر ہانی کے قبیلہ والوں کو ان کی زندگی کا یقین دلا دیجئے۔ قاضی شریح نیک بزرگ تھے معائنہ کے لئے گئے۔ ہانی تک شور پہنچ چکا تھا۔ کہا آپ ان لوگوں تک میرا یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ اگر آپ لوگوں میں سے دس لوگ بھی آجائیں تو میں اسی وقت رہائی پا سکتا ہوں لیکن ابن زیاد نے پہلے ہی جاسوس لگا دیا تھا اس لئے قاضی صاحب یہ پیغام نہ پہنچا سکے اور ان کے اطمینان دلانے پر ہانی کے قبیلہ والے مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔

اس کے بعد حضرت مسلم نے جو قتل ہانی کی اطلاع سنی تو وہ بھی یا منصور امت کا نعرہ لگاتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے جوش پھیل ہی چکا تھا کم و بیش اٹھارہ ہزار افراد ان کے ساتھ ہو گئے صورت حالات نے پھر نزاکت اختیار کر لی اس وقت ابن زیاد کے پاس کوئی فوج نہ تھی صرف تیس آدمی پولیس کے اندر تھے یا بیس عمائد کوفہ تھے جنہیں باہر اٹھارہ ہزار کا ایک بے پناہ ہجوم گھیرے کھڑا تھا۔ والی ابن زیاد کے لئے اس وقت موت و زیست کا سوال پیدا ہو چکا تھا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور عمائدین سے کہا کہ تم قصر امارت کی بالائی منزل پر چڑھ کر اعلان کر دو کہ:۔

”اس وقت تم میں سے جو شخص امیر کی اطاعت کریگا وافر انعام پائے گا اور جو بغاوت پر قائم رہے گا اسے سخت سزا دی جائے گی۔ دوسری طرف پولیس والوں کو حکم ہوا کہ وہ آگے بڑھ کر تہدید و تخویف اور حرص و طمع جس طرح بھی ہو ان لوگوں کو مسلمؓ سے علیحدہ و جدا کرنے کی سعی کریں، تاریخ کوفہ والوں کی اس بزدلی اور اس ضعف ہمت پر آج تک حیران ہے کہ یہ ہزاروں ہو کر اور مسلح ہو کر صاحب قوت ہو کر تنہا ایک ابن زیاد کا کچھ نہ بنا سکے اور وہ جو ناچ انھیں نچاتا رہا یہ ناچتے رہے اور کسی وقت بھی ان کی رگ غیرت جوش میں نہ آئی۔

یہ اٹھارہ ہزار کی اٹھارہ ہزار فوج محض ایک بے قوت شخص کی دھمکی سے مرعوب ہو کر منتشر ہو گئی شہر سے لوگ آنے اور اپنے اعزاء اقارب کو ہٹا ہٹا کر لیجانے لگے اور کچھ ہی دیر میں یہ حالت ہو گئی کہ حضرت مسلمؓ کے ساتھ صرف تیس جوان رہ گئے لیکن حتمی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ تیس اشخاص بھی مستقل مزاج رہتے اور ہمت سے کام لیتے تو حضرت مسلمؓ انہی سے ابن زیاد کی قوت کا بھی خاتمہ کر سکتے تھے اور ہانی کو بھی رہائی دلا سکتے تھے لیکن حضرت حامیان حسینؓ کی غداری کا یہ المناک مظاہرہ دیکھ چکے تھے ان سے کیا توقع ہو سکتی تھی خود محلہ بنی کندہ کی طرف چلے گئے۔ اور جیسی توقع تھی ان تیس آدمیوں نے بھی ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑ دیا۔

مسجد کے ہجوم میں ابن زیاد کی تقریر

ابن زیاد بہت چالاک شخص تھا وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ کوفہ والے انسان نہیں بھیڑیں ہیں ان میں ذرہ برابر ہمت نہیں اور انھیں بآسانی ڈرایا اور ان سے ہر کام لیا جا سکتا ہے۔ ایک نہیں تین تجربے ہو چکے تھے، نہ ہانی کی خوفناک جمعیت ٹھیر سکی تھی اور نہ حضرت مسلمؓ کے رفقاء کی فوج اس کی دھمکی کی حریف بنی تھی اب اسے خوف ہی کیا رہا کہا سمجھ چکا تھا کہ یہ لولا کھ بھی مقابلہ پر آئیں تو کوئی چیز نہیں۔

اس نے بیخوف ہو کر قصر امارت کے دروازے کھلوا دیئے اور اعلان کر دیا کہ اسی وقت لوگ مسجد میں جمع ہوں لوگ دہشت زدہ تو تھے ہی اسے گویا ابن زیاد نہیں کوئی مافوق العادۃ دیو ہے جو ان میں سے اعلان سنتے ہی لوگ بتعداد کثیر مسجد میں جمع ہو گئے جہاں ابن زیاد نے تقریر کی اور کہا

”لوگو! مسلم نے تمہارے شہر میں جو فتنہ برپا کیا اور تمہاری عافیت دامن میں خلل ڈالا اسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو میں ایسے شخص کی طرف سے کبھی بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ اور اسے سزا دیئے بغیر ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ جو اسے پناہ دیگا میں اسے یقیناً قتل کر دوں گا اور جو اسے گرفتار کر کے میرے پاس لائے گا وہ انعام پائے گا۔ میری تمام تر توجہات اس وقت صرف اسی فتنہ کے انسداد پر مرکوز ہوں اور آپ سب کو اس مقصد میں میری امداد کرنی چاہیئے۔

بڑھیا کے گھر میں حضرت مسلمؓ کی روپوشی

اس کے بعد ابن زیاد نے مسجد ہی میں کھڑے کھڑے کوتوال شہر حصین بن تمیم کو حکم دیا کہ تم شہر کی ناکہ بندی کر لو عام تلاشی لو دیکھو مسلم شہر سے نکلنے نہ پائیں جس طرح ہو انہیں گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کرو اور جو تمہاری امداد سے انکار کرے اس کی رپورٹ کرو۔

ہزارہا کوفیوں نے ابن زیاد کی زبان سے یہ اعلان ایک سناٹے اور سکون کے عالم میں سنا اور سب کے قلب سینوں میں دھڑکنے لگے اس وقت کسی کے قلب میں یہ خیال نہ تھا کہ حضرت حسین کون ہیں؟ اور حضرت مسلم کے ہاتھ پر کیا بیعت کر چکے ہیں؟ خدا کی طرف سے بھی کوئی فرض عائد ہوتا ہے یا نہیں، سب اس خیال میں تھے کہ کسی طرح مسلمؓ کو گرفتار کرا کے ابن زیاد کی خوشنودی حاصل کریں اور اس کے قہر و غضب سے بچے رہیں

حضرت مسلمؓ کی سنئے کہ وہ تن تنہا حیران و پریشان پھر رہے تھے۔ کوئی نہ بات کرنے کا روادار تھا اور نہ پناہ دینے پر تیار ہوتا تھا اسی طرح خاک چھانتے ہوئے ایک عورت کے دروازہ پر پہنچ گئے جس کا نام طوعہ تھا طوعہ کا لڑکا بلال احتجاج کرنے والوں کے ساتھ نکل گیا تھا رات ہو گئی تھی وہ اس کا انتظار کر رہی تھی حضرت مسلمؓ نے اس سے پانی مانگا جو پلا دیا گیا اس کے بعد کہا جائیے اپنا راستہ لیجئے جائیں تو کہاں جائیں کوئی ٹھکانا ہو تو اس

طرف رُخ کریں۔ بیکسی طاری تھی سر جھکائے خاموش حیران و پریشان کھڑے تھے کوئی جواب نہ دیا اور دیتے بھی تو کیا دیتے مگر جب بار بار انہی الفاظ کا اعادہ کیا گیا تو فرمایا۔ کہاں جاؤں کس سے کہوں، کہاں ٹھیروں۔ میرا دیس نہیں، عزیز و قریب نہیں ایک بیکس غریب الوطن ہوں اگر اس عالم غربت میں آپ میرے ساتھ کوئی سلوک کر سکتی ہیں تو کر دیجئے۔ بوڑھی عورت کو ترس آگیا۔ داستان مصیبت سنکر دل بھر آیا اور گھر میں چھپا دیا۔

مسلمؑ کا متہورانہ مقابلہ و گرفتاری

بڑھیا نے نہ صرف پناہ دی بلکہ وہ ان کی خدمت و خبرگیری میں بھی سرگرم ہو گئی۔ اس کا بیٹا واپس آیا تو اسے یہ دیکھکر حیرت ہوئی کہ اس کی ماں مکان کے ایک خاص حصہ میں زیادہ جا رہی ہے اس نے ماں سے اس کا سبب پوچھا اس نے ظاہر نہ کیا چھپایا مگر جب اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو اس نے رازداری کا وعدہ لیکر بتا دیا۔ بلال اب وہ بلال نہ رہا تھا ابن زیاد کی طرف سے گرفتاری پر کثیر انعام کا اعلان ہو چکا تھا اس کے منہ میں حرص کا پانی بھر آیا اس وقت تو یہ خاموشی کے ساتھ لیٹ کر سو گیا۔ صبح اول وقت ابن زیاد سے جا کر اطلاع کر دی۔

وہاں سے محمد بن اشعث کی زیر سرکردگی ستر سپاہیوں نے آکر مکان کا محاصرہ کر لیا۔ ابھی حضرت مسلمؑ مصلے ہی پر بیٹھے تھے کہ شور کی آواز سنی سمجھ گئے دعا مانگ کر اسلحہ اٹھائے اتنے میں سپاہی گھر کے اندر داخل ہو گئے حضرت مسلم فریب کاری سے ضرور نفور تھے۔ مگر تھے تو وہ دومان ہاشمی کے چراغ۔ شجاعت و تہور اس خاندان کی امتیازات کی خصوصیات تھیں تن تنہا ہی مقابلہ پر کھڑے ہو گئے اور اس شدت و شکوہ سے مقابلہ کیا کہ یہ سب کے سب ملاعنہ باہر نکلنے پر مجبور ہوئے اور گھر کے اندر کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ پھر ریلا کر کے اندر آنے اور قابو پاتے ہی نہ دیکھکر کچھ چھت کے اوپر چڑھ گئے اور وہاں سے اینٹ پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ ایک مردود بکیر بن حمران نے بڑھ کر ایسا وار کیا کہ آپ کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے اور چہرہ زخمی ہو گیا۔

لیکن آپ نے اس پر بھی ایسا وار کیا کہ یہ چور رنگ ہو کر گرا اب کسی میں سامنے آکر لڑنے کی ہمت نہ تھی سب کے سب اوپر چڑھ گئے اور آپ پر آگ اور پتھروں کی بزدلانہ بارش شروع کر دی۔ آپ یہ حالت دیکھکر باہر گلی میں آگئے۔ محمد بن اشعث نے کہا کہ واقعی آپ بہادر ہیں لیکن آپ تنہا کب تک اتنے آدمیوں کا مقابلہ کر سکیں گے میں آپ کو امان دیتا ہوں اسلحہ ڈال دیجئے اور خود مفت میں ہلاک نہ کیجئے اس پر آپ نے دلیرانہ رجز پڑھا ابن اشعث نے کہا میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے ساتھ فریب نہ کیا جائے گا۔ حضرت مسلم زخموں سے چور چور تھے دیوار سے ٹیک لگائی اور بیٹھ گئے۔ ابن اشعث نے پھر امان دینی چاہی۔ لیکن بدذات عمرو بن عبید اللہ سلمی نے کہا نہیں یہ ہرگز نہ ہوگا۔ انتہا یہ ہے کہ اس ناری نے سواری کے لئے اونٹ بھی مہیا نہ ہونے دیا اور آپ کو اسی حالت میں خچر پر سوار کرایا گیا

حضرت مسلمؑ کیساتھ فریب

سوار کرانے کے بعد آپ سے تلوار چھین لی گئی تلوار چھنتے ہی آپ زندگی سے مایوس ہو گئے اور بادیدۂ نم فرمایا یہ پہلا دھوکا ہے جو میرے ساتھ کیا گیا ہے۔ ابن اشعث نے اطمینان دلایا مگر آپ نے یہی فرمایا کہ اب امان کہاں! عمر السلمی نے طعن کیا کہ خلافت کے مدعی ہو کر آنسو بہاتے ہو۔ فرمایا اپنے لئے نہیں ان گھر والوں کے لئے روتا ہوں جو تمہارے بلائے ہوئے یہاں آ رہے ہیں حسینؑ کے لئے روتا ہوں۔ آل حسین کے لئے روتا ہوں۔ محمد بن اشعث سے فرمایا کہ میرا بچانا تو اب تمہارے قابو کی بات نہیں البتہ ہو سکے تو اتنا کام کر دینا کہ حسینؑ کو میری حالت کی اطلاع کر دینا اور یہ پیغام پہنچا دینا کہ وہ کوفہ والوں پر ہرگز اعتبار نہ کریں اور جہاں تک پہنچ چکے ہوں وہیں سے واپس لوٹ جائیں۔ محمد بن اشعث نے خدا کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ میں آپ کا پیغام ضرور پہنچا دونگا۔ یہ واقعات ابن اثیر نے تفصیل کیساتھ تاریخ کامل میں لکھے ہیں۔ لیکن اس موقعہ پر قلت گنجائش کی وجہ سے اجمالی تذکرہ پر اکتفا کی گئی ہے۔ مگر یہ ہو اس وقت تو محمد بن اشعث نے دونوں وعدے آپ سے کئے تھے انھیں پورا کرنے کی مستعدانہ سعی کی۔

جس وقت وہ حضرت مسلم کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے لے گیا اسی وقت کہا کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں۔ اب آپ کوئی گزند نہ پہنچائیں لیکن ابن زیاد مردود نے ڈانٹ بتائی کہ میں نے تجھے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا نہ کہ امان دینے کے لئے تجھے اس کا اختیار ہی کیا تھا۔ جسے سنکر وہ خاموش ہو گیا۔ حضرت مسلم بہت پیاسے تھے۔ قصر امارت میں ٹھنڈا پانی رکھا تھا تو ایک اور مردود ازل مسلم بن عمرو باہلی نے پوری شقی القلبی کے ساتھ کہا کہ نہیں آپ کو یہ پانی ہرگز نہ ملیگا ایک قطرہ بھی تمہارے حلق تک نہ پہنچنے دیا جائے گا۔ تمہاری پیاس اب دوزخ کے کھولتے ہوئے پانی سے جا کر بجھے گی۔"

حضرت مسلم اس شقی ازلی کی زبان سے یہ الفاظ سنکر متحیر ہوئے اور پوچھا تو کون ہے؟ گندہ ناتراش جواب دیتا ہے "میں وہ ہوں جس نے حق کو اس وقت پہچانا جب تم نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور اس وقت امت مسلمہ اور امام وقت کا خیر خواہ بنا رہا جبکہ تم نے اس کے ساتھ تلعب و فریب کیا اس وقت امام وقت کی اطاعت کی جبکہ تم سرکشی میں سرگرم کار رہے۔ نام کیا ہے وہ بھی سن لیجئے۔ مسلم بن عمرو ہوں۔"

حضرت مسلم بن عقیل کو یہ سنکر غصہ آگیا اور جھلا کر کہا "او تجھے تیری ماں روئے تو کس قدر شقی القلب اور سنگدل واقع ہوا ہے۔ باہلہ کے بچے یاد رکھ کہ تو مجھ سے کہیں زیادہ کھولتے پانی اور عذاب جہنم کا مستحق ہے تاہم دنیا میں گل و خار کا وجود ہر عہد اور ہر زمانہ میں رہا ہے یہ لطف ہے کہ کبھی گلوں کی فراوانی ہوتی ہے اور کبھی خاروں سے میدان پٹ جاتا ہے اسی مجمع میں ایک رحمدل بھی تھا اسے ترس بھی آگیا اور خود بڑھکر ٹھنڈے پانی کا ایک بھرا کٹورہ آپ کے سامنے پیش کیا۔ لیکن اب مسلم کی حالت زار تھی۔ وہ اس قابل بھی نہ تھے۔ دشمنوں کے چرکوں نے اس لائق بھی نہ رکھا تھا کہ سکون کے ساتھ پانی تو پی سکیں۔ ہر بن مو سے خون کے فوارے جاری تھے جب کٹورہ منہ تک لیجاتے یہ خون سے لبریز ہو جاتا تھا اور آپ اسے پھینکدیتے تھے پانی نہ پی سکے اور اسی طرح تشنہ لب لہو سے رنگیں اور

زخموں سے چور حالت میں ابن زیاد کے سامنے پیش کئے گئے۔

حضرت مسلمؓ اور ابن زیاد کی جھڑپ

حضرت مسلمؓ نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا جس سے وہ چڑا۔ لوگوں نے ٹوکا تو فرمایا جب میرے قتل ہی کا ارادہ کر چکا تو مجھے سلام کرنا زیبا نہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ واقعی میں تمہیں ضرور قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا تو مجھے اپنے کسی قبیلہ والے سے وصیت کا موقعہ دے۔ چنانچہ عمر بن سعد سامنے آئے اور ایک طرف لیجاکر آپ نے وصیت کی کہ میرا یہاں سو درہم قرض ہوگیا ہے وہ میرا گھوڑا اور اسلحہ فروخت کر کے ادا کر دینا۔ پھر نعش حاصل کر کے خود دفن کرنا۔ حسینؓ میرے خط پر عازم کوفہ ہو چکے ہیں کوئی قاصد بھیجکر انھیں واپس کر دینا۔

طبری نے لکھا ہے کہ ابن سعد نے یہ وصایا ظاہر کر کے ابن زیاد سے تکمیل کی اجازت چاہی تو اُس نے کہا حسینؓ کے متعلق میرا طرز عمل یہ ہوگا کہ اگر وہ واپس ہو جائیں گے تو میں خواہ مخواہ ان کا تعاقب نہ کروں گا۔ اور آگئے تو چھوڑوں گا نہیں۔ نعش کے متعلق یہ ہے کہ قتل کے بعد مجھے اس سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔ رہا قرض اس کے بارہ میں تمھیں پورا اختیار ہے جو طریق عمل چاہو اختیار کرو۔

اس کے بعد حضرت مسلمؓ دوبارہ سامنے لائے گئے تو شقی القلب ابن زیاد نے ان کے سامنے ان کے جرائم کی فہرست کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"کوفہ کے لوگ امن و اتفاق کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ تم نے آکر ان میں تفرقہ ڈالنے اختلاف پیدا کرنے اور انھیں باہم ٹکرانے کی سعی کی۔" جواب میں حضرت مسلم نے فرمایا۔ "ہرگز نہیں میرے سامنے ہرگز یہ مقصد نہ تھا۔ خود کوفہ والوں کا یہ خیال تھا کہ تمہارے باپ زیاد نے انھیں ہدف مصائب بنائے رکھا ان کا خون بہایا ان کے بزرگوں اور نیک لوگوں کو قتل کیا اور اسلامی جمہوریت کو پاش پاش کر کے اس کے بجائے قیصر و کسریٰ جیسا طرز عمل اختیار کیا۔ اسی لئے ہم بدیں مقصد آئے کہ لوگوں کو قیام عدل و انصاف اور قرآنی احکام و اوامر کی دعوت دیں اور اس کے سوا ہمارے یہاں آنے کا اور کوئی مقصد نہیں"۔

ابن زیاد یہ سنتے ہی غضبناک ہو گیا اور مشتعل لب و لہجہ میں بولا کر فاسق! تجھے یہ دعویٰ زیب نہیں دیتا جب تو مدینہ میں مصروف بادہ نوشی تھا اس وقت ہم یہاں کتاب اللہ پر عمل اور قیام عدل کی دعوت دے رہے تھے حضرت مسلم نے جواب میں فرمایا کہ "خدا کی قسم خدا ہی جانتا ہے کہ تو اس وقت جھوٹ بول رہا ہے اور دیدہ و دانستہ اتہام لگاتا ہے۔ شراب نوشی کا مستحق مجھ سے زیادہ وہ ہے جس کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے آلودہ ہیں اور جو خدا کی حرام کی ہوئی جانوں کا خون کرتا ہے۔ اور قصاص کے بغیر لوگوں کو قتل کرتا ہے محض سوء ظن، غصہ اور ذاتی عداوت کی بنا پر لوگوں کی جانیں لیتا ہے اس کے باوجود لہو و لعب میں مشغول ہے۔

ابن زیاد نے برافروختہ ہو کر کہا کہ فاسق! تجھے تیرے نفس نے اس چیز کی تمنا پر آمادہ کیا جس کا خدا نے تجھے اہل نہیں بنایا اور اسی لئے اس نے تیری یہ تمنا پوری نہ ہونے دی۔ حضرت مسلمؓ نے پوچھا پھر اس کا اہل کون تھا؟ بولا امیر المومنین یزید بن معاویہ۔ حضرت مسلم نے فرمایا کہ "ہر حال میں خدا کا شکر ہے وہ ہمارے تمہارے درمیان جو فیصلہ چاہے کر دے۔ ابن زیاد نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم خلافت کو اپنا حق سمجھتے ہو۔ حضرت مسلم نے کہا خیال ہی نہیں یقین ہے۔" ابن زیاد اور مشتعل ہوا اور کہا کہ "اگر میں تمھیں ایک عذاب وعقاب سے قتل نہ کروں جس کی کوئی مثال تاریخ میں نہ ملے تو خدا مجھے قتل کرے۔" حضرت مسلم نے فرمایا بیشک تمہارا کام ہی یہ ہے کہ تم اسلام میں ایسی مثالیں قائم کرو اور بدعات جاری کرو جو اب تک موجود نہ ہوں میں خود تمھیں قسم دلاتا ہوں کہ تم مجھے بُرے طریقہ سے قتل کرنا، بُرے طریقہ سے مثلہ کرنا اور کوئی خبث ایسا باقی نہ رہنے دینا جس کی تمنا رہے کہ تم اسی کے مستحق ہو۔ ابن زیاد اس پر اور بھڑکا تمام اہل بیت اطہار کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور اس کے بعد جلادوں کو حکم دیا کہ انھیں محل کی بالائی منزل میں لیجاکر قتل کرو اور دھڑ نیچے پھینکدو۔ یہ خدمت خصوصیت کے ساتھ اس کے سپرد کی گئی جو آپ کے ہاتھ سے مجروح ہوا تھا تاکہ وہ پورے انتقامی جذبہ کے ساتھ قتل کرے۔

حضرت مسلمؓ و ہانی کی گلوتراشی

اس شخص کا نام تھا ابن بکیر۔ یہ آپ کو پکڑ کر سوئے مقتل لیجا رہے تھے آپ برابر تکبیر و استغفار اور درود و سلام پڑھتے اور یہ کہتے رہے خدایا تو ہی میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر جنھوں نے ہمیں دھوکا دیا جھٹلایا، ذلیل کیا اس کے بعد جلاد نے سر تن سے جدا کر کے دھڑ نیچے پھینکدیا۔ اس دردناک اور لرزہ خیز طریق پر حضرت مسلمؓ شہید کئے گئے۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ سنہ ۶۱ھ کا ہے۔

حضرت مسلمؓ محض بھائی ہی نہ تھے بلکہ نہایت مدبر و ہوشمند اور فاضل و شجاع بزرگ تھے بنو ہاشم میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت حسینؓ کے قوت بازو تھے ان کی موت سے گویا حضرت حسین کا نہایت قوی بازو ٹوٹ گیا اور آپ کی قوت کو شدید نقصان پہنچا۔ اتفاق دیکھئے جس روز کوفہ میں یہ واقعہ پیش آیا ہے اسی روز حضرت حسینؓ مکہ معظمہ سے عازم کوفہ ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسلمؓ کے ساتھ ان کے دو خورد سال صاحبزادے بھی تھے جو فرط محبت میں ان کے ساتھ چلے آئے تھے۔ باپ کے بعد ان پر بڑی بڑی اذیتیں اور مصیبتیں گذریں اور یہ بھی گرفتار ہو کر بڑی اذیت کے ساتھ قتل کئے گئے لیکن یہ واقعہ بے بنیاد معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ عربی تاریخوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں اگر واقعہ سچا ہوتا تو عرب مورخین اسے کبھی نظر انداز نہ کرتے۔

حضرت مسلمؓ کے قتل کی خبر سنکر قصر امارت کے نیچے بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے اور شور کر رہے تھے ان میں ہانی کی جمعیت کے لوگ زیادہ تھے۔ ابن زیاد کوفیوں کی ہمت کی پیمائش اچھی طرح کر ہی چکا تھا وہ جانتا تھا کہ ان بزدلوں میں کوئی حوصلہ نہیں اسلئے اُسنے اسی وقت ہانی کا سر کٹواکر قصر سے باہر پھینکوا دیا چاہیے تو یہ تھا کہ دو عظیم ہستیوں کے قتل پر اس ہجوم میں اشتعال پیدا ہوتا اور یہ بڑھکر ابن زیاد کے ٹکڑے اُڑا دیتا ہوا یہ کہ ان پر الٹا خوف طاری ہو گیا اور یہ دہشت زدہ ہو کر بھاگ نکلے حقیقت یہ ہے کہ یہ کوفیوں کی بزدلی ہی تھی جس کی وجہ سے ابن زیاد کی ہمت بڑھی۔

راکب دوش نبوی کا عزم سفر

خیر خواہوں اور دردمندوں کے مشورے

حضرت عبداللہ بن زبیر کا مشورہ

حضرت مسلم حضرت حسینؓ کے چچیرے بھائی بہت دانشمند بہادر اور معتمد علیہ تھے اسی لئے انھیں حالات کوفہ کی تحقیق پر مامور کیا تھا انہوں نے کوفیوں کے جوش عقیدت کے بحر زخار کو جوش مارتے دیکھا اور اٹھارہ ہزار بیعت بھی ہو گئے تو انہوں نے حضرت حسینؓ کو لکھ بھیجا کہ فضائے کوفہ بہت سازگار ہے اس قدر تو تمام تحریر بیعت ہو چکے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے سارا شہر آپ کے لئے چشم براہ ہے آپ فوراً تشریف لے آئے آپ خود اور تمام اہل مکہ و مدینہ کوفیوں کی بیوفائی اور غداری سے واقف تھے لیکن حضرت مسلم جیسے معتمد بھائی کی رپورٹ کو آپ غلط نہ سمجھ سکتے تھے انہوں نے مفصل حالات لکھ دیئے تھے اور فوراً بلایا تھا اس لئے آپ نے رپورٹ اور خط پہنچتے ہی سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔

نواسہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری سفر کی خبر ایسی چیز نہ تھی جس سے لوگ ناواقف رہتے اور جس پر لوگوں اور بہی خواہوں میں اضطراب پیدا نہ ہوتا۔ اضطراب اس وجہ سے اور بڑھ رہا تھا کہ کوفیوں کے متعلق عام رائے یہ تھی کہ نگاہ بہت خراب تھا اور کسی کو ان کی بات پر اعتماد نہ تھا خیر خواہوں نے روکنے کی فوری تدابیر شروع کر دیں۔ سب سے پہلے حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ:۔

"مجھے یہ سنکر بیحد تشویش پیدا ہو گئی ہے کہ آپ عراق تشریف لئے جا رہے ہیں درانحالیکہ آپ کو یہ علم ہے کہ وہاں یزید کی حکومت بھی قائم ہے اور اس کے امراء و عمال بھی موجود ہیں ان کے پاس بیت المال بھی ہے کوفہ کے لوگ بندۂ زر ہیں جن لوگوں نے آپ کی امداد کا وعدہ کیا ہے اندیشہ ہے کہ وہی آپ سے لڑا ہیں گے" حضرت حسینؓ نے ان کے مخلصانہ مشورہ کا شکریہ ادا کیا۔ ان کے فوراً بعد حضرت عبداللہ بن عباس حاضر ہوئے اور کہا کہ:۔

"ابن عم کیا یہ صحیح ہے کہ آپ عراق جانے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں اور اگر یہ صحیح ہے تو میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اس ارادہ سے باز آئیں ہاں ایک صورت ہے اگر اہل شہر نے اپنے حاکم کو قتل کر دیا ہو اور دشمنوں کو نکال دیا ہو تو آپ بخوشی جائیں اور اگر ایسی حالت میں بلایا گیا ہے کہ وہاں حکومت بھی قائم ہے اور امیر بھی موجود ہے تو باور کیجئے کہ آپ محض جنگ کے لئے بلائے گئے ہیں آپکو یقیناً دھوکہ دیا جائے گا اور سب آپکے دشمن ہو جائینگے"

حضرت ابن عباسؓ کا مشورہ بہت صائب اور بہت عاقبت اندیشانہ مشورہ تھا حضرت حسینؓ نے اسے سنکر فرمایا کہ بہتر ہے میں استخارہ کر دں گا۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے عرض کی کہ

"اگر آپ حجاز ہی میں رہکر حصول خلافت کی سعی کریں تو ہم سب آپ کی بیعت کر لیں گے اور خود اس کے لئے پوری سرگرمی کے ساتھ کوشش کریں گے"

فرمایا میں نے اپنے والد بزرگوار سے یہ حدیث سنی ہے کہ حرم کا ایک مینڈھا ہے جس کی وجہ سے اس کی حرمت اٹھ جائیگی میں وہ مینڈھا بننا نہیں چاہتا حضرت ابن زبیرؓ نے یہ کہا کہ آپ حرم ہی میں بیٹھے رہیں باقی اور تمام کام میں خود انجام دوں گا۔ فرمایا کہ حرم میں ایک بالشت بھی باہر قتل کیا جانا یہ حرم کے اندر قتل کئے جانے سے بہتر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو حضرت ابن زبیرؓ کی طرف سے بدگمانی تھی اس لئے آپ نے ان کے مشوروں کو خیر خواہی پر محمول نہ فرمایا۔

ابن عباس کا مآل اندیشانہ مشورہ

دوسرے دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پھر حاضر ہوئے اور پھر عرض کی کہ:۔

"عزیزا ابن عم کیا کروں دل کو ہٹاتا ہوں صبر کرتا ہوں مگر نہ دل مانتا ہے اور نہ صبر آتا ہے مجھے تو اس سفر میں ہلاکت ہی ہلاکت نظر آتی ہے۔ عراقی بڑے بیوفا اور فطری غدار ہیں آپ یہیں رہیں اور ان کے پاس ہرگز نہ جائیں یہ کس کے ہوئے ہیں جو آپ کے ہوں گے اگر وہ اپنے دعوے عقیدت میں سچے ہیں اور واقعی وہ آپ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو انھیں لکھئے کہ وہ پہلے اپنے دشمنوں کو اپنی قوت کے مظاہرہ سے نکالیں اور اس کے بعد آپ کو بلائیں اس طرح حکومت کی طرف سے تو کوئی مخالفت کا تو کوئی اندیشہ نہیں رہے گا آپ آپ معمولی ہستی نہیں سردار حجاز ہیں۔ اور اگر مطلب یہ ہو کہ آپ حرم میں کسی وجہ سے قیام پسند ہی نہ کرتے ہوں تو آپ عراق کے بجائے یمن میں تشریف لیجائیے عراق کی نسبت آپ وہاں ہر طرح محفوظ رہیں گے۔ یزید بآسانی آپ پر وہاں ہاتھ نہ ڈال سکے گا۔ اول تو وہ ملک ہی الگ تھلگ واقع ہوا ہے اور اگر وہاں کوئی صورت دگرگوں ایسی گئی تو وہاں محفوظ قلعے اور پر پیچ گھاٹیاں آپ کی حفاظت و صیانت کے لئے موجود ہیں، وسیع ملک ہے آپکے والد صاحب کے بکثرت حامی وہاں موجود ہیں"

خلافت کا خیال ہے تو یہ مقصد بھی یمن میں بوجہ احسن انجام پذیر ہو سکتا ہے۔ آپ وہیں گوشہ عافیت میں بیٹھ جائیے وہیں سے مختلف صوبوں کے اشراف و عمائد کو ساتھ ملانے کے لئے خط لکھئے۔ اطراف ملک میں اپنے دعاۃ بھیجئے۔ اگر عراقی واقعی آپ کے حامی ہیں تو وہیں ان کی حمایت سے فائدہ اٹھائیے اور کام لیجئے مگر ان پر اطمینان کر کے انہی کے پاس نہ چلے جائیے بالخصوص اس صورت میں کہ ان کی "تاریخ وفا" کے اوراق آپ کے سامنے کیا دنیا کے سامنے کھلے پڑے ہیں"

ابوبکر بن حارث کا پرزور استدلال

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بہت بڑے فاضل اور مدبر بھی تھے اور چچیرے بھائی ہونے کی حیثیت سے انتہائی ہمدردی بھی رکھتے تھے ان کا مشورہ بھی اتنا بہتر اور اتنا عاقلانہ تھا کہ خود حضرت حسینؓ کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا اور یہ کہا کہ آپ کا مشورہ واقعی صائب ہے اور آپ کی محبت و ہمدردی کا مجھے کامل یقین ہے مگر اب تو میں پختہ ارادہ کر چکا ہوں اور سفر سے باز نہیں رہ سکتا۔ حضرت عباسؓ یہ جواب سنکر بیتاب ہو گئے۔ بہت احترام کرتے تھے اس لئے اور تو کچھ نہ کہہ سکے اتنا ضرور عرض کیا۔ "نہیں مانتے تو آپ کی مرضی لیکن کم از کم اتنا تو ضرور کیجئے کہ آپ عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لیجائیے کیونکہ آپ کو والیں کا احساس ہو یا نہ ہو مگر مجھے اس امر کا شدید اندیشہ ہے کہ مبادا آپ بھی عثمانؓ کی طرح اپنے بچوں اور عورتوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور وہ دیکھتے رہ جائیں" طبری نے لکھا ہے کہ حضرت عباسؓ نے انتہائی سعی کی مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد ابوبکر بن حارث نے کہا۔

"نہ سہی آپ اتنا تو غور فرمالیں کہ آپ کی اور آپکے والد گرامی کی حیثیت سیاسی میں کتنا فرق ہے۔ بہشل شجاع تھے مسلمانوں کا عام رجحان بھی انکی

طرف تھا ہزار ہا گردنیں ان کے سامنے خم ہوتی تھیں۔ فرمانروایانہ اقتدار بھی انھیں حاصل تھا تنہا ایک صوبہ شام کے سوا تمام ممالک اسلامیہ پر ان کا سکہ رواں تھا۔ سب ان کے ساتھ تھے ہر قسم کی طاقت موجود تھی اس اثر و اقتدار کے باوجود کہ وہ ان کی جانوں اور مالوں کے مالک تھے جب امیر معاویہؓ کے مقابلہ کے لئے چلے ہیں تو صرف حرص دنیا میں پھنسکر انھوں نے نہ صرف ساتھ چھوڑا بلکہ ان کی مخالفت پر بھی کمربستہ ہوگئے۔ اسے بھی جانے دیجئے آپ کے برادر گرامی حضرت حسنؓ بھی خلیفہ ہی تھے مگر پایہ تخت ہی کے لوگوں نے آپ کے ساتھ جو سلوک روا رکھا وہ آپ اپنی آنکھوں دیکھ چکے ہیں۔ حیرت ہے کہ آپ ان تجربات و شواہد کی موجودگی میں اپنے والد اور اپنے بھائیؓ کے دشمنوں پر اعتماد کرکے ان کے پاس جارہے ہیں اور اس خیال و امید پر جارہے ہیں کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے۔

"میں آپ کو آج بتائے دیتا ہوں کہ شامی بہت سرگرم اور بہت چالاک ہیں اس کے علاوہ عراقیوں پر ان کا رعب بھی بیٹھا ہوا ہے آپ کے اس سرزمین میں قدم رکھتے ہی جس طرح بھی ممکن ہوگا ترغیب و ترہیب سے وہ ان بیوفاؤں کو توڑ لیں گے اور یہ سب سگان دنیا ان کے ساتھ ہو جائینگے اور یہی لوگ آپ کے دشمن بن جائینگے جنھیں اس وقت آپ اپنا دوست اور بہی خواہ سمجھے ہوئے ہیں اور جنھیں آپ کی محبت کا دعوی ہے۔"

غیبی حکم کی تعمیل

یہ اتنا پر زور استدلال تھا جس پر حضرت حسینؓ کو اپنی روانگی یقیناً ملتوی کر دینی چاہیے تھی مگر اس کا جو جواب آپ نے دیا اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ کو مشورہ سے قبل یا ان کے دوران ہی میں اصل حقیقت سے غیبی طریق پر آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اور بتا دیا گیا تھا کہ آپ کو منصب شہادت عطا ہونے والا ہے۔ صاف بات ہے اور ضرورت ہے کہ اس وقت مذہبی نقطہ نگاہ سے نہیں عام زاویہ نظر سے حضرت حسینؓ کی روش اور طریق عمل پر غور کیا جائے اتنے اہم اور خیر خواہانہ مشوروں کے باوجود اور گذشتہ تجربات و شواہد کے سامنے ہوتے ہوئے بھی آپ کا ارادہ سفر ملتوی و منسوخ نہ کرنا کچھ گراں معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس و ابوبکرؓ کے مشورے ایسے نہ تھے جنھیں کوئی دانا اور ہوشمند بآسانی مسترد کر سکتا۔ پھر آپ کے متعلق تمام مورخین متفق ہیں کہ آپ ہوش و عقل اور مآل اندیشی میں بہت ممتاز تھے۔ حضرت حسنؓ کی تدفین پر جھگڑا ہوتا ہے تو آپ حضرت ابوہریرہ کا مشورہ فوراً مان لیتے ہیں حاکم بیعت کے لئے نا وقت طلب کرتا ہے تو آپ پورا اہتمام کرکے اور لوگوں کو گوش برآواز بناکے اندر جاتے ہیں۔ حضرت محمد بن حنیفہ کا مشورہ بھی قبول کر لیتے ہیں حضرت عبداللہ بن مطیع کی نصیحت بھی تسلیم کر لیتے ہیں۔ عراقیوں کے خطوط کی بھرمار سے متاثر نہیں ہوتے۔ سفارت بھیجی ہے خدا کا واسطہ دلائی ہے اشراف و علماء قریش یقین دلاتے ہیں مگر آپ ایک ساتھ نہیں چل کھڑے ہوتے بلکہ پہلے تحقیق حالات کے لئے حضرت مسلم کو بھیجتے ہیں لیکن اس کے بعد یکایک رخ بدل جاتا ہے اور یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جانے دیجئے حضرت ابن زبیرؓ کے مشورہ کو کہ ان کی طرف سے تو بد ظن تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عباس کے متعلق تو اس کا شائبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا کہ وہ تو بھائی اور انتہائی ہمدرد ہیں پھر ابوبکر کے پرزور استدلال کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ حصول حکومت کے جارہے بھی ہوا کرتے ہیں لیکن اس انداز و ہنجار طریق پر نہیں۔ اور یہی چیز سامنے بھی ہوتی تو یمن اس کے لئے بہترین مرکز بن سکتا تھا۔

یقیناً آپ اتنے ناعاقبت اندیش نہیں ہو سکتے تھے کہ پس و پیش کچھ نہ سوچتے۔ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت مسلمؓ کی رپورٹ نے آپ کو عزم صمیم پر تیار کر دیا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعد کو اصلی حالات کے علم ہو جانے اور ان کی شہادت کی خبر مل جانے پر بھی آپ اپنا قدم نہیں روک سکتا۔ یہاں یہ کہدیا جا سکتا ہے کہ حضرت مسلم کے بیٹوں کے اصرار سے آپ مجبور ہو گئے۔ یہی سہی لیکن بچوں اور عورتوں کو واپس نہ کرنا اور ساتھ رکھنا کیا معنی صاف ثابت ہو رہا ہے کہ آپ غیبی طریق پر مطلع کر دیئے گئے تھے اور اس اطلاع پر شوق شہادت سے سرشار ہو گئے تھے اور کسی صورت بھی حرم میں نہ رکنا چاہتے تھے آپ کے سامنے نقشہ کربلا پیش کر دیا گیا تھا اور اب آپ عراقیوں کے پاس نہیں خدا کے پاس جارہے تھے جس کی تاریخی ثبوت بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ جب حضرت ابوبکر بن حارثؓ کے استدلال نے آپ کو لاجواب کر دیا تو آپ کے منہ سے اصل حقیقت کا اظہار ہو ہی گیا اور جیسا کہ مسعودی جلد سوم میں لکھا ہے کہ ابوبکرؓ کے جواب میں آپ نے فرمایا تو یہ کہا۔

"کچھ بھی ہو خدا کی مرضی پوری ہو کر رہیگی"

بہ الفاظ دیگر میں ضرور شہید کیا جاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی حاضر ہو کر بہت سمجھایا لیکن قضائے الٰہی ٹل نہ سکتی تھی۔

فرزدق شاعر سے ملاقات

غرض آپ نے اعزہ و احباب میں سے کسی کا مشورہ نہ سنا اور سب کی خواہشات کے علی الرغم الغرض آپ ذی الحجہ ۶۰ھ کو عازم عراق ہوئے۔ اب تک تو حاکم مکہ عمرو بن سعید بن عاص خاموش بیٹھا ہوا آپ کی حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا لیکن روانگی کے وقت اس نے آپ کو سفر عراق سے روکنے کے لئے اپنے سوار بھیجدیئے جنھوں نے آپ کو روکنے کی سعی کی مگر اس کی مزاحمت کچھ سود مند نہ ہوئی اور آپ زبردستی بڑھے چلے گئے۔ اثنائے راہ میں تنعیم سے مزید [illegible] بڑھتے ہوئے صفاح میں خیمہ زن ہوئے جہاں عرب کے مشہور شاعر فرزدق سے اتفاقیہ ملاقات ہو گئی جو عراق ہی سے چلا آرہا تھا۔

عراق کی حالت پوچھنے پر اس نے عرض کی کہ میں کوفیوں کی حالت سے بخوبی واقف ہوں پھر کہا کہ:۔

"لوگوں کے دل تو ضرور آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ قضائے الٰہی آسمان سے اترتی ہے۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے"، آپ نے جواب میں فرمایا تم نے سچ کہا اللہ الامر یفعل ما یشاء و کل یوم ھو فی شان

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "اگر خدا کا حکم ہمارے موافق ہوا تو ہم اس کا شکریہ ادا کرینگے اور اگر اس کا فیصلہ ہمارے خلاف ہوا تو بھی شکر ہے کہ ہماری نیت حق اور تقوی کے سوا اور کچھ نہیں۔"

عمائد مکہ کے مشوروں کے بعد آپ کو فرزدق کے اس اشتباہ سے ضرور متنبہ ہو جانا چاہیے تھا کہ اس کی زد حضرت مسلم کی رپورٹ پر پڑ رہی تھی۔ لیکن اندیشہ کجا آپ کے دل میں تو ذرہ برابر تذبذب بھی نہ ہوا۔ اس میں حق اور تقوی کے الفاظ ملحوظ رہیں کہ وہ آپ کے مقصد سفر پر بھی روشنی ڈال رہے ہیں کہ آپ حصول خلافت کے شوق میں نہیں جا رہے ملکہ حق کی حمایت کے لئے چلے ہیں۔

ابن جعفر اور حاکم مکہ کا خط

ابھی کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ آپ کو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا خط ملا جس میں نہایت ہمدردی و محبت کے ساتھ خدا کا واسطہ دیکر لکھا گیا تھا اور استدعا کی گئی تھی کہ آپ جہاں تشریف لئے جا رہے ہیں وہاں مجھے آپ کی اور اہل بیت کی تباہی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اگر خدا نخواستہ آپ کو چشم زخم پہنچ گیا تو ہماری نظر میں دنیا تاریک ہو جائے گی کہ آپ مومنوں کا سہارا ہیں عجلت نہ کیجئے کہ میں بہت جلد آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں انہوں نے دنور محبت میں حاکم مکہ سے بھی آپ کے نام ایک خط لکھا کر بھیجا۔

اس میں لکھا تھا کہ میں خدا کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ آپ واپس چلے آئیں عبداللہ بن جعفر اور اپنے بھائی کو بھیجتا ہوں۔ آپ کو امان دیتا ہوں تمہارے ساتھ بھلائی اور صلہ رحمی سے پیش آؤں گا تمہاری مدد کروں گا تمہیں راحت و آرام سے رکھوں گا اس تحریر پر خدا شاہد ہے۔" ہم گذارش کر چکے ہیں کہ یہ فوری انقلاب کسی غیبی آگہی کا پیش خیمہ تھا۔

جب یہ دونوں خط لیکر آپ کے پاس پہنچے اور سمجھایا تو آپ نے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں زور دیکر فرمایا کہ :-

"میں نے اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے مجھے ایک حکم دیا ہے جس کی تعمیل میں بہر صورت کروں گا اس کا نتیجہ موافق ہو یا مخالف اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ دونوں نے پوچھا کہ وہ خواب کیا ہے تو فرمایا کہ "میں نے نہ اُسے ہنوز کسی سے بیان کیا ہے اور نہ آخری وقت تک اُسے کسی سے بیان کروں گا۔" دونوں مایوس ہو گئے اس کے بعد آپ نے اسی وقت وہیں قلم و کاغذ منگوا کر حاکم مکہ کو اس کے خط کا جواب لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"جو شخص اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہے عمل صالح کرتا ہے اور اپنے اسلام کا معترف ہے وہ خدا اور اس کے رسول سے اختلاف کیونکر کر سکتا ہے تم نے مجھے امان بھلائی اور صلہ رحمی کی دعوت دی ہے۔ پس بہترین امان اللہ تعالی کی امان ہے جو شخص دنیا میں خدا سے نہیں ڈرتا خدا قیامت کے دن اسے امان نہ دیگا اس لئے میں دنیا میں خوف خدا چاہتا ہوں تاکہ قیامت کے دن اس کی امان کا مستحق رہوں اگر واقعی تمہاری نیک نیت ہے تو خدا تمہیں دونوں جہان میں جزائے خیر دے۔

جادۂ حق و صداقت میں دوسری قربانی

حضرت حسینؓ مقام حاجز میں پہنچے تو آپ نے قیس بن مسہر صیداوی کو ایک خط دیکر روانہ کیا تاکہ وہ کوفہ والوں کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع دیں۔ ابن زیاد کو اس کا پہلے سے خیال تھا۔ اس نے تمام انتظامات مکمل کر رکھے چنانچہ قیس قادسیہ ہی میں گرفتار کر کے کوفہ بھجوا دیے گئے۔ بد ذات ابن زیاد نے ان کے لئے یہ سزا تجویز کی کہ یہ قصر کی چھت پر چڑھ کر "کذاب ابن کذاب حسین" یہ سب بشتم کریں گالیاں دیں قیس تو پیر جاں نثار بزرگ تھے۔ چند مستثنیات کے سوا بزدل و طوطا چشم کوفی بھی اس بوث سے اپنی زبانیں آلودہ نہ کر سکتے تھے۔ حضرت قیس نے اس حکم کو پوری خاموشی کے ساتھ سنا قصر کی چھت پر چڑھ گئے۔

چھت پر چڑھ کر انہوں نے وہی فرض ادا کیا جس کی ادا کاری پر آپ مامور ہوئے تھے اعلان کیا۔ "لوگو! جگر گوشہ بتول حضرت حسین مخلوق خدا کی بہترین آدمی ہیں وہ کوفہ تشریف لا رہے ہیں۔ میں ان کا ہرکارہ ہوں پیامی ہوں اور تم لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ حاجز تک پہنچ چکے ہیں اس کے بعد انہوں نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے استغفار کیا۔ ابن زیاد کا پارۂ غضب یہ سنتے ہی کھولاؤ کے درجہ تک پہنچ گیا اور جیسا کہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اس جرم کی پاداش میں یہ ایک بلند مقام سے نیچے پھینک دیے گئے اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔

حضرت عبداللہ کو عارفانہ جواب

حضرت عبداللہ بن مطیع سفر مکہ معظمہ میں آپ سے ملے تھے اور کسی حالت میں بھی عراق نہ جانے کی نصیحت کی تھی اب جو آپ بطن رملہ سے آگے بڑھے تو پھر ان کا سامنا ہو گیا یہ اس وقت عراق ہی سے واپس چلے آ رہے تھے دیکھتے ہی پوچھا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ خدا اور اپنے نانا کے حرم سے کیوں باہر نکلے فرمایا عراقیوں نے بہ اصرار مجھے بلایا ہے کہ "معالم حق کو زندہ کیا جائے اور جو بدعات اس عہد میں پھیل گئی ہیں انھیں کوفہ پہنچکر مٹایا جائے۔"

اس جواب سے آپ کے مقصد سفر پر بھی روشنی پڑتی ہے اور جو بد بخت افراد یہ کہا کرتے ہیں کہ آپ کوفہ محض حصول حکومت وہاں لے گیا ان کے مفروضہ کی اس سے پوری تردید ہوتی ہے کیونکہ یہ تو غالباً ضعیف الایمان اشخاص بھی آپ کے متعلق نہیں کہہ سکیں گے کہ آپ مقصد کو چھپا رہے تھے اور کذب بیانی سے (خاکم بدہن) کام لے رہے تھے۔ عبداللہ نے جو یہ الفاظ سنے تو سناٹے میں آ گئے کہ یہ پہلے ہی پیش نظر اندیشوں کی بنا پر آپ کو عراق کی طرف کسی صورت میں بھی نہ بڑھنے کا مشورہ دے چکے تھے۔ بولے حضور یہ کیا غضب کر رہے ہیں خدا کے لئے آپ اس ارادہ کو ترک کیجئے بھول کر بھی اور ہر کار رخ نہ کیجئے اس لئے کہ اگر آپ کوفہ پہنچ گئے تو یقیناً شہید کر دیئے جائینگے۔

اخبار الطوال میں صاف لکھا ہے کہ آپ نے اس کا جواب بھی ویسا ہی دیا جیسا کہ ابوبکر بن حارث کو دیا تھا فرمایا۔ "جو خدا نے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔" اس جواب سے بھی صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ غیبی ہدایت کے مطابق سفر کر رہے تھے اور آپ کو اپنی شہادت کا علم پہلے سے ہو گیا تھا۔

اثنائے راہ کا ایک بصیرت افروز واقعہ

عبداللہ بن مطیع دست تاسف ملتے رہ گئے اور آپ بڑھکر اگلی منزل زرود میں قیام پذیر ہوئے اس منزل پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا سامنے ایک خیمہ نظر آیا استفسار پر معلوم ہوا زہیر بن

یقین کا ہے جو فراغت حج کے بعد کوفہ جا رہے ہیں بلوایا تو جواب تھا کہ میں نہیں آتا اس گستاخی نے انھیں جہنم کے دروازہ پر لا کھڑا کیا تھا لیکن خدا جانے پیدا کرنے والے کو اس بندہ کی کیا ادا پسند آگئی کہ ایک اشارہ ان کے داغ عصیاں کے لئے آب شیریں بن گیا۔ بیوی نے سنتے ہی فرمایا سبحان اللہ اچھے حج کو گئے کہ جو پاس تھا وہ بھی دے آئے۔ ابن رسول اللہ بلائیں اور آپ انکار کر دیں۔ خدا ہی جانتا ہے کہ ان الفاظ میں کیا روح پنہاں تھی کہ جواب دیئے بغیر بیخودانہ اٹھے اور حاضر خدمت ہوگئے۔ آنکھیں چار ہونا تھیں کہ قلب رشک وادیٔ ایمن بن گیا۔ انوار الٰہیہ جگمگا اٹھے الٹے پاؤں واپس لوٹ آئے۔

بیوی سے کہا کہ نیکبخت میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ انگشت بدنداں رہ گئی کہ توصیہ حق کا اچھا صلہ ملا۔ فرمایا کسی تصور و غلطی پر طلاق نہیں دے رہا بات یہ ہے کہ میں مرنے اور جان دینے کا عزم کر چکا ہوں۔ تم اپنے بھائی کے ساتھ گھر چلی جاؤ پھر آپ نے اپنے رفقائے سفر سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم لوگوں میں جو طالب شہادت ہوں میری رفاقت کریں اخبار الطوال میں لکھا ہے کہ ان بزدلوں اور بوفاؤں میں سے ایک بھی تیار نہ ہوا اور سب کے سب کوفہ روانہ ہوگئے اللہ کی دین ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے نوازتا ہے ایک سعادت پا گیا اور باقی بھی اس نے جو گستاخانہ جواب دے چکا تھا اور باقی خدا ہی جانتا ہے کہ کس گوشۂ جہنم کے لئے وقف ہو کر رہ گئے۔

حضرت مسلم کی شہادت کی اطلاع

بہت ممکن کیا اغلب بلکہ یقین ہے کہ زہیر کو بھی بیک نظرہ اب کچھ نظر آگیا ہو جسکے دیکھنے کے بعد پھر اور کسی شے کے دیکھنے کی آرزو ہی باقی نہیں رہتی سب وہم و قیاس زبان پر یک بیک مرنے کا لفظ آجانا بیوی کو طلاق دیدینا اور ساتھ ہو لینا تو یہی ثابت کر رہا ہے۔ ورنہ انھیں یقیناً شہادت لازمی نظر نہ آتی کہ واقعات پر اتنا عبور از خود مشکل کیا غیر ممکن تھا۔ یہاں سے روانہ ہو کر آپ نے مقام ثعلبیہ میں منزل کی باطنی و نیاوی و باطنی اسرار کا تو ذکر نہیں لازماً علم ہو چکا ہو گا مگر بظاہر ابھی تک آپ کو حضرت مسلم رضہ کے انجام کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ یہیں آپ کو حضرت مسلم اور ہانی کی شہادت الیمہ کی اطلاع ہوئی۔ آپ صرف انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر خاموش ہوگئے۔ پھر آپ نے اپنے رفقاء کو سامنے بلایا اور کہا ”دیکھو صورت حالات نے نزاکت اختیار کر لی میں خود تو مڑنے اور ہٹنے والا ہوں نہیں۔ لیکن تم پر زور دیتا ہوں کہ آپ سب لوگ یہیں سے واپس لوٹ جائیے نہ صرف زور دیتا ہوں بلکہ قسم دلاتا ہوں کہ آپ لوگ اب میری رفاقت ترک کر دیں۔ کہ کوفہ کی فضا بدل چکی لوگ بدل چکے زمین و آسمان بدل چکے۔ اب آپ کو کوفہ میں اپنا حامی کوئی ایک متنفس بھی نہ ملیگا کوئی آپ کی بات نہ پوچھے گا اور ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آئیں گے۔

ایک اور روایت ہے کہ عبداللہ بن سلمان اور منذر بن اسمٰعیل نے پہنچکر آپ کو شہادت مسلم رضہ کی خبر سنائی اور ساتھ ہی عرض کیا کہ اب ان حالات میں سفر جاری رکھنا اور آگے بڑھنا ہرگز مناسب نہیں۔ مناسب یہی ہے کہ آپ یہیں سے واپس لوٹ جائیں۔ بشریت سے کوئی انسان خالی نہیں

حضرت مسلم رضہ کی خبر شہادت سنکر کہ یہ آپ کے قوت بازو تھے انتہائی صدمہ ہوا۔ قاصدوں کی گزارش کا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ کیا تو یہ کہ مسلم رضہ کے بھائیوں کی طرف دیکھا بولے ”ہم تو ہرگز واپس نہ ہوں گے تاوقتیکہ اپنے مظلوم اور ناکردہ گناہ بھائی کا انتقام نہ لیں گے۔ یا انہی کی طرح شہید ہو جائینگے“ ہم تو ہرگز واپس نہ ہونگے آپ کا خود بھی منشا تھا فرمایا۔

لاخیر فی العیش بعد ھٰؤلاء اتنے جاں نثار عزیزوں کے بعد زندگی اور جیتے رہنے میں کوئی لطف نہیں۔ یہاں یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آپ واپس ہونا چاہتے تھے مگر حضرت مسلم رضہ کے بھائیوں کے بضد ہو جانے سے آپ مجبور ہوگئے۔ لیکن نہیں یہ تو صرف ظاہری باتیں ہیں۔ آپ کو اصلاً نہ سہی عقلاً سب کچھ معلوم تھا۔ عزیزوں اور بہی خواہوں کے مشورے بڑے سے بڑے سخن فہم اور پختہ کار کو مذبذب کر دیتے اور قدم روکنے کے لئے بہت کافی تھے پھر آپ تو پہلے ہی فرما چکے تھے کہ میں خواب میں اپنے نانا کا حکم پا چکا ہوں مکہ معظمہ میں تو کوفیوں کے انقلاب کے متعلق پھر یقین نہ تھا۔

لیکن فرزدق تو کوفہ ہی سے آرہا تھا اور اس نے صاف کہدیا تھا کہ کوفیوں کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں پھر حضرت عبداللہ بھی عراق ہی سے آرہے تھے اور انہوں نے بھی غیر مبہم الفاظ میں واضح کر دیا تھا کہ آپ کوفہ پہنچے تو یقیناً شہید ہو جائینگے۔ اس پر بھی آپ کا بڑھے چلا جانا آپ کے علم حقیقت پر صاف روشنی ڈال رہا ہے۔

قاصدوں کے قتل کی اطلاع اور ہجوم کی علیحدگی

قافلہ یہاں سے آگے بڑھا اور اب یہ حالت ہوگئی کہ قرب و جوار سے لوگ جوق جوق آتے اور آپ کے ساتھ شریک ہو جاتے اسی طرح آپ زبالہ پہنچگئے۔ یہاں آپ کو حضرت عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی اطلاع ملی جنھیں آپ نے راستے سے حضرت مسلم کے پاس خط دیکر بھیجا تھا حصین بن نمیر کے سواروں نے راستے ہی میں انھیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجدیا۔ اور دینوری کے بیان کے مطابق زبیر کی طرح یہ بھی قصر امارت کی بلندی سے نیچے گرا دیئے گئے اس جرم میں کہ انھیں حضرت حسین رضہ پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا گیا تھا مگر انہوں نے قصر کے بام پر کھڑے ہو کر ابن زیاد پر لعنت بھیجی اور اعلان کیا کہ حضرت حسین تشریف لا رہے ہیں ابن مرجانہ کے مقابلہ میں تم ان کی امداد کرو۔ یہیں آپ کو حضرت مسلم کی وصیت پہنچانے کے لئے ابن سعد کے قاصد ملے۔ اب معاملہ صاف ہو گیا تھا کوفہ کے منخبیم حالات سامنے آچکے تھے۔ شہادت یقینی تھی۔ ہر قدم پر حوصلہ فرسا اور دردناک خبریں موصول ہو رہی تھیں اس لئے آپ نے اپنے تمام رفیقوں اور ساتھیوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا کہ ہمارے داعیوں اور قاصدوں کی شہادت کی اطلاعیں موصول ہو چکی ہیں ہمارے بیعت کرنیوالوں اور ہمارے بلانے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اس لئے میں آپ لوگوں سے صاف کہتا ہوں کہ تم میں سے جو شخص واپس جانا چاہے واپس جا سکتا ہے اس پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ طبری نے لکھا ہے کہ یہ تقریر سنکر وہ لوگ جو راہ میں ساتھ ہوگئے تھے چھٹ گئے اور اب صرف وہی جاں نثار رفیق ساتھ رہ گئے جو مدینہ منورہ سے ساتھ آئے تھے اگلی منزل بطن عقبہ تھی وہاں قافلہ اترا تو ایک شخص نے حاضر

ہوکر استدعا کی کہ وہ خدا کے لئے آپ یہیں سے واپس ہو جائیں کہ آپ پھولوں کی سیج پر سونے کے لئے نہیں بلکہ نیزوں کی انی اور تلواروں کی دھار کا مقابلہ کرنے کے لئے جا رہے ہیں اور صورت بہت خطرناک ہو گئی ہے۔"

اس کا جواب بھی جیسا کہ طبری نے لکھا ہے وہی تھا جو آپ ایسا مشورہ دینے والوں کو ابتدا سے دیتے چلے آرہے تھے جس سے صاف ثابت ہوتا تھا کہ آپ ایک غیبی ہدایت کے مطابق قدم بڑھائے چلے جا رہے ہیں فرمایا "تم جو کہتے ہو میں بھی جانتا ہوں لیکن خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا یعنی آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ شہادت کا تاج آپ کے لئے مقدر ہو چکا ہے آپ کو سب کچھ بتا دیا گیا ہے اور آپ امتثال امر ربانی میں قدم اٹھا رہے ہیں۔

عندلیب چمن رسالت کو پکڑنے کے انتظامات

آخری منازل سفر کے عبرتناک حالات

محرم ۶۱ھ کا خونیں آغاز

قافلہ راہ قطع کرتا ہوا شراف میں اترا اونٹوں کو اور گھوڑوں کو پانی پلاتا ہوا ذی حشم کی طرف مڑا اور دامن کوہ میں خیمہ زن ہو گیا کاروان حسینؓ کی خبر سنتے ہی ابن زیاد نے نہایت سرگرمی کے ساتھ انتظامات شروع کر دیئے تھے اور وہ مقابلہ کی تیاری کے لئے مستعدانہ مصروف عمل تھا۔ اس نے قادسیہ سے لیکر خفان و قطقطانہ اور جبل مصلع تک اپنے سوار پھیلا دیئے تھے جنھیں برابر کمک پر کمک بھیج رہا تھا اور جن کی تعداد دم بدم بڑھتی چلی جاتی تھی آپ کے انتظام کے لئے قدم قدم پر تیز رو سوار متعین تھے جو حضرت حسینؓ کے ورود اور نقل و حرکت کی خبریں لمحہ بہ لمحہ ابن زیاد کو پہنچا رہے تھے سواروں کو حکم دیدیا گیا تھا کہ وہ اس طرح راستہ روکے رہیں کہ کسی طرح بھی حضرت حسینؓ اور کوفہ والوں میں مکاتبت اور نامہ و پیام کا سلسلہ قائم نہ رہ سکے۔

انہی دستوں نے آپ کے قاصدوں کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا جو وقتاً فوقتاً ابن زیاد کے حکم سے شہید ہوتے رہے۔

حر بن یزید تمیمی کی زیر قیادت بھی ہزار سواروں کا ایک دستہ اس خدمت پر مامور کیا گیا تھا کہ وہ قافلہ کو گھیر کر کوفہ لے آئے اور کسی جانب رخ نہ کرنے دے یہ دستے کسی شامی یا سرکاری فوج کے دستے نہ تھے۔ بلکہ ابن زیاد نے ترغیب و ترہیب سے انھیں کوفیوں ہی سے مرتب کر لیا تھا اور وہ انہی بزدلوں اور بیوفاؤں سے بزور شمشیر کام لے رہا تھا گویا ابن زیاد کی جتنی فوج تھی وہ سب کوفیوں پر ہی مشتمل تھی اور جنھوں نے خطوط و پیامات بھیج بھیج کر بلایا تھا وہی نیزے اور شمشیریں لیکر سامنے آرہے تھے۔ حر کے دستے نے بڑھکر حضرت حسینؓ کے قافلہ کے عین محاذ میں قیام کیا۔ ظہر کا وقت ہوا تو اذان کے بعد اور اقامت کے وقت حر کے دستے کے سامنے کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد۔ ایک پرجوش اور بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا جس کے دوران میں اسے مخاطب کر کے کہا کہ:۔

"لوگو! میں خدائے جل و علا اور تم لوگوں سے معذرت خواہ ہوں کہ میں تمہارے پاس خود نہیں آیا بلکہ تمہارا طلبیدہ آیا ہوں اور وہ بھی اس وقت جب تم نے مجھے پیامات پر پیامات بھیجے اور خطوط پر خطوط لکھے کہ ہمارا کوئی امام نہیں آپ آئیے تاکہ خدا آپ کے ذریعہ و وساطت سے صراط مستقیم پر لگا دے اب میں آگیا ہوں اور بالکل قریب پہنچ چکا ہوں اگر تم لوگ مجھے یقین دلا دو اور مجھ سے عہد کرو تو میں مطمئن ہو کر تمہارے ساتھ تمہارے شہر میں چلوں اور اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتے اور بلانے کے بعد تم پر میرا آنا گراں گذرا ہے تو بھی کوئی بات نہیں صاف صاف کہدو تاکہ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں۔"

یہ جو کچھ کہا گیا اتمام حجت کے لئے کہا گیا تاکہ یہ لوگ دنیا اور آخرت میں اپنے فعل و عمل کے لئے کوئی وجہ جواز نہ پیش کر سکیں اور یہ نہ کہہ سکیں کہ حضرت حسین بڑھے ہی چلے آئے آپ نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اگر وہ واپس لوٹنے کا ارادہ کرتے تو ہرگز یہ سلوک ان کے ساتھ روا نہ رکھا جاتا۔ حضرت حسینؓ کی تقریر سنکر کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا تو آپ نے اقامت کا حکم دیا اور حر سے پوچھا میرے ساتھ نماز پڑھو گے یا الگ پڑھو گے عرض کی نہیں آپ کے ساتھ ہی پڑھوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہی اقتداء حر کے لئے آگے چل کر باعث سعادت بن گیا اختتام نماز کے بعد دونوں اپنے اپنے مستقر پر چلے گئے۔

واپسی کا ارادہ اور استحقاق خلافت پر تقریر نماز عصر کے بعد

آپنے یہ تقریر کی کہ لوگو! اگر تم خدا سے ڈرو اور حقدار کا حق پہچانو یہ خدائے عزوجل کی خوشنودی و رضامندی کا موجب ہوگا۔ ان دعویداران خلافت کے مقابلہ میں جو تم پر ظلم و زیادتی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں اور جو خلافت کا کوئی استحقاق نہیں رکھتے ہم اہل بیت خلافت کے حقیقی مستحق ہیں لیکن اگر تم ہمارا حق نہیں پہچانتے اور تمہیں ہمارا یہاں آنا ناگوار ہے اور تمہاری رائے اس رائے سے مختلف تھی جو تمہارے خطوط اور تمہارے قاصدوں سے ظاہر تھی تو کوئی بات نہیں میں واپس لوٹنے کے لئے تیار ہوں۔

حر کے استعجاب و استفسار پر آپ نے خطوط و مکاتیب سے لبریز دو تھیلے اس کے سامنے الٹوا دیئے جسے دیکھکر بولا ہمارا اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہیں تو ابن زیاد کی طرف سے اس خدمت پر مامور کیا گیا ہے کہ جس جگہ بھی آپ ہمیں مل جائیں ہم وہاں سے آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں اور آپ کو گھیر کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں۔ اس پر آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ تمہاری موت اس سے زیادہ قریب ہے۔ یہ کہکر آپ نے کاروان اہل بیت کو لوٹانا چاہا۔ مگر حر نے مزاحمت کی۔ آپ نے فرمایا تیری ماں تجھے روئے تو کیا چاہتا ہے حر نے کہا کہ اگر آپ کے سوا اور کوئی مجھے ان الفاظ سے مخاطب کرتا تو میں یقیناً اسے برابر کا جواب دیتا لیکن قسم ہے خدائے عزوجل کی آپ کی ماں کا نام میں ہمیشہ عزت سے لیتا ہوں اور لوں گا۔ فرمایا پھر منشا کیا ہے بولا ابن زیاد کے پاس چلئے فرمایا یہ تو نہیں ہو سکتا تو بولا کہ میں آپ کو چھوڑ بھی نہیں سکتا چند جملوں کے تبادلہ کے بعد حر نے کہا کہ مجھے آپ سے مقابلہ کا حکم نہیں دیا گیا صرف ابن زیاد کے پاس پہنچانے کا حکم ہے اس لئے آپ یہاں سے کوئی ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ جاتا ہو اور نہ

مدینہ منورہ پہنچتا ہو۔ میں برابر آپ کے ساتھ ساتھ رہوں گا۔ اس دوران میں میں تو ابن زیاد کو لکھتا ہوں آپ یزید کو لکھیے شاید خدائے تعالے کوئی بہتر صورت پیدا کرے اور میں اس آزمائش سے بچ جاؤں۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اس پر حضرت حسینؓ نے عذیب اور قادسیہ کے بائیں جانب ہٹکر چلنا شروع کر دیا اور حر بھی ساتھ ساتھ ہو لیا۔ یہ پہلا موقعہ ہو کہ آپ نے حر کے سامنے فرمایا کہ ہم امویوں کے مقابلہ میں خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، دوسرے آپ نے آج تک اپنے کاروان کو واپس لوٹنے کا بھی حکم دیدیا حضرت مسلم کی شہادت کی خبر سنکر تو آپ نے حضرت مسلم کے بھائیوں کی طرف دیکھا تھا ارادہ کا کوئی اظہار نہ کیا تھا صرف اتنا فرماکر خاموش ہوگئے تھے کہ ان جانثاروں کے بعد زندگی بے لطف ہوگی۔ لیکن بطن عقبہ میں آگے بڑھکر ایک بزرگ کے سمجھانے پر آپ نے واپس جانے سے قطعًا انکار کیا اور فرمایا کہ میں سب کچھ جانتا ہوں مگر خدا کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا لیکن ذی حشم میں آپ حر کی قطعی گفتگو کے بعد کاروان کو لوٹانا چاہتے ہیں اور نہیں لوٹانے دیئے جاتے یہ صرف ظاہر و باطن کا فرق ہے اور کچھ نہیں۔

جگر گوشہ بتولؑ کے موثر و بصیرت افروز ارشادات

آگے بڑھکر مقام بیضہ میں آپ نے ایک نہایت معرکہ آرا اور پرجوش تقریر کی اور فرمایا:-

"لوگو! خدا سے ڈرو اور سنو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ایسے بادشاہ اور فرمانروا کو دیکھا جو خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ فرمانروائی کر رہا ہو، ظالم ہو سنت رسول کا مخالف ہو، خدا کا عہد توڑ رہا ہو، محرمات الٰہی کو حلال کر رکھا ہو اور پھر اس دیکھنے والے کو اس پر قولًا اور عملًا غیرت نہ آئی اس نے اسے بچانے اور روکنے کی کوئی سعی نہیں کی تو رب قدیر کو حق ہے کہ وہ اس فرمانروا کی جگہ اسے جہنم میں جھونکدے۔ دیکھو متنبہ رہو ہوشیار اور خبردار ہو جاؤ کہ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت و پیروی اختیار کرلی ہے اور خدائے رحمٰن کی فرمانبرداری ترک کر رکھی ہے حدود الٰہی کو بیکار کر دیا ہے ملک میں فساد پھیلا رکھا ہے۔ مال غنیمت میں شرعی حصہ سے زیادہ حصہ لیتے ہیں اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر دیا ہے اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر رکھا ہے اس لئے مجھکو اس پر غیرت ہونے کا زیادہ حق ہے مجھ تک تمہارے خطوط بھی پہنچے اور پیامات وقاصد بھی تم نے اس امر پر بیعت بھی کرلی کہ تم مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے لہذا میں پھر کہتا ہوں کہ اگر تم بیعت پوری کروگے تو راہ راست اختیار کروگے۔ تمہیں جانتے ہو کہ میں علی اور فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند ہوں میری جان تمہاری اپنی جانوں کے برابر اور میرے اہل تمہارے اپنے اہل کے برابر ہیں۔ میری شخصیت تم لوگوں کے لئے نمونہ ہے۔ دیکھو اگر تم ایسا نہ کروگے اپنا عہد توڑ ڈالو گے۔ بیعت شکست کردو گے تو اپنی عمر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ تمہاری ذات سے یہ امر کچھ بعید ہوگا اور نہ اسے کوئی تعجب انگیز فعل تصور کیا جائے گا اس لئے کہ یہ کوئی نئی بات نہ ہوگی۔ اس سے پہلے تم میرے محترم باپ میرے بزرگ بھائی اور جانثار ابن عم کے ساتھ بھی تو ایسا ہی کر چکے ہو۔ واقعی جو تمہارے فریب میں آگیا وہ فریب خوردہ ہے تم تو خود اپنے فعل و عمل سے اپنا حصہ ضایع کر چکے ہو۔ کوئی شخص ہو جو عہد شکنی کرتا ہے وہ گویا اپنی ذات سے عہد توڑتا ہے۔ وہ وقت دور نہیں کہ مجھے خدا تمہاری امداد سے بے نیاز کر دیگا۔"

یہ تقریر کتنی موثر کتنی دلنشیں کتنی معرکہ آرا اور کتنی پر درد اور بصیرت افروز تقریر تھی۔ اگر دلوں میں ایمان کا ایک ذرہ بھی باقی رہ گیا ہوتا تو سننے والے سنتے ہی اسے تڑپ اٹھتے اور آپ کے قدموں پر آگرتے مگر ان کے آشیانہ ہائے قلب تو طائر ایمان سے خالی ہو چکے تھے کچھ بھی اثر نہ ہوا۔

جنگ کروگے تو قتل کردیئے جاؤگے

کہا تو حر نے اتنا کہا کہ میں آپ کو خدا یاد دلاتا ہوں اور کہے دیتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اگر آپ نے جنگ کی اور لڑنے اور مقابلہ کرنے کے لئے ہتھیار اٹھائے تو آپ یقینًا قتل کر دیئے جائینگے۔

اپنے نانا کی امت سے نواسہ یہ الفاظ سنکر اور اپنے قتل کا نام سنکر محو تعجب بن گیا اور بنجانا چاہیے تھا کہ دنیا میں یہ وقوع پذیر ہونے والا واقعہ اپنی نوعیت میں ایک یکتا واقعہ تھا کیونکہ جس سے محبت کی توقع ہو وہی عداوت پر کمربستہ ہو جائے تو رنج اور حیرت کے دوگونہ جذبات کا پیدا ہونا ناگزیر ہے اسی لئے آپ نے فرمایا کہ کیا تمہاری شقاوت اس حد تک بھی پہنچ سکتی ہے کہ تم اور کسی کو نہیں مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کرو اور تم مجھے موت سے ڈراتے ہو۔ اس پر میں اس کے سوا اور کوئی جواب دے ہی نہیں سکتا کہ جواب میں اسی الفاظ کا اعادہ کر دوں جو اسی کے چچیرے بھائی نے اوسی سے اس وقت کہے تھے جب اوسی نے انھیں قتل سے ڈرا کر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ساتھ دینے سے روکا تھا اور کہا تھا کہ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کو گئے تو قتل کر دیئے جاؤ گے اس پر اوسی نے صرف یہ شعر پڑھ دیا تھا۔

سامضی وما بالموت عار علی الفتیٰ　　اذا ما نوی خیرا و جاهد مسلما

"یعنی میں عنقریب روانہ ہونے والا ہوں۔ موت جوانمرد کے لئے ننگ و عار کا باعث نہیں اس صورت میں کہ اس کی نیت نیک ہو اور وہ مسلمانوں ہی کی طرح جہاد کرے۔" حر یہ جواب سنکر مبہوت رہ گیا کوئی لفظ اس کی زبان سے نہ نکل سکا اور اب تک تو وہ برابر آگے جا رہا تھا مگر اب ہٹکر چلنے لگا۔

ابن عدی کی پیشکش اور غیبی اشارہ

جب آپ عذیب الہجانات میں پہنچے تو آپ کو وہ چار سوار اصحاب آتے ہوئے نظر آئے جنھیں آپ نے کوفہ کے حالات کا پتہ لگانے پر مامور کیا تھا۔ حر نے روکنا چاہا تو فرمایا کہ ان کی حفاظت مجھپر فرض ہے روکو گے تو میں جنگ کروں گا یہ آگے بڑھے اور عرض کی کہ ابن زیاد نے عائدو اشراف کوفہ کو بیش قرار رشوتیں دی ہیں تھیلیوں کے منہ کھول رکھے ہیں جس کی بنا پر وہ سب کے سب آپ کے خلاف متحد ہو چکے ہیں عوام کے قلوب ضرور آپ کے ساتھ ہیں لیکن کل یہ بھی شمشیر بکف آپ کے مقابلہ پر ہوں گے۔ اس کے بعد قاصدین نے آپ کو قیس بن مسہر کی شہادت کا حال معلوم ہوا جس پر آپ کے بے اختیار آنسو نکل آئے اور پھر ان کے لئے مغفرت کی دعا کی۔

طرماح بن عدی نے کہا کہ آپ کے مقابلہ کے لئے کوفہ میں میں نے اتنا بڑا لشکر دیکھا جس سے بڑا لشکر اس سے پیشتر کبھی نہ دیکھا گیا تھا خدا کے لئے آگے نہ بڑھئے

اگر کسی محفوظ مقام کی تلاش ہے تو آپ ہمارے پاس دامن کوہ میں چلکر قیام کیجئے خدا کی قسم یہ پہاڑ ایسا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہم نے سلاطین غسان و حمیر و نعمان بن منذر اور تمام ابیض و احمر کو روکا ہے جو ہمارے یہاں آیا ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوا ہے۔ وہاں دس دن کے اندر اندر آپکے گرد بیس سوار اور پیادوں کا ہجوم ہو جائیگا۔ بیس ہزار تو طائی بہادر ہی آپ کی نصرت و پناہی کو ہر وقت موجود ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی روانگی سے پیشتر آپ کو اسی بناء پر یمن جانے کا مشورہ دیا تھا۔ آپنے فرمایا کہ خدا انھیں اور تمہاری قوم کو جزائے خیر دے میں عہد کو نہیں توڑ سکتا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ طرماح دوبارہ امداد کا عہد کر کے اہل و عیال سے ملنے وطن چلے گئے اور اس وقت واپس ہوئے جبکہ آپ شہید ہو چکے تھے اس لئے راستہ ہی سے واپس لوٹ گئے۔

قصر بنی مقاتل کی منزل میں آپکے صاحبزادے نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ دی کہ ہم شہید ہو جائینگے۔ لیکن اسلئے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ ہمیں موت جو آرہی ہے وہ حق کے راستے میں آرہی ہے۔

ارض نینوا میں کاروان اہلبیت کا قیام

قتل و شہادت کی ہنگامہ خیز تیاریاں

ابن زیاد کا شقاوت آمیز بیان

اِدھر کاروان اہل بیت ارض نینوا میں اترا جو ایک مشہور اور تاریخی مقام ہے اُدھر ابن زیاد کا فرمان حر کو ملا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ حسینؑ کو محاصرہ میں لیکر کسی ایسے میدان میں اترنے پر مجبور کرو جو غیر محفوظ ہو بے آب و گیاہ ہو اور جہاں کسی قسم کی کوئی امداد بھی انھیں نہ مل سکے حر نے فرمان سنا کر اسی طرح کے میدان طلب پہنچا دینا چاہا۔ قافلہ والوں نے کہا کہ تم ہم سے کوئی تعرض نہ کرو ہم خود نینویٰ غاضریہ یا شفیقہ میں سے کسی ایک جگہ کو منتخب کر کے وہاں فروکش ہو جائینگے۔ حر نے کہا کہ میرے ساتھ جاسوس لگا ہوا ہے میں ایسا نہیں کر سکتا اس پر زہیر بن قین نے عرض کی حضور ابھی تو مقابلہ آسان ہے ورنہ اس کے بعد بکثرت افواج مقابلہ پر آجائینگی ہمیں آپ اجازت عطا فرمائیں۔

ارشاد فرمایا:۔ میں اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا ہرگز نہ کروں گا۔ عرض کی اتنی ہی اجازت دیجئے کہ ہم کو سامنے والے قریہ ہی میں ٹھہرنے کی اجازت دیجئے کہ وہاں ساحل فرات بھی ہے اور استحکامات بھی مزاحمت کریں گے تو ہم بھی ان کا مقابلہ کرینگے۔ آپ نے اجازت نہ دی۔ قافلہ نینوی کے چٹیل میدان میں اتر گیا۔ یہی جگہ کربلا کہلاتی ہے یہاں کے قیام کے متعلق متعدد روایات ناگوار و مشہور ہیں ایک روایت یہ ہے کہ:۔

"آپ کا گھوڑا اس مقام پر پہنچکر یکایک رک گیا۔ اڑ گیا۔ اتر کر مٹی سونگھی اور جیب سے مٹی نکال کر رنگ ملایا پھر فرمایا خدا کی قسم یہی کرب و بلا والی زمین ہے یہی وہ زمین ہے جہاں ہمارے مردوں کے خون بہائے جائینگے، عورتیں بیوہ ہونگی ہماری قبریں بنیں گی یہیں سے قیامت کے روز اٹھائے جائینگے اور یہی وہ زمین ہے جس کے متعلق تمام واقع ہونے والے امور و حوادث کی خبر میرے محترم نانا پہلے اور بہت پہلے دے چکے ہیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آپنے فرمایا کہ "یہی وہ جگہ ہے جہاں میرے حرم و قیدی اسیر ہوں گے۔ خدا کی قسم یہیں میرے بچے ذبح کئے جائینگے یہی جگہ ہماری قبروں کی جگہ ہوگی۔ یہی مقام ہمارے نشر و حشر کا مقام ہوگا یہیں ہمارے اعزا و اقارب ذلیل و خوار ہوں گے۔ میری شہ رگ کاٹی گی یہیں میری ڈاڑھی خون میں لت پت ہوگی یہیں ملائکہ میرے نانا اور میرے والدین سے تعزیت کریں گے۔ اسی کا وعدہ میرا رب کر چکا ہے اور وہ کبھی وعدے کے خلاف نہیں کیا کرتا"۔

میدان کربلا کی وحشت ناکی

آپ ساحل فرات کے قریب پہنچ چکے تھے بہ آسانی محفوظ اور سرسبز مقام پر لب فرات خیمہ زن ہو سکتے تھے مگر جنگ کے خیال سے ہٹ آئے تاکہ ابتدائے جنگ کا الزام آپ پر عائد نہ ہو سکے اور وہیں خیموں کے نصب کئے جانے کا حکم دیا۔

خیموں کی ترتیب یہ رکھی گئی کہ سب سے پہلے اہل بیت اطہار کے خیمے نصب کئے گئے اور اس کے بعد آپ کے اعزا و اقربا کے پھر اعوان و انصار کے اس کے بعد دوسری ضروریات کی چھولداریاں نصب کی گئیں چاروں طرف خندق کھود کر اس لئے اس میں آگ روشن کر دیگئی تاکہ شیاطین صفت دشمن حرم تک نہ پہنچ سکیں دروازہ صرف ایک ہی رکھا گیا خیمے سب قریب ہی قریب نصب کئے گئے تھے تاکہ ان میں آسانی و عجلت کے ساتھ آمد و رفت کا سلسلہ قائم رہ سکے۔

جس میدان میں یہ خیمے نصب ہوئے تھے ایک تپتا ہوا ریگزار تھا دور دور تک کسی درخت اور سبزہ کا نشان تک نہ تھا نہ سایہ تھا نہ پانی نہ پرند نظر آتے تھے نہ چرند۔ پانی کا قحط۔ سایہ کا فقدان، گھاس عنقا، زمین تپی ہوئی ریت جھلسا ہوا آسمان گرم ہر طرف ایک ہو کا عالم تھا۔ جس طرف نظر اٹھتی تھی ریگ کے بے ہیئت اور مختلف شکلوں میں بلند ٹیلوں کے سوا اور کچھ نظر ہی نہ آتا تھا چاروں طرف اداسی ہی اداسی تھی سینوں میں دل گھبرا رہے تھے کلیجے منہ کو آرہے تھے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان پردگیان عفاف اور زنان حرم کے دلوں کا کیا عالم ہوگا جو تمام واقعات سے بھی باخبر تھیں اور چند ہی روز میں اپنے باپوں بھائیوں اور شوہروں اور بیٹوں کے دامنوں سے جدا ہوکر لاوارث بننے والی تھیں آخر ضبط نہ ہو سکا تو حضرت زینبؑ اور حضرت ام کلثومؑ اور حضرت سید سجادؑ کی والدہ محترمہ حضرت ربابؑ کے آنسو نکل آئے غم و ہراس سے تڑپا تو چیخیں بھی نکل آئیں آپ فوراً سب کے پاس گئے اور تلقین کی کہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

ہاں روئیں اہل بزم کہ رونیکی جا ہے اب — طبع رسا شناور بحر بکا ہے اب
بیچین غم سے روح رسول خدا ہے اب — ذکر مصائب شہ گلگوں قبا ہے اب
یثرب سے موت کھینچ کے مقتل میں لائی ہے
خاک ابن بو تراب کو جنگل میں لائی ہے

اعزا و انصار کی قوت

حر نے ابن زیاد کو اسی وقت تیز گام قاصد کے ذریعہ اطلاع دی کہ میں نے فرمان کی

تعمیل کا حکم کردیا اور حسین کو فرات سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک چٹیل میدان میں اترنے پر مجبور کردیا۔ یہاں یہ امر بھی واضح کردینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوفہ سے صرف دس میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ ۲ محرم الحرام کو آپ یہاں آپ خیمہ زن ہوئے تھے قافلہ میں ۷۲ نفوس قدسی تو اہل بیت اطہار اور ان کے اعزا و اقارب سے متعلق تھے اور ایک سو چالیس اعوان و انصار تھے ابن زیاد کو لمحہ بہ لمحہ خبریں پہنچ رہی تھیں چنانچہ ابن زیاد کو اس کی اطلاع ملی اس نے بڑی مستعدی سے کام شروع کردیا ایک طرف تو انعامات کی بارش شروع کردی خزانہ کا منہ کھول دیا اور دوسری طرف کوفہ میں منادی عام کرادی کہ جو شخص بھی حسینؓ کا سر کاٹ کر لائے گا اُسے دولت دنیا سے مالا مال کردیا جائے گا۔ ساتھ ہی مسجد میں پہنچکر اجتماع عظیمہ میں ایک پر جوش تقریر کی جو یزید کی تعریف اور بہتر خدمات انجام دینے والوں کے لئے خوشخبری پر مشتمل تھی۔ مقصد یہ تھا کہ کہیں کوفہ والے حضرت حسین کے ساتھ نہ ہو جائیں۔

ابن سعد کو بھانجے کا مشورہ

طبری نے لکھا ہے کہ حضرت حسین کے مقابلہ پر بھیجی جانے والی فوج کی افسری کے لئے ابن زیاد کا انتخاب کیا جو اس وقت رے کا حاکم بناکر دیلم کی سرکوبی کے لئے بھیجا جاچکا تھا۔ اس انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ ابن زیاد کو اب تک کوفیوں سے اندیشہ تھا کہ وہ کہیں عین مقابلہ کے وقت حضرت حسینؓ کے مسلمہ تقدس و عظمت سے متاثر ہو کر آپکے ساتھ نہ ہو جائیں۔ ایک عمرو بن سعد ہی اسے ایسا شخص نظر آیا جس کا اثر تمام کوفہ پر محیط تھا اس لئے کہ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح ایران کا بیٹا تھا جنہوں نے نہ صرف کوفہ آباد کیا تھا بلکہ عرصہ تک اس کے گورنر بھی رہ چکے تھے۔ دولت و جائداد میں بھی ریاست کا منصب رکھتا تھا اور قریشی النسل تھا۔ دور کی قرابت بھی تھی اس نے تاڑ لیا تھا کہ ان اوصاف کے باوجود بھی اس میں حرص کا مادہ ہے اگر یہ قابو میں آگیا تو ایک ساتھ میں الزام سے بری ہوں گا کہ آپ کے مقابلہ پر ایک قریشی اور آپ کا عزیز ہی گیا۔ لوگ بھی سمجھیں گے کہ جب ابن سعد آپ کا عزیز ہو کر مقابلہ پر نکلا ہے تو آپ سے لغزش و غلطی ضرور کچھ ہی ہوگی۔ اور اس جنگ کو حق کی جنگ ہی سمجھا جائے گا۔ یہ اپنے اثر سے فوج کو قابو میں بھی رکھ سکیگا۔

ابن زیاد نے درمیان راستے سے ہی اُسے بلا لیا اور حکم سنایا تو بولا خدا امیر پر رحم کرے مجھے تو اس خدمت سے معاف ہی رکھا جائے۔ ابن زیاد نے کہا بہتر ہے تو رے کی حکومت میں کسی اور کے سپرد کر دوں گا۔ یہ تھا وہ نشتر۔ مقتدر ہو جانے کے باوجود حریص۔ یہ سنتے ہی گھبرا گیا اور سوچنے کی مہلت طلب کرلی۔ دوستوں اور عزیزوں سے جو مشورہ کیا تو اس کی تائید کون کرتا خوف زدہ تو سب تھے مگر اس مقابلہ کو اچھا بھی نہ سمجھتے تھے خود کا بھانجے حمزہ بن مغیرہ نے کہا کہ:۔

"ماموں جان! میں آپ کو خدا کی قسم دلا کر کہتا ہوں کہ آپ اس معصیت عظیم سے اپنا دامن آلودہ نہ کریں۔ اس گناہ کا بار اپنے سر پر نہ لیں قطع رحم نہ کریں آپ کی تو قرابت بھی ہے۔ اگر آپ مال و حکومت تو ایک طرف ساری دنیا اور دنیا کی آسائشوں سے بھی محروم کردیئے جائیں تو بھی اس سے بہتر ہے کہ آپ خدا کے سامنے اس حالت میں پیش ہوں کہ آپ کے ہاتھ حضرت حسینؓ کے خون سے آلودہ ہوں"۔

بدبخت نے جواب دیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد عمار بن عبداللہ بن یسار ابن سعد کے پاس گئے اور اس کی زبان سے یہ الفاظ سن کر کہ میں نے مقابلہ پر جانے سے انکار کردیا فرمایا خدا تمہیں جادۂ مستقیم پر چلنے کی ہدایت دے پھر کبھی مقابلہ پر جانے کا خیال نہ کرنا۔" پھر یہ سنکر کہ ابن سعد مقابلہ پر جانے کی تیاریاں کر رہا ہے دوبارہ گئے تو ابن سعد نے منہ پھیر لیا اور یہ مایوس ہو کر واپس چلے آئے۔ لکھا ہے کہ لوگوں نے اس پر اعتراض کئے تو آخر میں اس نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ:۔

حرص حکومت میں جہنم سے بے پروائی

"میں دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے متعلق پس و پیش میں پڑا ہوں یا تو حسین کو قتل کروں اور یا ملک رے کی حکومت چھوڑ دوں پس اگر وہ لوگ سچے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہر توبہ کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔ تو میں اس کے بعد توبہ کرلوں گا۔ اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو میں کم از کم دنیائے دنی کے حاصل کرنے میں تو ضرور ہی کامیاب رہوں گا۔ ملک عقیمہ ہے وہ کسی کا بھی پاس نہیں کیا کرتا۔ خوب سمجھ لو دنیا ایک نقد سودا ہے اور کوئی ذی عقل انسان نقد کو شبہ کے عوض فروخت نہیں کرسکتا۔ جنت کے متعلق یقینی بات نہیں شبہ ہے کہ ہے یا نہیں ملے یا نہ ملے کسی نے دیکھا نہیں۔ مگر دنیا تو دیکھی بھالی چیز ہے نقد سودا ہے اسی کو اختیار کرتا ہوں"۔ کسی ایرانی شاعر نے بھی فارسی میں ابن سعد کے ان خیالات کا خلاصہ پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے ؎

سزائے قاتل او دوزخ است میدانم ؎ کہ این چنیں عمل آرد خدائے را بغضب
ولے چو می نگرم ملک رے و حکومت آں ؎ ہمی رود ز دلم خوف نار ذات لہیب

یہ بھی لکھا ہے کہ عمرو بن سعد نے کہا کہ اس گورخر سے جو فلک پر ہے اور کل ملنے والا ہے وہ کلنگ بہتر ہے جو سامنے ہے اور فوراً مل سکتا ہے۔

غرض اس بدبخت نے جو حضرت سعد بن وقاص جیسے جلیل القدر عادل جنتی صحابی کا فرزند تھا گناہ عظیمہ کو گناہ سمجھتے ہوئے بھی گناہ کو اختیار کیا اور محض حکومت رے کی حرص میں نواسہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گلو تراشی کے لئے تیار ہوگیا۔ یہ واقعہ تاریخ کا ایک بہت عبرت انگیز واقعہ ہے اور اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو خدا کے غضب سے ہر وقت ڈرتا رہنا چاہیے اور اپنے اعمال اور بزرگوں کے تقدس پر کبھی مغرور نہ ہونا چاہیے۔ ابن سعد سے زیادہ مشرف و سعید کون تھا صوم و صلوٰۃ کا پابند نیک کردار۔ نیک نہاد، دولتمند، بہادر اور ایک جلیل القدر صحابی کا فرزند جو عشرہ مبشرہ میں تھے۔ قرابت نبوی کے شرف سے ممتاز مگر شیطان کے ایک اشارہ اور نفس امارہ کے ایک امر اور دنیائے دنی کی ایک حرص نے اسے ایک مکروہ ترین معصیت و اقدام پر آمادہ کردیا۔

پھر اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ بدی میں انسان کے لئے کبھی خیر نہیں ہوتی۔ بدی اور گناہ کتنے ہی دلفریب رنگ و روپ میں سامنے آئیں اور

بظاہر ان میں کتنا ہی فائدہ نظر کیا آئے ہو بھی جائے مگر یہ چند روزہ ہوتا ہے اور اکثر اوقات تو متصورہ نفع موجودہ کو بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ ابن سعد کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا تھا اگر وہ اللہ کے لئے اس سے باز رہتا تو اللہ اسے اس سے بھی ہزار چند دیتا لیکن اس گناہ عظیم کے ارتکاب کے بعد اسے خاک بھی نصیب نہ ہوا چھ سال کے بعد اس کی جان بھی گئی گھر در لٹ گیا، کتوں جیسی موت نصیب ہوئی لعنت کا ابدی طوق گلے میں پڑا اور دنیا کے لالچ میں اس نے دنیا و دین دونوں ہاتھ سے کھوئے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ابن سعد نے ابن زیاد سے کہا اچھا میرے بعد اشراف کوفہ کو بھیجئے مگر قطعاً انکار ہوا اور صاف کہا کہ میں تمہاری رائے کی پابندی نہیں کر سکتا جاتا ہے تو جاؤ ورنہ فرمان واپس کر دو مجبوراً تیار ہو گیا۔

کوفہ کے سفاک نور عین پیغمبر کے مقابلہ پر

ظلم و شقاوت کی انتہا

واپسی پر آمادگی اور بیعت پر اصرار

محرم سنہ ۶۱ھ کی تیسری تاریخ کو ابن سعد چار ہزار کی فوج کا لشکر لئے ہوئے میدان نینوی میں پہنچ گیا اس کے بعد کچھ اور سوار بھی کمک کے لئے بھیجے گئے۔ سرداران فوج میں سنان بن انس، حصین بن نمیر شمر ذی الجوشن، عبداللہ بن الحصین خولی، ابن یزید اصبحی، عزرہ بن قیس شبث بن ربعی، محمد بن اشعث، یزید بن رکاب الکلبی، اور نصر بن حرشہ جیسے مردودین ازلی کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ یہ سب ابن سعد کی زیر کمان تھے اور سب نے جنگ میں خوفناک اور جہنمی پارٹ ادا کیا۔ جاتے ہی ابن سعد مقصد ورود دریافت کرنے کے لئے عزرہ اور اس کے انکار کے بعد دوسرے سرداروں کو بھیجنے کی سعی کی لیکن مشکل یہ تھی کہ کوئی جانے پر تیار نہ ہوتا تھا اس لئے کوئی ایسا نہ تھا جس کے خطوط بلانے کے لئے نہ گئے ہوں۔ پوچھیں تو کس منہ سے۔

آخر بدذات کثیر بن عبداللہ شعبی تیار ہو گیا جو ایک شریر اور شیطان صفت آدمی تھا۔ یہ گیا مگر چونکہ یہ مسلح حیثیت میں گفتگو کرنے پر سفاکانہ اصرار کر رہا تھا اس لئے واپس ہونا پڑا۔ پھر ایک سلجھا ہوا اور سنجیدہ شخص قرہ بن سعد حنظلی بھیجا گیا سلام کے بعد پیغام پہنچایا فرمایا تمہارے ہی شہر والوں نے مجھے بلایا ہے اب اگر تمہیں میرا آنا ناگوار گذرا ہے تو میں واپس جانے کو تیار ہوں ابن سعد یہ سنکر خوش ہوا اور توقع ہوئی کہ اب اس گناہ سے بچ جائے گا اور رے کی حکومت بھی ہاتھ سے نہ جائیگی۔ ابن سعد نے فوراً ابن زیاد کو لکھا۔ اگر اس وقت اس کی فطرت بد آڑے نہ آجاتی اور اس کے قلب میں ایمان کا کوئی ذرہ بھی باقی رہ گیا ہوتا تو وہ اس مصالحانہ پیشکش کو معاً قبول کر لیتا۔ لیکن یہ لعین تو جہنم کا ایندھن بننے کا تہیہ کر چکا تھا جواب میں لکھا کہ تم پہلے حسین اور ان کے تمام رفقاء سے یزید کی بیعت لو اس کے بعد غور کیا جائے گا اس کا صاف مطلب جنگ تھا اس لئے کہ وہ خوب جانتا تھا کہ حضرت حسینؓ دب کر اس ذلت کے ساتھ کبھی بیعت کرنے والے نہیں جنہوں نے امیر معاویہ اور یزید ہی کے حکم پر بیعت نہ کی تھی نہ اب ابن زیاد کے حکم کو کیا خاطر میں لانے والے تھے۔

طبری کے بیان کے مطابق یہ جواب ایسا تھا کہ ابن سعد بھی کہہ اٹھا افسوس ابن زیاد امن و عافیت کا طالب نہیں اور یہ خود شعلے بھڑکانا چاہتا ہے۔

آل رسولؐ پر امت رسول کی طرف سے پانی بند

جواب ملنے سے پیشتر ہی دوسرا حکم پہنچا کہ حسینؓ اور ان کے رفقاء پر فوراً پانی بند کر دو اسی طرح جس طرح انہوں نے متقی روزگار امیر مظلوم عثمان کے ساتھ کیا تھا اور پانی بند کر دیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ بد ذات جو کچھ کر رہا تھا سیاسی حیثیت سے نہیں کر رہا تھا بلکہ اس کے قلب میں عداوت بنو ہاشم کے جہنمی شعلے بھڑک رہے تھے۔ بنو امیہ کا نمائندہ بنکر سرِ بلد بنو ہاشم سے انتقام لینا چاہتا تھا اور جس تکلیف و اذیت میں حضرت عثمان کی شہادت ہوئی تھی اس سے کہیں زیادہ اذیتوں اور جبرہ دستیوں کے ساتھ یہ آپ کو شہید کرنے پر تلا ہوا تھا اور مقصد قیام امن نہیں انتقام اور محض انتقام تھا عداوت بنو ہاشم نے اسے اندھا بنا دیا تھا اور یہ مصالحت کو پسند ہی نہ کرتا تھا۔

ابن سعد کو تعمیل حکم کرنی پڑی جس نے فرات پر پانچسو سواروں کا ایک دستہ متعین کر کے ساتویں محرم سے اہل بیت اطہار پر پانی بند کر دیا۔ اللہ اللہ اس دنیا میں بھی کیسے کیسے شقی ازلی اور قسی القلب لوگ موجود ہیں۔ دیکھنے والوں سے دشمن کی تکلیف بھی نہیں دیکھی جاتی چہ جائیکہ بچے اور عورتوں کو تشنہ لب رکھکر تڑپایا جائے اور وہ بھی وہ جو اس فلک نیلگوں کے نیچے بہترین خلائق ہستیاں تھیں۔ ابن زیاد کی شقاوت پھیل کر تمام لشکر پر محیط ہو گئی تھی کہ لخت جگر رسول اکرم اور ان کے خاندان والوں کو پیاس سے جاں بلب دیکھکر ترس آتا تو کجا ایک شیطان الانس عبداللہ ابی حصین شامی آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے حسین دیکھتے ہو کہ پانی کیسا آسمان کے جگر جیسا جھلک رہا ہے، لیکن خدا کی قسم اس میں سے تمہیں ایک قطرہ بھی نہ ملنے دیا جائے گا اور اسی طرح پیاس سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ دو گے۔

بعض لوگوں کو کہتے اور اکثر افراد کو غور کرتے دیکھا اور سنا ہے کہ خدائے قدوس جیسے رحمٰن و کریم کی شفقتوں سے تو یہ بہت بعید تر تھا کہ وہ اپنے عاجز بندوں کے جلانے اور انھیں اس میں بھوننے کے لئے دوزخ کے وجود کو پیدا کرتا لیکن کوئی ہمیں بتائے کہ ابن زیاد اور عبداللہ کا یہ جرم اور یہ کمینہ مطاعن و اعمال جہنم کے وجود کو حق بجانب ثابت کر رہے یا نہیں جو دو پہر لیں پر رحم نہ کرنا تو کجا انتہائی سے انتہائی شاندار اور صاعقہ انداز بولیں ہماری اپنی گراہ پر اٹھتے لگائیں اور آہ پر آوازیں کسیں ان شیاطین کے لئے کونسی سزا تجویز کی جائے ایک طرف تو بچے جھلستی ہوئی فضا میں پیاس سے تڑپ رہے ہیں اور دوسری طرف یہ طعنہ دیا جا رہا ہے۔ جنگل کے درندے اور دشت بیاباں کے اژدہے بھی وہ نہیں کر سکتے جو شقی القلب انسان اپنے ہی جیسے انسانوں پر روا رکھا کرتے ہیں۔

پانی کیلئے حضرت عباسؓ کا شجاعانہ اقدام

گو شت پوست کا انسان احتیاج ضروریہ سے جیتے جی ہرگز بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ضبط ہو سکتا ہے مگر وہ بھی تک جہانتک کہ طاقت انسانی اس کا ساتھ دے سکے حسینی لشکر بھی آخر انسانوں

ہی پر مشتمل تھا اس پر بھی تشنگی غالب ہوئی کہ انتہائی حدت و تمازت آفتاب میں پڑے ہوئے تھے۔ حضرت حسینؓ نے یہ صورت مشاہدہ کر کے نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر سوتیلے بھائی حضرت عباسؓ بن علی کو حکم دیا کہ تیس سوار اور بیس پیدل ساتھ لیکر نکلو اور جس طرح ہو فرات سے مشکیزوں میں پانی لاکر لشکر کے تشنہ لب افراد کو سیراب کرو۔

حضرت عباسؓ حکم پاتے ہی شیرانہ صولت سے فرات کی طرف چلے راہ میں عمرو بن حجاج نے مزاحمت کی مگر حضرت عباسؓ نے اسے ہٹا دیا اور پیادے ریلا کر کے آگے بڑھے اور مشکیں بھر لیں۔ اور جب تک یہ مشکیں لشکر حسینی میں نہ پہنچ گئیں حضرت عباسؓ وہیں کھڑے مقابلہ کرتے اور بیدردی کوفیوں کو روکتے رہے۔ حضرت عباسؓ حضرت حسینؓ ہی کے آغوش میں پل بڑھ کر جوان ہوئے تھے اور عرب کے شجاع ترین نوجوانوں میں آپ کا شمار تھا اول تو بنو ہاشم ویسے ہی جرأت و شجاعت میں مشہور تھے۔ پھر آپ کو تو یہ جوہر باپ سے ورثہ میں ملا تھا تیس سواروں سے پانچ سو کو روکا۔ جنگ کی اور پانی لشکر میں پہنچا دیا۔

ابن زیاد کے جاسوس لشکر میں لگے ہوئے تھے ہی فوراً یہ خبر اس تک پہنچ گئی جس پر اس نے حکم دیا کہ خبردار آئندہ پانی کا ایک قطرہ بھی ان تک نہ پہنچنے پائے چنانچہ پہرہ چوکی کا انتظام اور سخت کر دیا گیا اور محافظین کی تعداد بھی بڑھا دی گئی۔

اذیت تشنگی کے دلدوز مظاہر

پانی کے معاملہ میں ابن زیاد اور اس کی سپاہ نے اس درجہ شقاوت و سختی کے ساتھ کام لیا تھا کہ تاریخ میں اس ہولناک شیطنت کی کوئی مثال بھی سے پیش نہیں کی جا سکتی۔ ایک ایک سپاہی اور ایک ایک کوفی اپنی طرف سے ایسی قساوت و عداوت کا اظہار کرتا تھا۔ اس جوش و سرگرمی سے کام لیتا تھا ایسے دل ہلانے والے طعنے دیتا اور جگر دوز آوازے کستا کہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ یہ جنگ دو مسلمان لشکروں میں ہے یہ احساس ہوتا تھا کہ کوئی لشکر کا ہر رکن اور ہر عضو اپنی جگہ شقاوت اور شقاوت کا ایک جنیتا جاگتا پیکر ہے اور وہ ایسی بغض رکھتا ہے ندامت و غیرت تو ایک طرف بیپاہی مشتعل بیرحم بیہودہ اور خبث و عداوت کی تصویر نظر آتا تھا۔

عبداللہ بن حصین ازدی نے جو شقاوت آمیز طعن کیا اس کے جواب میں آپ کی زبان سے بیساختہ یہ بددعا نکلی اللھم اقتلہ عطشا ولا تغفر لہ ابدا یعنی اے اللہ اسے دنیا سے تشنہ لب ہی اٹھا اور ابد تک اسے نہ بخش دعا اور پھر فرزند رسول کی دعا خالی جانے والی نہ تھی۔ چنانچہ یہ شخص پیاس اور تشنگی ہی کے عذاب میں مبتلا ہو کر مرا۔ اور اس کے سینہ و معدہ میں کچھ ایسی آگ بھر دی گئی تھی کہ پانی پر پانی پیتا چلا جاتا تھا مگر پیاس نہ بجھتی تھی۔

عمرو بن حجاج وہ شقی ازلی تھا جس نے اس وقت جبکہ آپ پیاس کے غلبہ سے بیقرار تھے آپ پر یہ الیمانہ آوازہ کسا تھا کہ اے حسین دیکھ یہ ہے پانی کتے پیتے ہیں۔ خنزیر سیراب ہوتے ہیں اور یہ کیا تمام جنگل کے وحوش و بہائم گدھے اور بھیڑیئے تک آزاد نہ پہنچتے ہیں اور اپنی پیاس بجھاتے ہیں مگر خدا کی قسم تمہیں تو اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا تم تو ظالم بن اسی طرح جہنم میں جاؤ گے اور وہاں حمیم پیو گے۔

شقاوت اہلبیت ملاحظہ فرمائیے یہ دوزخ و جحیم کا ذکر اس کے باب میں کیا جا رہا ہے جو ساقی کوثر کا فرزند اور اللہ کا پیارا ہے اگر کوفیوں کی جگہ کافر بھی ہوتے تو وہ ہرگز اس شقاوت و درندگی و دنائت کا اظہار نہ کرتے ہمارے نزدیک تو انھیں مسلمان کہنا ہی اسلام کی توہین کرنا ہے۔ یہ گروہ تو اسی گروہ کا مثنیٰ تھا جسنے حضور نبی کریم کو شعب ابی طالب میں بند کر کے تین برس تک آب و دانہ بند رکھا تھا اور جب بچے بلکتے تھے تو ان کی آوازیں سنکر یہ خوش ہوتا تھا۔ قیامت تھی کہ خاندان ساقی کوثر چلچلاتی دھوپ میں جھلستے ہوئے ریگ پر آفتاب کی تمازت کو سہوں پر لیے تپتی ہوئی فضا میں پڑا ایک ایک قطرہ آب کو تڑپ رہا تھا۔ عورتوں کو غش پر غش آ رہے تھے بچے بلک رہے تھے مردوں کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی مگر ان ظالموں پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ حضرت حسینؓ نے میدان میں جا بجا کنوئیں بھی کھدوائے۔ مگر کہیں پتھر نکلے اور کہیں کنکر پانی کی صورت کہیں نظر نہ آئی۔ زمین سے مایوس ہو کر آسمان کی طرف دیکھا مگر پھر راضی برضا ہو کر خاموش ہو گئے۔ ورنہ اگر بارش کے لئے دعا کرتے تو فوری جھڑی لگ جاتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حملہ ہند میں غازی محمد بن قاسم کو بھی ایک جگہ پانی کی قلت نظر آئی۔ گھبرا کر دعا کی اسی وقت جل تھل ایک ہو گئے پھر آپ تو بہت بڑی ہستی تھے اور ہر حالت میں راضی برضا رہنا چاہتے تھے البتہ تدبیر سے توجہ کرتے تھے چنانچہ آپ نے کنوئیں بھی کھدوائے اور اس کے بعد حضرت عباسؓ کو پانی لانے کا بھی حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راضی برضا کے معنے یہ نہیں کہ دست و پا کو حرکت نہ دی جائے اور تدبیر سے کام نہ لیا جائے اللہ تعالے سے یہی دعا کرتا رہے کہ تیری رضا پر راضی ہوں اور خوش ہوں۔

حضرت حسینؓ اور ابن سعد کی خفیہ ملاقاتیں

ابن سعد حریص اور طماع ضرور تھا اور حکومت رے کے شوق میں وہ تا حد نگہ آپ کے خلاف بھی چلا آیا تھا لیکن اس کی دلی خواہش یہی تھی کہ کسی طرح اس کا دامن خون کے دھبوں سے پاک رہے۔ حکومت رے بھی ہاتھ سے نہ جائے اور اس معصیت عظیم سے بھی بچ جائے اس کے لئے وہ آخر وقت تک برابر مصروف رہا۔ حضرت حسینؓ کے ساتھ ہمدردی بھی تھی اور وہی تھا مقابلہ کرنا بھی نہ چاہتا تھا اور جہاں تک موقعہ ہوتا تھا وہ پہلو بھی بچا جاتا تھا۔ اپنی طرف سے سختی بھی نہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن حکومت رے کی حرص جنون خیز میں ابن زیاد کے حکم پر وہ مجبور ہو جاتا تھا۔ اور پھر اسے وہ سب کچھ کرنا پڑتا تھا جو تعمیل حکم کے لئے ضروری سمجھتا تھا۔ البتہ اپنی طرف سے اوروں کی طرح وہ سختی نہ کرتا تھا۔

حضرت حسینؓ بھی اس کی اس ذہنیت سے واقف و آگاہ تھے اسی لئے آپ نے کہلا بھیجا کہ میں رات کے وقت دونوں لشکروں کے مابین کسی وقت تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ ابن سعد بلا عذر اس مقام موعود پر ملنے کے لئے بیس آدمیوں کی معیت میں چلا آیا اور جب آپ نے اپنے بیس رفقاء کو علیحدہ کر دیا تو ابن سعد نے بھی یہی کیا اور دونوں میں بڑی دیر تک بہ عالم تنہائی گفتگو ہوتی رہی۔

طبری نے لکھا ہے کہ اس گفتگو کا صحیح علم تو کسی کو بھی نہیں ہو سکا البتہ صحیح ترین روایت یہ ہے کہ آپ نے ابن سعد سے فرمایا کہ :-

"ہم دونوں اپنی اپنی فوجیں یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس چلے چلیں۔ ابن سعد نے کہا کہ میرا گھر گرا دیا جائے گا۔ فرمایا میں بنوا دوں گا۔ ابن سعد نے کہا جائداد ضبط ہو جائے گی۔ فرمایا میں اس سے بہتر جائداد مہیا کر دوں گا لیکن ابن سعد اس پر رضامند نہ ہو سکا۔"

لکھا ہے کہ اور بھی کئی ملاقاتیں ہوئیں ابن سعد جنگ کو برابر ٹال رہا تھا۔ اس کا ضمیر متواتر ملامت کر رہا تھا آپ کی ذات ہی اتنی بلند و مقدس تھی کہ کوئی مشکل ہی سے آپ کے ساتھ بدسلوکی پر آمادہ ہو سکتا تھا۔ ابن سعد تو پھر عزیز تھا۔ ہم خاندان تھا چھٹی پشت عبد مناف پر دونوں کا نسب بھی ملتا تھا اس لئے وہ برابر پہلو بچا رہا تھا ابن زیاد مردود ازل آتش انتقام میں جل رہا تھا۔

اس نے جو محسوس کیا کہ وقت گذرتا چلا جاتا ہے اور ابن سعد برابر ٹال رہا ہے تو اس نے حکم بھیجا کہ عجیب صورت ہے تم حسین کے سفارشی بنکر ان کی سلامتی و بقا کے متمنی ہو انھیں چاہیے کہ انھیں میرا حکم سنا دو مان جائیں تو بہتر ہے سب کو ہمارے پاس بھیج دو نہ مانیں تو بلا تاخیر فوراً حملہ کر دو کہ وہ سرکش اور جھگڑالو ہیں۔ صاف کہتا ہوں کہ تم سے یہ کام نہ ہو سکے تو تم لشکر کی قیادت شمر کے سپرد کر کے علیحدہ ہو جاؤ۔ جو تم سے نہ ہو سکا اسے شمر پورا کریگا۔

ارض نینویٰ میں خاندان رسالت کی خونی لڑائی

قدوسیان ارض پر شیاطین شقاوت کی یورش

لاعنہ کوفہ سے ایک رات کی اجازت

جس وقت شمر نے فرمان ابن زیاد دیا تو وہ بہت برہم و مشتعل ہوا اور کہا میں نے ابن زیاد کو مصالحت کے لئے لکھا تھا اور مجھے پوری توقع تھی کہ اس مرتبہ ضرور کوئی بہتر صورت نکل آئیگی لیکن تمہارا برا ہو کہ تم ہی نے اسے مصالحت سے روک کر ہمارا کام بگاڑا ہے۔ حسینؓ کی خودداری کبھی انھیں ابن زیاد کی شرائط پر نہ جھکنے دیگی اور وہ ہرگز بیعت پر تیار نہ ہوں گے۔

واقعی یہ شقی ازلی شمر ہی کی کارروائیاں تھیں۔ نادم ہونے کے بجائے بولا بتائیے فرمان کی تعمیل پر تیار ہو یا نہیں۔ اگر نہیں تو فوج کی کمان میرے سپرد کر کے تم علیحدہ ہو جاؤ۔ اب پھر ابن سعد کے ضمیر و نفس میں کشمکش شروع ہو گئی حرص و طمع نے اس کی آنکھیں بند کر دی تھیں حکومت رے اس سے نہ چھوڑی جا سکتی تھی۔ دنیا کے عوض اس نے آخرت کی فروخت کا عزم کر کے کہا کہ نہیں سب کام میں خود کروں گا۔ تو پیدل فوج کی قیادت کر۔

آخر ۹ محرم سنہ ۶۱ھ میں جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت عباس اور ان کے دونوں بھائی شمر ملعون کے بھانجے تھے اس نے اس سے پہلے بھی امان نامہ پیش کیا اور اس مرتبہ بھی آغاز جنگ سے پیشتر اس نے ایک مرتبہ اور تینوں کو امان دینی چاہی ان تینوں غیرتمند بھائیوں نے نہایت سختی کے ساتھ جواب دیا اور کہا کہ :-

"ملعون تجھ پر اور تیری امان دونوں پر خدا کی لعنت ہو تو ہمارا ماموں ہوتا تو ابن رسول اللہ کو بھی ضرور امان دیتا کہ وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔"

نویں محرم ہی کو عصر کے وقت ابن سعد نے کچھ لوگوں کو ساتھ لیا اور آپ کی فرودگاہ پر آپ سے ملنے کے لئے آیا۔ آپ تشریف لیجانا چاہتے تھے کہ حضرت عباسؓ آپ کو روک کر اور اجازت لیکر ان کے پاس آئے انہوں نے ایسے الفاظ کہے جن کا مقصد آغاز جنگ تھا۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا عجلت نہ کرو میں ابھی جا کر بھائی صاحب سے تمہارا مقصد واضح کرتا ہوں۔ حضرت حسینؓ نے سنکر فرمایا۔ ابن سعد سے جا کہو کہ

"صرف ایک رات کی مہلت اور دیدو تا کہ ہم یہ آخری رات نماز و عبادت اور دعاء استغفار میں گذاریں۔ اللہ علیم و دانا ہے کہ مجھے نماز تلاوت کلام الٰہی اور توبہ و استغفار سے کتنا گہرا اور قلبی تعلق ہے۔" حضرت عباسؓ کا پیغام سنکر ابن سعد نے شمر ملعون سے پوچھا جو ساتھ ہی تھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ بدبخت ابن سعد کی ذہنیت کا رمز شناس تھا منہ بنا کر کہا آپ امیر ہیں جو مناسب سمجھیں وہ کریں دیگر رفقاء سے رائے لی انہوں نے بالاتفاق مہلت کی رائے دی اور ابن سعد مہلت دیکر واپس چلا آیا۔

حضرت حسینؓ کی پرجوش تقریر

اس کے بعد حضرت حسینؓ نے اسی وقت اپنے تمام اقارب و انصار کو جمع کر کے ذیل کا پرجوش خطبہ ارشاد فرمایا کہ :-

"خداوندا تیری حمد و ثنا کرتا ہوں کہ تو نے اپنی رحمت کاملہ سے ہم لوگوں کو شرف نبوت سے مشرف فرمایا اور ساتھ ہی ہمیں دل آشنا گوش شنوا اور دیدۂ بینا عطا کیا۔ قرآن سکھایا اور فہم دین کی بصیرت عطا فرمائی۔ لوگو! میں خدا کا بہترین ثنا خواں ہوں اور ہر حال میں راحت و مصیبت میں اس کا شکر گذار رہا ہوں۔ میں اس کا بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے آج کوئی گھرانا اور خاندان بھی ایسا نظر نہیں آتا جیسے اہل بیت ہیں مجھے ان سے زیادہ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والا اور کوئی دوسرا گھرانا نظر نہیں آتا۔ اور نہ مجھے اپنے رفقاء جیسے اچھے اور وفادار رفقاء اور کہیں دکھائی دیتے ہیں خدائے جل و علا تم لوگوں کو جزائے خیر دے اور اعلیٰ مقام عطا کرے۔"

"میں دشمنوں کے اس ہجوم فراواں کے باعث آج کے دن کو کل ہی کا دن سمجھ رہا ہوں اس لئے میں ایک دفعہ اور تم لوگوں کو واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ میری طرف سے اس پر کوئی ملامت نہ ہوگی ایک ایک اونٹ اور ایک ایک آدمی میرے ایک ایک اہلبیت کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ لے جائے تم لوگ یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ رات ہو چکی ہے۔ اول تو تم اس کی تاریکی ہی میں نکل جاؤ گے اور خدا تمہاری مصیبت آسان کر دیگا دوسرے لوگ مجھی کو ڈھونڈیں گے۔ مجھی سے پرخاش ہے۔ تمہاری کسی کی تلاش نہ ہوگی میں سب کو بخوشی اجازت دیتا ہوں۔"

اعزا و انصار کی جانثاری کے مظاہرے

حضرت حسینؓ کو یہی کہنا چاہیے تھا آپ اپنی وجہ سے کسی کو ورطہ ہلاکت میں ڈالنا نہ چاہتے تھے لیکن اعزا بھی تو آخر آپ ہی کے اعزا تھے اور رفقاء بھی تو آپ ہی کے رفقاء تھے

سب نے جواب دیا کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہنے کے لئے واپس چلے جائیں اور آپ کو تنہا چھوڑ جائیں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد بنو عقیل سے فرمایا جاؤ تم واپس ہو جاؤ کہ تمہاری طرف سے ایک مسلم ہی کی قربانی بہت کافی ہے۔" جواب دیا کہ حضور کیا یہ سننے کے لئے چلے جائیں کہ اپنے سردار اور ابن عم کو دشمنوں میں چھوڑ آئے اور ان کی حفاظت میں ایک تلوار بھی نہ چلائی ہرگز نہیں، ہم سب کچھ آپ پر قربان کر دیں گے آپ کے بعد جینے میں پھر لطف ہی کیا ہوگا۔"

بنو عقیل کے بعد مسلم بن عوسجہ اسدی جوش کے ساتھ اٹھا اور کہا خدا کی قسم! جب تک دشمنوں کے سینوں میں اپنا نیزہ نہ توڑ لوں گا میں ہرگز قدم نہ ہٹاؤں گا میرے پاس اسلحہ نہ ہوتے تو پتھر مار مار کر لڑتا اور آپ پر فدا ہو جاتا۔

عبد اللہ بن عبد اللہ حنفی نے عرض کی ہم اس وقت تک ساتھ نہیں چھوڑ سکتے جب تک خدا کو یہ نہ دکھا دیں کہ ہم نے رسول اللہ کے بعد بھی تیرا فرمان ملحوظ رکھا اگر ستر مرتبہ مر مر کر اور زندہ ہو ہو کر مجھے لڑنا مرنا پڑے تو بھی میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا مرنا تو ایک ہی مرتبہ ہے اور وہ بھی لازمی پھر ایسی موت کیوں نہ مروں جس میں ابدی سعادت ہے طبری نے لکھا ہے کہ اس کے بعد زہیر بن قین نے کھڑے ہو کر کہا کہ اگر ہزار بار بھی زندہ ہو ہو کر مجھے قتل ہونا پڑے تو بھی میں جاں نثاری کے اظہار میں ذرہ برابر تامل نہ کروں اور آپ کی اور اہل بیت اطہار کی حفاظت کے لئے ہر ممکن خدمت انجام دوں۔

بھائی کو خطرہ میں پاکر بہن کی بیقراری

جمعرات کا دن گذر گیا اور عاشورہ کی وہ رات اندھیری اور بھیانک رات اپنی پوری اندوگینیوں اور وحشتوں کے ساتھ نمودار ہوئی جس کی صبح کو میدان کربلا میں ارض نینوی پر قیامت صغریٰ برنگ قیامت کبریٰ واقع ہونے والی تھی۔ کام کے لئے صرف یہی ایک رات باقی رہ گئی تھی۔ اسی میں تمام انتظامات جنگ سے فراغت حاصل کرنی تھی اور اسی میں جمال حقیقت سے مصروف راز و نیاز اور محو ذوق عبادت رہنا تھا۔ آپ نے عجلت کے ساتھ منتشر خیموں کو ترتیب کے ساتھ نصب کرایا۔ پشت کی جانب خندق کھدوا کر اس میں آگ روشن کرو دی تاکہ عقب سے حملہ نہ ہو سکے۔ پھر ہتھیاروں کی صفائی شروع کرائی۔ ابھی تک خواتین حرم کو صورت حالات سے ان کی نزاکت قلبی کی وجہ سے آگاہ نہ کیا گیا تھا۔

آپ تلوار صاف کرتے وقت کچھ رجزیہ اشعار گنگنا رہے تھے۔ حضرت زینب آپ کی جاں نثار بہن تھیں وہ ان انتظامات و اشعار سے کھٹکیں اور سمجھ گئیں کہ آئندہ کیا واقعہ پیش آنے والا ہے۔ ذاتی تقدس کے ماسوا نانا ہر دو عالم خلیفۂ وقت کی نور چشم اور سردار بنو ہاشم کی بہن تھیں جن کے تصور اور اپنے واحد اور اکلوتے بھائی کی متاع حیات کو خطرہ میں پاکر بیقرار ہو گئیں یارائے ضبط نہ رہا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ بدحواسی کے عالم میں اٹھیں دوڑتی ہوئی بھائی کے پاس آئیں زبان نے تو یاری نہ دی دل بھر آیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ اور کہتی جاتی تھیں۔

"کاش میں یہ وقت دیکھنے کے لئے زندہ نہ ہوتی کاش آج سے بہت پہلے میں دنیا سے ناپید ہو چکی ہوتی، کوئی بھی آنسو پوچھنے والا نہ رہا، میرے باپ علیؓ، میری ماں فاطمہؓ اور میرے بھائی حسنؓ میں سے ایک بھی تو میری تسلی و تسکین کے لئے باقی نہیں رہا۔ ایک تم اور صرف تم ان گذرنے والوں کی یادگار باقی رہ گئے تھے۔ محافظ تھے تو تم سہارا تھا تو آپ کا ہائے کچھ نہیں سوجھتا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

حضرت زینب غم واندوہ کے سیلاب

رونا اور وہ بھی چیخ چیخ کر دنیا آئین اسلام کے مغائر ہے مگر ہوش و حواس کسے تھے۔ حضرت حسینؓ کو یہ حالت دیکھکر یک بیک غصہ آگیا بہن کو قہرناک نظر سے دیکھا اور فرمایا۔ "بہن حلم و وقار کو شیطان کے حوالہ نہ کرو۔" لیکن زینب پر اس وقت غم واندوہ کے سیلاب گذر رہے تھے ہوش و حواس ہی کہاں تھے جو بیکس حلم و وقار سے کام لیتیں مصیبت جس رنگ اور جس صورت میں بھی آئے خوفناک اور صبر سوز ہوتی ہے۔ پھر مصیبت بھی ویسی مصیبت جو حضرت زینب پر پڑ رہی تھی۔ عیاذاً باللہ پتھر بھی ہوتے تو اس کی حدت میں پگھل کر پانی ہو جاتے آپ تو پھر انسان تھیں اور ایک بہن کا دل سینہ میں لئے ہوئے تھیں۔ صبر کرتی تھیں اور نہ ہوتا تھا۔ تصور بھی تو نہ تھا کہ سردار دو عالم فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی شیر خدا حیدر کرار کی دختر اور حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کی نور عین جن کو انکھوں میں جگہ پالنے اور مرکز عقیدت بنی رہنے کے لئے پیدا ہوئی تھیں امت ہی کے ہاتھوں ایسی حوصلہ سوز اور عافیت ربا اذیت و مصیبت پڑ جائیگی اس غیر متوقع افتاد نے جگر پاش پاش اور دل پارہ پارہ کر دیا تھا

اس نگاہ غضب آلود پر بولیں "بھیا میں آپ پر سے قربان آپکے بدلے میں جان دینا چاہتی ہوں" ان الفاظ میں تڑپ تھی صداقت درد کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ حضرت حسین کے قلب پر بھی ایک چوٹ لگی دل موم ہو گیا اور آپ کی انکھوں سے بھی بہن کی بیکسی و اذیت قلبی کے تصور نے آنسوؤں کا ایک سیلاب رواں کرا دیا فرمایا:۔

"ذرا چین سے رہنے دو تم تو میرے قلب کے ٹکڑے اڑائے دیتی ہو" زینبؓ کو تاب نہ رہی منہ پیٹ لیا۔ ڈاڑھیں مار مار کر رونے لگیں۔ اور ایک نسبے کے انداز پر ایک چیخ نکلی غش آیا۔ پچھاڑ کھا کر گریں اور بیہوش ہو گئیں۔

غمزدہ بہن کو بچھڑنے والے بھائی کی تلقین صبر

حضرت حسین بڑے استقلال کے ساتھ کام لے رہے تھے ورنہ یہ واقعہ بجائے خود درد انگیز تھا بمشکل بہن کو ہوش میں لائے اور پھر بدیں الفاظ بہن کو تلقین صبر شروع کی کہ:۔

"بہن! مانا کہ تم پر وہ پڑی ہے جو شاید کسی پر نہ پڑی ہو تسلیم ہے کہ آنے والے واقعہ کا تصور انتہائی جگر خراش ہے۔ فی الواقع میرے بعد تمہارا محبت کا سہارا اور تمہارا سنبھالنے کوئی نہ رہے گا، سچ ہے کہ ماں باپ کے بعد حسن بھی راہی خلد بریں ہوئے اور حقیقی رشتہ داروں میں ایک میں

رہ گیا تھا سو میں بھی ناوک عناد کا شکار ہونے والا ہوں۔ یہ بھی درست ہے کہ مرتا ہوں اور اس حال میں مرتا ہوں کہ زیر فلک تمہارے محبت کرنے کے لئے کسی کو بھی نہیں چھوڑے جا رہا اور اس سے بڑھکر یہ کہ میرے بعد تم بالکل بیکسانہ عالم میں دشمنوں کے ظالم ہاتھوں میں قید ہو گی اور جانتا ہوں کہ تمہارے لئے ہر وقت ورسوائی ان کی طرف سے وقف کر دی جائے گی کہ ان میں اسلامیت ہی نہیں انسانیت بھی انھیں جواب دے چکی ہے یہ آدمی نہیں بھیڑیوں اور درندوں سے بدترین مخلوق ہے اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ بہن کے سامنے بھائی اور وہ بھی اکلوتے بھائی کا اچھی حالت میں مرنا ہی کلیجہ چھیلنے اور دل توڑنے کے لئے کافی ہوتا ہے پھر میری تو پوری مظلومیت کے پورے ہوش ربا اور صبر سوز مظاہر تمہاری اپنی دو کھلی ہوئی محبت بار آنکھوں کے سامنے ہوں گے"

مگر زینب! یہ سب کچھ سہی۔ مگر چارہ کار کیا ہے ہونے والی بات ہو کر رہے گی۔ خدا کا حکم رد کے نہیں رک سکتا ہم سب اسی کے ہیں جان اس کی ہے مال اس کا ہے۔ جب ہم جنت کے عوض میں اس کے ہاتھوں پہلے جان و مال اور اپنی ہر چیز فروخت کر چکے ہیں تو پھر اس کی طلب پر یہ اضطراب و غم کیوں ہے۔ بشریت سہی مگر ہم مسلمان ہیں مومن ہیں اہل بیت ہیں ہمارا یہ منصب نہیں ہے کہ حکم الٰہی پر اس اضطراب و اندوہ کا اظہار کریں۔ اضطراب و اندوہ کرو گی تو بھی مشیت امر ہو کر رہے گا۔ نہ کرو گی تو بھی ہونے والا واقعہ سامنے ہوگا۔ اس سے واقعہ پر تو کوئی اثر پڑنے والا ہی نہیں اگر اس اضطراب و غم سے واقعہ کی وردناکی اور نوعیت پر کوئی اثر پڑ جاتا تو ایک بات بھی تھی اور جب ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے پھر کیوں نہ صبر و ضبط اور دعا و صلوٰۃ ہی سے کام لیا جائے۔ رسول اللہ کی نواسی کا منصب بہت بلند ہونا چاہئے خدا سے ڈرو اور خدا ہی سے تسکین حاصل کرو۔ اس اضطراب و غم سے تو اور برباد ہو گی اور اگر صبر و ضبط سے کام لو گی تو تسکین دینے والا تسکین دیگا اور خوش ہوگا۔ مرنا تو کوئی خاص بات نہیں ایک نہ ایک روز روئے زمین کے تمام باشندے مر جائیں گے آسمان والوں میں بھی کوئی باقی نہ رہے گا۔ ہر چیز فانی ہے صرف ایک ذات باری باقی رہے گی سب ہی مرنے والے ہیں یہ تو ایک عام الورود واقعہ ہے۔ میرے ماں باپ بھائی بہن سب مجھ سے بہتر تھے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نمونہ ہے تم اسی سے صبر و تسلی حاصل کرو! بہن! چھپانے اور کچھ مخفی رکھنے کی ضرورت نہیں، میں تمہیں خدا کی قسم دیکر وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرجانے پر دل نہ دکھانا اور اسوۂ رسول کے خلاف نہ کرنا۔ گریبان نہ پھاڑنا منہ نہ نوچنا اور بین نہ کرنا۔

صبح قیامت کا طلوع

معرکہ حق و باطل کا خونیں آغاز

شب عاشورہ کی سجدہ ریزیاں

بہن کو تلقین صبر کے ضروری انتظامات کئے اور اس کے بعد تمام لشکر عبادت الٰہی میں مصروف ہوگیا اور یہ رات پوری کی پوری سب نے نماز و نیاز تضرع و زاری اور دعا و استغفار میں گذاری کہنے کو یہ بھی ایک واقعہ ہے لیکن اس اعتبار سے اس کی اہمیت و عظمت شرف یکتائی رکھتی ہے کہ اس رات میں وہ نفوس جو اس عہد کے بہترین نفوس اور برگزیدہ انسان تھے اور جو حق و صداقت کے وقار کی بحالی اور شریعت غرائے اسلام کی سربلندی کے لئے ہر دنیوی آسائش و عیش سے منہ موڑ کر اور ہر متصورہ المواذیت برداشت کر کے صبح ذبح کئے جانے والے تھے۔ محض اللہ کی خوشنودی کے لئے جان دے رہے تھے۔ ان بہترین خلائق انسانوں کی ان بہترین گھڑیوں اور سجدہ ریزیوں نے زمین و آسمان کی درمیانی فضا کو خیر و برکت سے لبریز کر دیا تھا اور انوار و حسنات کا اس شب میں اتنا نزول تھا کہ ارض نینویٰ قیامت تک کے لئے رشک آسمان بن گئی ایک طرف یہ نفوس قدسی تھے جو خشوع و خضوع سے سر نیاز جھکائے مستغرق عبادت تھے جن کی انتظار بہشتی کے ساتھ حوران جنت کر رہی تھیں اور دوسری طرف وہ کوفی شیاطین اور شامی ملاعنہ بھی تھے جو بنام اسلام ہو کر اسلام کی لاج مٹا رہے تھے۔ امت رسول ہو کر اہل بیت رسول کی بربادیوں اور خانہ ویرانیوں کی تدابیر سے تھک کر فرش زمین پر سو گئے تھے۔

موت دونوں کو آنے والی تھی اور چھ سات سال کے مختصر وقفہ مدت میں دونوں جماعتیں ختم ہو جانے والی تھیں مگر ایک رحمان کا راستہ اختیار کر کے جنت سدھارنے والی تھی اور دوسری حرص دنیا میں دنیا و آخرت دونوں سے محروم ہو کر جہنم کا ایندھن بننے والی تھی

آغاز جنگ سے پہلے جگر گوشہ پیغمبر کی دعا

آخر شب عاشورہ نیاز و عبادت کے یہ جہاں افروز مناظر دیکھکر اپنی تمام برکتوں کو دنیا میں پھیلا کر ختم ہوئی اور صبح عاشورہ آفتاب خونین کو اپنے پہلو میں لئے ہوئے افق عالم کو خونی بناتی ہوئی اور دنیا کو پیغام عبرت دیتی ہوئی طلوع ہوئی۔ یہ صبح وہ صبح الم تھی جس کی روشنیاں صد ہزار تاریکیوں اور ظلمتوں سے بھی زیادہ قہرناک نظر آ رہی تھیں جس کی ہر شعاع ایک چمکتا ہوا نیزہ اور برق بنی ہوئی تلوار تھی اور جس کی دردناکی اور پاشوبی و المناکی پر جن و انس سے لیکر قدسی و ملائکہ تک صف ماتم بچھائے ہوئے نظر آ رہے تھے کہ اسی کی روشنی میں تو دنیا کے بہترین و بزرگ ترین انسان ارض عالم کے بدترین اور ارذل ترین انسانوں کی درندگی کا شکار بننے والے تھے یہ دن جمعہ کا دن تھا۔ مہلت ختم ہو چکی تھی اور قصابان کوفہ کی قصابیوں کے زندہ ہونے کا وقت قریب آ گیا تھا۔

نماز فجر کے فوراً بعد ۷۲ نفوس کی یہ مختصر مگر مقدس جماعت اس ترتیب کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار ہو گئی کہ میمنہ پر زہیر بن قین اور میسرہ پر حبیب بن مطہر۔ ابن اثیر کے بیان کے مطابق حسینی علم عباس علمدار کے ہاتھ میں تھا۔ سامنے اشقیا کی جماعت نیزے تانے اور اسلحہ اپنے جسم پر سجائے ابن زیاد مردود کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کھڑی تھی

ایک طرف بہتر خدا پرست تھے اور دوسری طرف چار ہزار دنیا پرست! یکایک دودمان رسالت کا آفتاب برآمد ہوا۔ حضرت حسین رہوار پر سوار ہوئے۔ قرآن پاک سامنے رکھا اور دونوں ہاتھ اٹھاکر یہ دعا کی۔

"بار الہا! تو ہر مصیبت میں میرا بھروسہ اور ہر تکلیف میں میرا آسرا رہا ہے جو وقت پڑے تو نے ہی میری پشت پناہی کی۔ الہ العالمین یہ صحیح اور بالکل صحیح ہے کہ بہت آلام و آفات ایسے ہیں جن میں دل کمزور پڑ جاتا ہے کامیابی کی تدابیر بہت کم ہو جاتی ہیں رہائی و نجات کی صورتیں کم سے کمتر ہوتی جاتی ہیں، دوست ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن شماتت کرنے لگتے ہیں لیکن خدایا تو جانتا ہے کہ میں نے اس قسم کے تمام نازک اوقات میں سب کو چھوڑ کر اور ہر طرف سے منہ موڑ کر تیری اور صرف تیری ہی طرف رجوع کیا، تجھی سے کہا، تجھی سے شکایت کی اور تو نے ہی چھائے ہوئے بادلوں کو چھانٹا۔ ان کے مقابلہ میں تو ہی میرا سہارا بن۔ تو ہی ہر نعمت کا ولی ہر بھلائی کا مالک اور ہر آرزو و خواہش کا منتہا ہے"

شمر لعین کا طعنہ

ایک طرف تو دعا و نیاز کی یہ فراوانیاں تھیں اور دوسری طرف ملاعنہ کوفہ کی شقاوت دیکھیے کہ خیموں کی پشت والی خندق میں آگ کے شعلے بھڑکتے دیکھکر کہتا کیا ہے۔ "حسین قیامت سے پہلے دنیا ہی میں آگ مل گئی" فرمایا "تو اس میں جلنے کا زیادہ مستحق ہے" یہ ہے ختم اللہ علی قلوبھم و ابصارھم غشاوۃ کہ جن پر درود و سلام بھیجے بغیر نماز کی تکمیل نہیں ہو سکتی تو ساقی کوثر کے نواسے ہیں جن کی پوری زندگی طاعت و عبادت میں گذری ہے اور جو اس بدبخت کی کھلی آنکھوں کے سامنے ہی رات بھر مصروف عبادت رہے ہیں انھیں آگ کا مستحق سمجھتا اور خود کو جنتی جانتا ہے۔

مسلم بن عوسجہ کو اس کی اس گستاخی پر اتنا غصہ آیا کہ عرض کی شمر زد میں ہے حکم ہو تو اسے تیر کا نشانہ بنالوں فرمایا ہرگز نہیں میں ابتدا کرنا نہیں چاہتا۔

اشقیا کے سامنے حضرت امام کی تقریر

اس کے بعد آپ خود اشقیا کے قریب گئے اور ایک مرتبہ اور اتمام حجت کے طور پر باآواز بلند فرمایا:-

"لوگو! مجھ پر تمھیں سمجھانے اور راہ حق دکھانے کا حق ہے اور اسے ایک دفعہ اور بجا لینے دو۔ میرا کہنا ایک مرتبہ اور سن لو اتمام حجت کر لینے دو میرے یہاں آنے کا عذر سن لو عجلت نہ کرو اس کے بعد تمھیں اختیار ہوگا کہ تم میرا عذر سنو یا نہ سنو۔ سن لوگے اور قبول بھی کر لوگے تو سعادت پاؤ گے اور میری مخالفت کے لئے پھر تمہارے پاس کوئی دلیل نہ رہے گی اور نہ مانو گے اور انصاف سے کام نہ لوگے تو

فاجمعوا امرکم و شرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب و ھو یتولی الصالحین

پس تم اور تمہارے تمام شرکاء مل کر ایک قطعی فیصلہ کرلیں جو سب پر روشن و واضح ہو پھر تمھیں جو میرے ساتھ کرنا ہے کر ڈالو مجھے مہلت نہ دو میرا ولی و پشت پناہ وہی ہے جس نے قرآن نازل کیا اور صالحین کا حامی و پشت پناہ وہی ہوتا ہے"

آپ ابھی اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ آپ کی بہنیں اور صاحبزادیاں آپ کی یہ تقریر سنکر بیتاب ہو گئیں شور و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں آپ کو ان کے بیوقت رونے پر غیرت بھی آئی اور غصہ بھی عباس اور علی کو بھیجا کہ انھیں جاکر ابھی خاموش کریں کہ انھیں آیندہ بہت رونا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہاں! یہ بھی تو سوچو کہ میں کون ہوں؟ کس کا نواسہ ہوں اور کس کا فرزند ہوں ایک ہی لحظہ کے لئے غور کرو اگر بانوں میں منہ ڈالو اپنے نفس کو ملامت کرو غور کرو تمہارے لئے میرا قتل اور میری آبرو ریزی زیبا ہے۔ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ . . . . حضرت فاطمہ بنت رسول کا بیٹا تمہارے رسول کے ابن عم کا فرزند نہیں۔ کیا سید الشہدا امیر حمزہ میرے باپ کے اور حضرت جعفر طیار میرے چچا نہ تھے۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم نے میرے بھائی اور میرے متعلق جوانان بہشت کا سردار فرمایا تھا اگر یہ سب کچھ صحیح ہے اور یقینا صحیح ہے تو بتاؤ میرا قتل جائز ہے۔

شقاوت کے ہیبتناک مناظر

آج بھی ایک چنگاری بھی ان ملاعنہ کے قلب میں روشن رہ گئی ہوتی تو یہ اس گمراہی کے بعد دیوانہ وار دوڑ کر اپنے سر نیاز آپ کے قدموں پر رکھدیتے اور ہر آسائش و تکلیف سے بے نیاز ہو کر آپکے جلو میں اکھٹے ہوتے۔ لیکن خدا ہی جانتا ہے کہ یہ خود کو مسلمان کہلانے اور کہنے والے کس پلیتی کے بنے ہوئے تھے کافر نہیں اکفر اور انسان نہیں درندے تھے کہ بدبختوں پر ذرہ برابر اثر نہ ہوا۔ شمر بدذات کی جسارت دیکھیے کہ اس نے الٹے آپ کے ایمان پر چوٹ کی۔ اس پر حبیب بن مظہر نے دندان شکن جواب دیتے ہوئے درست فرمایا کہ حضرت امام جو کچھ فرما رہے ہیں تو اسے سمجھ ہی نہیں سکتا کہ بداعمالیوں کی انتہا کو پہنچکر تو مستحق نار جحیم بن چکا ہے اور اسی لئے اللہ تعالے نے تیرے دل پر مہر لگادی ہے۔ اس کے بعد حضرت حسین نے پھر سلسلہ تقریر شروع کیا اور فرمایا کہ:-

"اگر تمھیں میرے ایمان میں شبہ ہے تو خیر جانے دو لیکن کیا اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے رسول کی بیٹی کا لڑکا ہوں۔ خدا کی قسم! آج مشرق سے لیکر مغرب تک روے زمین پر تمہارے ہی اندر نہیں اور کسی غیر قوم میں بھی میرے سوا کسی نبی کا نواسہ موجود نہیں ہے پھر بتاؤ کہ تم کیوں میرا خون بہانے پر تلے ہوئے ہو۔ کیا تمہارے اندر غیرت مذہبی کا بالکل فقدان ہو گیا ہے۔ یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے مال چھینا ہے قتل کیا ہے؟ اور کوئی جرم مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ یہاں بھی آیا ہوں تو آپ نہیں تمہارا بلایا اور رو رو کر طلب کیا ہوا۔"

بدبختان ازلی کے پہلو میں دل کے بجائے پتھر کے ٹکڑے دھڑک رہے تھے یا برف کی قاشیں رکھی ہوئی تھیں ورنہ یہ باتیں ایسی تھیں کہ عرق انفعال سے ان کی پیشانیاں تر ہو جاتیں۔ غیرت مذہبی سے بے اختیار ہو جاتے تڑپ اٹھتے، بیقرار ہو جاتے، پھر یہ تقریر سادہ انتہائی بیکسی کی تقریر پتھروں کو بھی پانی پانی کرنے اور دل و جگر کو پاش پاش کرکے رکھدینے کے لئے کافی سے بھی بہت زیادہ تھی۔ کوئی جواب بھی نہ تھا جواب دیتے بھی تو کیا دیتے زبان حال کہہ رہے تھے سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہیں یہ سب کچھ سچ ہے مگر قتل ضرور

کریں گے بیگناہ ہی قتل کریں گے. خدا و رسول و آخرت کی باتیں پھر بعد کی باتیں ہیں. ابتو دنیا میں عیش کرینگے. ابن زیاد خوش ہو جائے گا. سلطنت میں اعزاز ملیگا. انعام سے مالا مال ہو جائینگے. اللہ اللہ اور کتنی بھیانک کیسے کیسے تعصب اور شقی ازلی پیدا کر گئی ہے. حیران ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ان مردودوں کو کس نام سے موسوم کریں کن الفاظ میں یاد کرینگے سنتے چلے آئے ہیں کہ ملک الموت کو بھی دو تین مرتبہ تک انسانوں پر رحم آہی گیا ہے.

لیکن یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا بلا تھے. آفت تھے قہر تھے. کیا تھے نہ دل پسیجتا تھا اور نہ کلیجہ کانپتا تھا اپنے رسول کے نواسہ کو پامال کرنے پر بری طرح تلے ہوئے تھے. صحیح الفاظ میں ان کی ملعونیت وسفاکی کا کوئی نقشہ ہی تو پیش نہیں کیا جا سکتا واقعی اللہ تعالے دوزخ کی تعمیر میں بالکل حق بجانب ہے اور ایسے ہی ناپاک اجسام اور پلید روحیں اس کا ایندھن ہیں جو انسانیت کی کائنات کے لئے ایک زندہ لعنت سے ہرگز کم نہیں.

پتھروں کو نصیحت جانسوز

جب اس موثر اور دل ہلا دینے والے ارشادات پر بھی یہ بدبخت متاثر نہ ہوئے خاموش رہے تو آپ نے نام لے لیکر سوالات شروع کئے اور فرمایا اے شبث بن ربعی اے حجاز بن ابجر اے قیس بن اشعث. اے یزید بن حارث تم تو یہیں موجود ہو کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک چکے ہیں کھجوریں سرسبز ہیں. دریا جوش میں ہیں، فوجیں تیار ہیں. تم فوراً آ جاؤ. جواب نفی میں تھا فرمایا خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں. لکھا اور تم ہی نے لکھا تھا خیر میں کہتا ہوں اور آخری مرتبہ کہتا ہوں کہ:-

"اگر تمہیں میرا آنا ناگوار ہے تو اب کیا بگڑا ہے. مجھے چھوڑ دو. جانے دو تاکہ میں کسی پرامن خطہ کی طرف چلا جاؤں"

اس پر بدذات قیس بن اشعث نے کہا پھر اپنے بنی عم یزید ہی کا کہنا کیوں نہیں مان لیتے جس کے ساتھ تمام جھگڑا ختم ہو جائے گا اور آپ کی یہ تمام تکالیف فوراً آسائشوں سے مبدل ہو جائینگی. وہ تمہارے ساتھ بہترین سلوک روا رکھیں گے. خود کیوں مصیبت میں پڑتے ہو؟ فرمایا. عزیز تو تم بھی اپنے بھائی کے بھائی ہو اور اب کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بنو ہاشم مسلم بن عقیل کے خون کے علاوہ تم سے اور دوسرے خون کے انتقام کا بھی مطالبہ کریں کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اس ذلت کے ساتھ بیعت کر لوں گا. خدا کی قسم میں ایک ذلیل انسان کی طرح اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ ہرگز نہ دوں گا اور غلام کی طرح کبھی اقرار نہ کروں گا وانی عذت بربی وربکم ان ترجمون. اعوذ بربی وربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب اور میں اپنے اور تمہارے رب سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کرو اور ساتھ ہی میں اپنے اور تمہارے رب سے اس امر کی بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ ہر مغرور اور متکبر کے خلاف جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھے. یہ واقعات طبری کی ساتویں جلد میں بہ تفصیل لکھے ہیں.

شقاوت و قساوت کے عبرتناک پہلو

اس اتمام حجت والی تقریر کے بعد آپ سواری سے اتر رہے ہی تھے کہ یہ موذی ریلا کر کے آپ کی طرف بڑھے. اس پر زہیر بن قین نے فوراً آگے بڑھکر انھیں روکا اور ایک غایت درجہ پر جوش تقریر میں فرمایا کہ:-

"کوفہ والو! عذاب الہی سے ڈرو. ابھی تک ہم باہم بھائی بھائی تھے. ایک ہی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں. مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کو نصیحت کرے. جب تک ہم دونوں کے درمیان تلوار نہ اٹھ جائے اس وقت تک ہمیں تم کو نصیحت کرنے کا حق حاصل رہے گا. البتہ تلوار کے اٹھتے ہی ہمارا تمہارا رشتہ منقطع ہو جائے گا. اس وقت خدائے عزوجل نے ہمیں اور تمہیں دونوں کو رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی اولاد کے متعلق آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ وہ اندازہ کرسکے کہ ہم اس کے ساتھ کیا سلوک روا رکھتے ہیں. میں تمہیں ابن زیاد کا ساتھ چھوڑنے کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ جو ابن رسول کے ساتھ سلوک روا نہ رکھ سکا ظاہر ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریگا. کل وہ کام نکال کر حضرت امام کو بلانے اور خط لکھنے کے جرم میں تمہیں بھی اسی طرح ذلیل کریگا. تمہاری آنکھوں میں گرم سلائیاں پھرائیگا ہاتھ پاؤں کٹوائیگا. ہانی اور عروہ کی طرح تمہارے معززین کو قتل کرے گا."

لیکن کچھ بھی کہا جاتا تھا ان پر تو اثر ہی نہ ہوتا تھا ان کے قلوب پر تو مہریں لگ چکی تھیں شیطان و نفس انھیں کچھ سوچنے اور سمجھنے ہی نہ دیتا تھا. کیا تو یہ کہ الٹی گالیاں دینی شروع کر دیں. اور بدبختان ازلی بولے تو یہ بولے کہ ہم حسین اور ان کے رفقاء کو قتل کئے یا انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کئے بغیر باز ہی نہیں رہ سکتے." حضرت زہیر نے پھر کہا خدا کے بندو سوچو تو ابن فاطمہ زیادہ امداد کا مستحق ہے یا ابن سمیہ. اگر تم ان کی امداد نہیں کر سکتے تو انھیں قتل بھی تو نہ کرو. اور ان کا معاملہ ان کے اور ان کے ابن عم یزید پر چھوڑ دو خدا کی قسم یزید حضرت امام کو قتل نہ کرنے کی صورت میں تم سے زیادہ رضامند ہوگا.

جہنم کے کندے شمر لعین نے زہیر کے ایک تیر مارا اور کہا خدا تیرا منہ بند کرے. زبان بند ہی نہیں کرتا اور بک بک کئے جاتا ہے. زہیر نے فرمایا او ابن بوال تجھ سے کون مخاطب ہوتا ہے. تو تو جانور ہے. خدا کی قسم میرا خیال تو یہی ہے کہ تو قرآن کریم کی ان آیتوں کو بھی نہیں جانتا وابشر بالخزی یوم القیمۃ والعذاب الالیم اس پر بھی بدبخت کہتا ہے کہ "خدا تجھے اور تیرے ساتھی دونوں کو قتل کرے" زہیر نے فرمایا: "او ذلیل انسان تو مجھے موت سے ڈراتا ہے. خدا کی قسم حسین کے ساتھ جان دینا مجکو تیرے ساتھ دائمی زندگی بسر کرنے سے بھی زیادہ خوشگوار اور زیادہ پسندیدہ ہے."

پھر باآواز بلند کوفیوں کو مخاطب کر کے فرمایا:-

"دیکھو! تم اس سنگدل و ظالم کے فریب میں نہ آؤ. یہ تمہیں دنیا و آخرت دونوں سے کھو کر رہے گا. خدا کی قسم کہے دیتا ہوں جو لوگ بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا خون بہائیں گے وہ قیامت کے روز ان کی شفاعت و سفارش سے محروم رہیں گے."

حضرت حر کا اعتراف حق

ہم بار بار کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے

کہ ذرہ برابر اگر ایمان کو بھی یہ تقریریں اور تلقین لرزانے اور متاثر کرنے اور شعلہ جوالہ بنانے کے لئے کافی تہی مگر یہاں تو دلوں کے گھونسلے طیور ایمان سے خالی پڑے تھے آنکھوں پر پردے اور دلوں پر مہریں تھیں تمام اتمام وتفہیم اور سارا سمجھانا بجھانا رائیگاں گیا اور ان بدبختوں کے کانوں پر جوں بھی نہ رینگی۔ حضرت امامؓ نے حضرت زہیر کو واپس بلا لیا اب کیا باقی رہ گیا تھا عمرو بن سعد بھی بندۂ نفس بن چکا تھا اور اسلامیت کی تو کیا حیثیت ہم نسبی اور قرابت کی بھی اسے اعتنا باقی نہ رہی تھی۔ وہ حملہ کے لئے پیشقدمی پر تیار ہوا اور آگے بڑھا۔

عین اسی وقت کہ طبل جنگ پر چوب پڑنے والی تہی کہ حضرت حرؓ کی آنکھوں پر سے پردہ ہٹا دل کی پہنائیوں میں جلوۂ حق چمکا۔ اللہ کا خوف پیدا ہوا کوفیوں کی فوج سے گھوڑا دوڑا کر نکلے اور حسینی جماعت میں آملے اور قدموں پر سر نیاز رکھا اور عرض کی:۔

"مجھ سے جو غلطیاں اور گستاخیاں ہونا تھیں وہ ہو چکیں جو بے عنوانیاں اور خطائیں مجھ سے سرزد ہوئیں وہ ہوئیں خدا کے لئے معاف کیجئے اب میں جاں نثاری کے لئے تیار ہوں امید ہے کہ در توبہ ابھی کھلا ہوگا۔

حضرت امام نے گلے لگایا اور فرمایا "تمہاری توبہ ضرور قبول ہوگی۔ تمہیں بشارت ہو کہ تم دنیا و آخرت دونوں میں آزاد ہو۔ حرؓ معمولی شخص نہ تھے بہت بڑے با اثر شہر کے رئیس اور فوج کے افسر تھے انہوں نے کوفیوں سے کہا کہ:۔

"حضرت امامؓ نے جو تین صورتیں پیش کیں اگر تم انھیں کیوں قبول نہیں کر لیتے کہ خدا تمھیں بھی ان کے ساتھ لڑنے سے بچائے۔ ابن سعدؓ نے کہا میرا تو منشا یہی ہے مگر کیا کروں۔ کوئی صورت ہی پیدا نہیں ہوتی" حرؓ نے کہا عجیب بات ہے کہ حمایت کا وعدہ کر کے تم ہی نے بلایا۔ تم ہی مخالف ہوگئے اور اب تم ہی قتل کے درپے ہوگئے۔ خدا کی وسیع زمین ان پر تنگ کر دی نہ کسی طرف جانے دیتے ہو نہ پانی کا ایک قطرہ ان تک پہنچنے دیتے ہو۔ اس وقت بالکل قیدیوں جیسی حالت بنا رکھی ہے جو نہ اپنی ذات کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ خود کو نقصان سے بچا سکتا ہے۔ اولاد رسولؐ کو تشنہ لب تڑپا رہے ہو اپنے نبیؐ کے بعد ان کی اولاد کا خوب لحاظ کیا اب بھی وقت ہے اپنی روش سے توبہ کرلو ورنہ موت تمہیں بھی آگئی ہے قیامت کے روز اسی طرح تمھیں بھی تڑپنا پڑے گا۔

اہلیہ عبداللہ کا جوشِ جاں نثاری

جسے سعادت ملنی تہی مل گئی اور جس کے نصیب میں یہ دولت تہی اُس نے لوٹ لی۔ چار ہزار میں ایک تو متلاشئی حق نکلا یہ بھی بڑی بات تہی جب حضرت امام ہی کی انہوں نے نہ سنی تو یہ حرؓ کی کب سننے والے تھے۔ ابن سعد نے فوراً پہلا تیر چلا کر اعلان جنگ کر دیا اور جنگ باقاعدہ طور پر شروع ہوگئی۔

اشقیا کی طرف سے یسار و سالم نکلے۔ جن کے مقابلہ کو ادھر سے تنہا عبداللہ بن عمیرؓ گئے اور دونوں کو جہنم پہنچا دیا۔ شوہر کو لڑتے دیکھکر عبداللہ کی بیوی بھی خیمہ کی چوب ہاتھ میں لیکر نکل کھڑی ہوئیں اشقیا سے لڑنے اور جان دینے کو آمادہ تھیں واپس ہی نہ جاتی تھیں۔ حضرت امامؓ نے بڑی مشکل سے یہ سمجھا کر انھیں واپس کیا کہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں۔

گستاخ شامی کا حشر

اس کے بعد عمرو بن حجاج میمنہ کو لیکر بڑھا قریب پہنچا تو جاں نثاران حسین پاؤں ٹیک کر سینہ سپر ہوگئے اور سواران کوفہ کے گھوڑوں کے منہ نیزوں سے پھیر دیئے۔ اسی وقت ابن جوزہ نکل کر پکارا حسین کہاں ہیں انکو دوزخ کی بشارت ہو۔ آپ نے فرمایا خدایا اسے آگ میں داخل کر۔ ہم عرض کر چکے ہیں آپ کی دعا خالی جانے والی نہ تہی۔ ایک دعا ہی میں سب کو تباہ کر سکتے تھے۔ یہی ایک بددعا کی اور فوراً اثر ہوا گھوڑا بدکا پاؤں رکاب میں اٹک گیا گھوڑا سرپٹ بھاگا پتھر دل کی چوٹوں اور ٹھوکروں سے بدن پارہ پارہ اور ہڈیاں چور چور ہوگئیں۔

اس کے بعد فوج کوفی سے یزید بن معقل نکلا جس کے مقابلہ کو بریر بن حضیرؓ بڑھے اور چند داؤں کے تبادلہ کے بعد ایسی تلوار ماری کہ خود کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی۔ رضی بن منقذ نے فوراً حملہ کیا کشتی ہونے لگی یہ سینہ پر چڑھ بیٹھے دوسری طرف سے کعب بن جابر نے نکل کر نیزہ پشت میں پیوست کر دیا۔ اور رضی کی جان بچ گئی اور بریرؓ شہید ہوگئے۔

حر بن یزیدؓ کی شجاعانہ جنگ

اس کے بعد عمرو بن قرظہؓ بڑھے اور داد شجاعت دیکر شہید ہوگئے۔ انہی بزرگ کا جہنمی بھائی شامی لشکر میں تھا بھائی کو شہید ہوتے دیکھکر جھلا گیا۔ اور پکارا کہ اے ابن کذاب حسینؓ تو نے بھائی کو گمراہ کر کے قتل کرا دیا تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے آگے بڑھتے ہی نافع بن ہلالؓ نے نیزے کے ایک ہی وار میں اسے چاروں شانے چت گرا لیا مگر ساتھیوں نے بڑھکر بچا لیا۔ اس کے بعد حر بن یزیدؓ بڑھکر بڑی شجاعت کے ساتھ لڑے۔ یزید بن سفیان مقابلہ پر آیا اور ایک وار کا بھی حریف نہ بن سکا۔ حرؓ کے بعد پھر نافع بن ہلالؓ بڑھے اور جو نہی مزاحم بن حریث مقابلہ پر آیا مارا گیا۔

مشہور جاں نثار مسلم بن عوسجہ کی شہادت

عرب کے طریق پر جنگ کی عنوان اس وقت تک یہ رہا تھا کہ دونوں لشکروں میں سے ایک ایک شخص میدان میں آتا اور مقابلہ کرتا تھا لیکن شامی لشکر سے جو بھی مقابلہ کے لئے نکلا بچ کر واپس نہ گیا اس سے شامیوں پر ایک گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ بدذات عمرو بن حجاج نے پکار کر کہا کہ شامیو! اب تم میں سے تنہا کوئی بھی مقابلہ کے لئے نہ نکلے کہ یہ لوگ تو سب کے سب جان پر کھیلے ہوئے ہیں اس طرح تو یہ سب کا خاتمہ کر کے رکھدیں گے۔ پھر بولا ان کی تعداد ہی کتنی ہے پتھر ہی پھینکنا شروع کردو گے تو یہ سب کے سب آن میں ڈھیر ہو جائیں گے اب ان پر اجتماعی حملہ کرو اور اس شخص (حضرت حسینؓ) کے قتل میں کسی قسم کا تذبذب کو راہ نہ دو کہ یہ دین سے بھاگا ہوا ہے اور اس نے امام وقت کی مخالفت پر کمر باندھی ہے۔

مردود! ابن حجاج کی اس رائے کو پسند کر کے حریص ابن سعد نے فوج کو

مبارزت سے روک دیا اور عمرو بن حجاج نے اس کے حکم پر میمنہ کو لیکر پرشور حملہ کر دیا تھوڑی دیر تک بڑی شدت کی جنگ ہوتی رہی اس معرکہ کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ مشہور بہادر و جاں نثار مسلم بن عوسجہ شہید ہو گئے حضرت حسینؑ نے قریب پہنچکر جنت کی بشارت دی اور مسکراتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں پہنچ گئے۔ قسی القلب شامیوں نے ان کی شہادت پر بڑی مسرت کا اظہار کیا گیا۔

کوفی میسرہ پر بدحواسی کا عالم

پہلا حملہ اجتماعی عمرو بن حجاج نے میمنہ سے کیا تھا۔ اس کے بعد دوسرا حملہ شمر نے میسرہ کو لیکر کیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ بڑی شدت کا معرکہ آرا ہوا۔ گو شامی ہر طرف سے ٹوٹ پڑے تھے مگر حسینی فوج اس جرأت و جلادت کے ساتھ رہی کہ شامیوں کے ہوش پراں کر دیئے صرف ۳۲ نفوس مقابلہ پر تھے لیکن اس پامردی و شکوہ کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ سامنے پڑتے ہوئے شامی گھبراتے تھے۔

صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ ادھر ہلچل مچ گئی کافی سے پھٹ گئی کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ انتہا یہ تھی کہ انہی ۳۲ سرفروشوں نے میسرہ کو منتشر کر دیا اس کی ترتیب قائم نہ رہ سکی اور شامی کثرت و تواتر کے ساتھ کٹنے اور مرنے لگے۔ عزرہ بن قیس نے جو اپنے سواروں کے دستہ کی یہ بے ترتیبی دیکھی تو اس نے ابن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ فوراً کچھ تیر انداز اور پیدل بھیجو ورنہ یہ مٹھی بھر سرفروش ہم سب کو کاٹ کر رکھ دیں گے۔ ابن سعد نے پیغام پہنچتے ہی پانچسو سواروں کا ایک دستہ بھیج دیا جس نے میدان جنگ میں پہنچتے ہی تیروں کا مینہ برسا دیا۔

۳۲ سواروں کی ہستی ہی کیا ہوتی ہے تیروں کی بارش سے گھوڑے زخمی و بیکار ہو گئے۔ لیکن ان کے اندر سچا جوش تھا جہادی روح پوری شدت کے ساتھ مصروف کار فرمائی تھی۔ یہ شجاع گھوڑوں سے اتر پڑے اور پیادہ پا ہی اس شدت و دلیری کے ساتھ لڑے کہ شامیوں پر گھبراہٹ سی طاری ہونے لگی۔ شامی جلد از جلد جنگ ختم کرنے کے لئے آگے بڑھتے مگر انہیں واپس ہونا پڑتا۔ حضرت امام نے خیموں کی ترتیب ہی ایسی رکھی تھی کہ شامی صرف ایک ہی رخ سے حملہ کر سکتے تھے۔ مشہور شجاع عبداللہ کلبی اس جانبازی و جوش کے ساتھ لڑے کہ سینکڑوں کو قتل اور بکثرت شامیوں کو مجروح کیا اور اس کے بعد خود شہید ہو گئے۔

اہلبیت کے خیموں میں آتش زنی

ابن سعد نے میسرہ کی پریشانی کو ناکام دیکھکر سوچا کہ جب تک ان پر چاروں طرف سے حملہ نہ کیا جائے گا اس وقت تک ان جانبازوں سے مقابلہ مشکل ہے جو بھوکے شیروں کی طرح بپھرے ہوئے ہیں۔ اس نے حکم دیدیا کہ خیمے اکھاڑ دیئے جائیں۔ حضرت حسینؑ کی لیاقت حربی کا یہ کتنا شاندار نظارہ تھا کہ اول تو آپ کی ترتیب نے چاروں طرف سے حملہ ہونے کو روکا اور جب یہ خیمے اکھاڑنے کو بڑھے تو اس میں یہ دشواری پیش آئی کہ جب وہ خیموں میں گھسنے کا قصد کرتے تھے تو ڈاٹ میں پڑ جاتے تھے اور آڑ میں ٹوٹتے ہی حسینی سرفروش انہیں مار لیتے تھے۔ اس طرح بہت سے شامی خاک و خون میں لتھڑ گئے یہ دیکھکر ابن سعد نے حکم دیدیا کہ خیموں میں آگ لگا دی جائے حضرت حسینؑ نے جو سنا تو فرمایا کوئی حرج نہیں یہ بھی اچھا ہے میدان صاف ہو جائے گا اور پشت کی طرف سے حملہ نہ ہو سکیگا۔

مردود شمر اہل بیت کے خیمہ میں نیزہ مار کر بولا۔ میں اسے اس کے مکینوں سمیت جلا کر خاک سیاہ کر دوں گا۔ عورتوں نے سن لیا اور وہ چلاتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ حضرت امام نے فوراً موقعہ پر پہنچکر شمر کو ایک ڈانٹ بتائی کہ خدا تجھے دوزخ میں جھونکے تو میرے اہل بیت کو زندہ جلانا چاہتا ہے۔ طبری نے لکھا ہے کہ اس ڈانٹ کے اثر اور کچھ لوگوں کے غیرت دلانے اور شرمانے سے پیچھے ہٹ گیا اس کے پیچھے ہٹتے ہی زہیر بن قین نے باقی کوفیوں کو بھی اہل بیت اطہار کے خیمہ سے مار کر ہٹا دیا۔

حضرات حبیبؓ و حرؓ کی شہادت

کوفیوں کا لشکر ایک ٹڈی دل تھا جو تمام میدان میں چھایا ہوا تھا کاٹا مارا بھی جاتا تو کہاں تک بڑی شجاعت سے لڑے مگر تابکے یکے بعد دیگرے شہید ہوتے رہے تھوڑے ہی سرفروش باقی رہ گئے تھے اور ظہر کا وقت آ پہنچا تھا۔ کوفیوں سے کہلایا گیا نماز کے لئے جنگ ملتوی کر دو۔ اس پر حصین بن نمیر مردود کیا کہتا ہے۔ تمہاری نماز قبول ہی نہ ہوگی حبیب بن مظہر نے مشتعل ہو کر فرمایا کیوں آل رسول کی نماز قبول نہ ہوگی اور تیری نماز شرف قبول حاصل کرے گی۔ حصین نے برافروختہ ہو کر حبیب پر حملہ کر دیا۔ حبیب نے مشتعل ہو کر اس کے گھوڑے پر اس زور سے تیغ مارا کہ وہ پاؤں پر کھڑا نہ رہ سکا گر گیا قتل ہونے ہی والا تھا کہ شامیوں نے بڑھکر اسے بچا لیا اور سب نے مل کر تنہا حبیبؓ پر شور انگیز حملہ کر دیا۔

دیر تک تنہا بڑے جوش سے لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت سے حضرت حسینؑ کا ایک قوی بازو ٹوٹ گیا اور بہت دل شکستہ ہوئے حرؓ سے یہ ملال نہ دیکھا گیا رجز پڑھتے ہوئے زہیر بن قین کے ساتھ آگے بڑھے۔ انتہائی اور حیرت انگیز شجاعت سے لڑے بہت سے اشقیا کو خاک و خون میں تڑپایا آخر کوفیوں نے ہجوم کر کے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا لیکن پھر کب ہار رہے تھے۔ آخر یہ جاں نثار بھی شہید ہو گیا اور روح مبارک شاخ طوبیٰ پر پہنچ گئی۔

حضرات حنفیؓ اور زہیرؓ کی شہادت

شقاوت و ملعونیت کا یہ کتنا دلدوز نظارہ تھا کہ ظہر کا وقت آخر ہوتا چلا جاتا تھا اور کمبخت نماز نہ پڑھنے دیتے تھے مجبوراً صلوٰۃ خوف پڑھی اس کے بعد جو جنگ ہوئی ہے تو اتنی خوفناک اور گھمسان کی جنگ تھی کہ زمین کی دھول آسمان کو پہنچ گئی اور ارض نینوی تھرا اٹھی۔ تیروں کی بارش اس شدت کے ساتھ ہو رہی تھی کہ فضا میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ ٹڈیوں کے دل کے دل نکل پڑے ہیں۔ تیر برساتے اور شیطانی نعرے مارتے ہوئے یہ حضرت امام کی طرف برابر بڑھتے چلے آتے تھے یہ دیکھکر مشہور سرفروش و جانباز حنفیؓ حضرت امام کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور آنے والے تمام تیر اپنے سینہ پر روکتے رہے اور شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت زہیر بن قین نے بھی حملہ کیا اور وہ بھی شیرانہ صولت کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرات نافع اور جابر دیگر فدویوں کی شہادت

ان کے بعد نافع بن ہلال بھی بڑھے اور بارہ کوفیوں کو جہنم میں پہنچا کر گرفتار ہوئے اور بیدردانہ شہید کر دیئے گئے۔ اب چند ہی جانباز باقی رہ گئے تھے ان میں سے ایک ایک باری باری آگے بڑھتا داد شجاعت دیتا اور متعدد کوفیوں کو جہنم پہنچا کر پروانہ وار شمع امامت پر قربان ہو جاتا۔ سب سے اول عبد اللہ اور عبد الرحمٰن بڑھے خوب لڑے کئی مارا اور شہید ہو گئے۔ ان کے بعد دو نوجوان سیف بن حارث اور مالک بن عبس اس عالم میں آگے بڑھے کہ آنسوؤں کی جھڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ استفسار پر عرض کی کہ آپ چاروں طرف سے اعدا کے نرغے میں محصور ہیں اس کا غم ہے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ تمھیں متقیوں جیسی جزا دے۔ یہ بھی بڑے شکوہ و جانبازی کے ساتھ لڑے اور شہید ہو گئے۔

حضرات حنظلہ و عابس رض کی شہادت

حضرت حنظلہ بن اسعد شامی نکلے پہلے سمجھانا چاہا مگر آپ نے روک دیا کہ اب اس کا وقت ختم ہو چکا چنانچہ یہ بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے بعد عابس بن ابی شبیب اور شوذب میدان میں اترے شوذب تو بڑی دیر سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے مگر عابس چونکہ بہت نامور بہادر تھے ان کے مقابلے میں سامنے آنے کی کسی کو جرات نہ ہوتی تھی اس لئے ان پر دور ہی سے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ عابس یہ بزدلی دیکھ کر بہت برافروختہ ہوئے اور زرہ و خود اتار کر دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور صفیں کی صفیں الٹنی شروع کر دیں۔

تنہا ہزاروں کے مقابلے میں لڑتے رہے آخر چاروں طرف سے گھیر لئے گئے اور بکثرت کوفیوں کو قتل کر کے خود بھی شہید ہو گئے۔ اسی طرح حضرات عمرو بن خالد جبار بن حارث، سعد اور مجمع بن عبید اللہ یکے بعد دیگرے بڑھے اور داد شجاعت دیتے اور جوہر شمشیر دکھاتے ہوئے نثار ہو گئے اور تنہا سوید بن ابی المطاع باقی رہ گئے۔

خاندان رسالت کے چشم و چراغ میدان جنگ میں

گلشن ہاشمی کے سلب و نہب کا اندوہناک منظر

حضرت امام رض کے بھانجوں کی شہادت

اب تک جتنے جاں نثار اور پروانہ ہائے شمع نبوت میدان جنگ میں قربان و شہید ہوئے گو وہ دودمان رسالت سے تعلق نہ رکھتے تھے مگر اپنی وابستگی جاں نثاری اور فدائیت و محبت کے اعتبار سے بیحد بلند درجہ رکھتے تھے ان کی وفاداریوں پر آپ کو ناز تھا اور واقعی عشق و وفا کی دنیا میں اپنا نام کر گئے اور آپ کی محبت و حق پرستی میں جان و مال اور اولاد کسی کا خیال نہ کیا اور ہر طرف سے بے نیاز ہو کر اور ہر سمت سے منہ موڑ کر شمع حسینی کے گرد مجتمع ہو گئے۔ ان میں بڑے بڑے اکابر اور ناموران اسلام بھی شامل تھے اور ان میں سے ہر ایک آپ کو اپنے عزیزوں کی برابر تھا۔ ظاہر ہے کہ ان کی شہادت نے آپ کے قلب و دماغ پر کیا کچھ تیر و نشتر کا کام کیا ہوگا۔

جب تمام اعوان و انصار ایک ایک کر کے فدا ہو گئے تو آپ کے دل میں کچھ باقی نہ رہا تھا صدمہ و اندوہ کا ایک پیکر بنے ہوئے تھے لیکن میدان وغا گرم تھا اب صرف خاندان رسالت باقی رہ گیا تھا دوست اور وفادار دوست عزیز دل سے کم نہیں زیادہ ہوتے ہیں آنکھوں کے سامنے وفور غم سے اندھیرا چھایا ہوا تھا اتنے میں حضرت مسلم شہید کے صاحبزادے عبد اللہ بن مسلم آئے جن کی ماں حضرت عباس کی حقیقی بہن اور حضرت علی کی بیٹی اور آپ کی سوتیلی بہن ہیں۔ بیوہ ہو چکی ہیں بعض روایات کے مطابق دو صغیر السن بچے باپ کے ساتھ کوفہ میں شہید ہو چکے ہیں دو ساتھ ہیں یہ اب مرنے اور شہادت حاصل کرنے کو چلے ہیں۔ ماں کا تو جو حال ہوا ہوگا وہ ہوا ہی ہوگا یہ تصور کیجئے کہ اس وقت حضرت امام کے قلب پر کیا گذری ہوگی۔ فرمایا بیٹا کس طرح اور کس دل سے اجازت دوں اور تمہاری ماں اور اپنی بہن کے مجروح قلب میں ناسور ڈالوں۔ بدنصیب ماں کی تنہا سہارا تم ہی دونوں بھائی رہ گئے ہو اور تم بھی مرنے کو نکلے ہو اپنی ماں کی حالت پر رحم کرو اور اسے لیکر کسی طرف کو نکل جاؤ۔

لیکن عبد اللہ کہاں ماننے والے تھے عرض کی کہ آپ مجھے قربان ہونے دیں اور شہادت کے شرف سے محروم نہ کریں۔ ڈبڈبائی آنکھوں سے اجازت دیدی۔ حضرت حیدر کرار کا نواسہ اور حضرت امام کا بھانجہ میدان میں شیرانہ صولت کے ساتھ نکلا اور داد شجاعت دیکر شہید ہو گیا۔ جوان بیٹے کی لاش دیکھ کر ماں اچھاڑے کھانے لگی۔ خون آلود پیشانی کا بوسہ لیا اور پھر فرمایا۔ بیٹا عین شباب میں ماں کو داغ دیا مگر شکر ہے کہ سرخ رو چلے۔ اسی طرح دوسرے فرزند محمد بن مسلم رض میدان جنگ میں اترے لڑے اور شہید ہو گئے۔

چچیرے بھائیوں کی شہادت

ان کے بعد حضرت جعفر، عقیل میدان میں اترے اور شہید ہوئے پھر عبد الرحمٰن بن عقیل بڑھے اور سترہ شامیوں کو خاک و خون میں تڑپا کر عبد اللہ بن عروہ کے تیر کا نشانہ بن گئے۔

بھائی کو بسمل دیکھ کر محمد بن عقیل بے تحاشا نکل پڑے اور لقیط بن ناشر نے پہلے ہی تیر میں انہیں جنت پہنچا دیا۔

ان کے بعد ان کے دونوں بھائی عبد اللہ اور موسیٰ میدان وغا میں نکلے جوہر شمشیر دکھائے اور بہتوں کو جہنم پہنچا کر جنت کو سدھارے۔

حقیقی ہمشیرزادوں کی شہادت

اولاد عقیل کے خاتمہ کے بعد حضرت زینب رض کے صاحبزادوں کی باری تھی۔ کون زینب جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حقیقی نواسی اور حضرت امام کی سگی بہن تھیں اور آپ سے عاشقانہ محبت کی بنا پر بہت مشہور رہیں میدان کربلا میں جو تیر کمان سے نکلتا تھا وہ حقیقتاً گویا خیالاً انہی کے سینہ میں پیوست ہو کر رہ جاتا تھا جتنا کرب و اضطراب ان پر طاری تھا اور کسی پر نہ تھا۔ بھائی کے لئے تڑپ اور بیقراری انہی کو تھی۔ حضرت امام کی اولاد انہی کے آغوش میں پل بڑھ کر جوان ہوئی تھی۔ حضرت امام کے بعد کنبہ میں سب سے بڑی یہی تھیں سب پر مادرانہ شفقت

رکھتی تھیں اور سیرت و اخلاق میں بھی امتیازی رتبہ رکھتی تھیں۔
حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کی بیوی تھیں اور ان کے دو جوان العمر فرزند تھے یہ دونوں حضرت امام کے پاس حاضر ہوئے ؎

فرماتے ہیں شبیر کہ خیمہ میں تم جاؤ — قدموں سے اٹھو سر میری چھاتی سے لگاؤ
یہ داغ بھی سہ لیں گے تم آنسو نہ بہاؤ — منظور جدائی ہے تو مادر سے مل آؤ
وہ کہتے ہیں منہ ان کو دکھانے کے نہیں ہم
اماں ہیں خفا خیمے میں جانے کے نہیں ہم

فضہ نے بلایا تو وہ میدان میں آئے — دیکھا انہیں ماں نے کہ سر نیچے ہیں جھکائے
چھاتی سے لگانے کے لئے ہاتھ بڑھائے — دو جوڑ کے ہاتھوں کو سخن لب پہ یہ لائے
ہم دیر سے رخصت کے طلبگار تھے اماں
تقصیر ہماری نہیں لاچار تھے اماں

فرزندوں کے اس عجز پہ رقت کا ہوا جوش — چھاتی امنڈ آئی تھی مگر رہ گئی خاموش
لپٹا لیا چھاتی سے انہیں رکھ لیے آغوش — فرمایا ہیں آزردہ نہیں کھوتے ہو کیوں ہوش
جی بھر کے نہ دیکھا تھا سو دیکھا تمہیں میں نے
پیاسے ہو تو لو دودھ بھی بخشا تمہیں میں نے

مرنے کو چلے جان رکی ماں سے پیاری — آؤ مجھے قربان تو ہو لینے دو میں واری
تھی آگے تو ماں آج سے لونڈی ہوں تمہاری — مادر سے وہ کہنے لگے باگریہ و زاری
افراط محبت سے یہ گفتار نہ کیجئے
تا چیز غلاموں کو گنہگار نہ کیجئے

ان دونوں نونہالوں کی شہادت کے بعد کا دردناک منظر انیس مرحوم نے نہایت موثر انداز میں پیش کیا ہے۔

رخ زرد تھے اور خاک میں آلودہ تھے گیسو — جھک آئے تھے کٹ کٹ کے منہ دوسے ابرو
تلواروں سے ٹکڑے تھے وہ تلوار سے بازو — تھا بیچ میں وہ چھاتیاں او زیر سے پہلو
جھکتا تھا جگر آنکھ نہ کھل سکتی تھی غش سے
ہونٹوں پہ زبانیں نکل آئی تھیں عطش سے

ٹکڑے ہوا سینہ میں دل سبط پیمبر — ہے ہے کہا اور لاشوں سے لپٹے شہ صفدر
چھوٹے سے بڑے نے کہا یہ ہوش میں آکر — بالیں پہ حضور آئے ہیں جنکو تو برادر
مشتاق تھے تم سید ذی جاہ کو دیکھو
مرتے ہوئے دیدار شہنشاہ کو دیکھو

سن کر یہ صدا غش سے جو چونکا دل افگار — دونوں نے قدم شاہ پہ سر رکھا اک بار
اکبر نے یہ کی عرض کہ اے شاہ علمدار — دشمن ہیں بہت قبلہ عالم سے خبردار
ہم دونوں غلاموں کا نہ غم کھائیے بھائی
سر پیٹیں جو اماں انہیں سمجھائیو بھائی

دیکھا جو لہو بہہ کا چھاتی امنڈ آئی — نزدیک تھا مر جائے محب اللہ کی جائی
پر فاطمہ کے صبر کی شان اس نے دکھائی — سب سے یہ کہا نیک لگی میری کمائی
بچے مرے قربان ہوئے احسان خدا کا
اے بی بی یہ صدقہ ہے یہ شاہ شہدا کا

غرض یہ دونوں بھائی محمد بن عبداللہ اور عون بن عبداللہ اپنی کمسنی کے باوجود بڑی شجاعت و شہامت کے ساتھ لڑے اور شہید ہو گئے۔

چاند سے بھتیجوں کی شہادت

ان کی شہادت کے بعد آپ کے حقیقی بھتیجے حضرت حسنؑ کے فرزندان گرامی حضرات قاسم بن حسنؑ ابوبکر بن حسنؑ اور احمد بن حسنؑ دلیرانہ میدان میں اتر پڑے ایک بھائی بہت کمسن تھے اس کے باوجود تینوں باری باری اس جرأت و جلادت کے ساتھ لڑے کہ اشقیا پر ہیبت طاری ہو گئی ہزاروں کے مقابلے پر ایک ایک انسان خواہ وہ کتنا ہی بہادر ہو کیا کر سکتا ہے آخر حضرت قاسم بن حسنؑ تو عمرو بن سعد بن مقبل مردود کے ہاتھوں شہید ہوئے اور ابوبکر بن حسنؑ بدذات عبداللہ بن عقبہ کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا ان کے بعد احمد بن حسن بھی بہت سے مردودین کو جہنم پہنچا کر عازم خلد بریں ہوئے۔

غرض بھتیجے وفادار اور جانباز دوست اور انصار و اعوان ایک ایک شہید ہو گئے اولاد حضرت عقیل اولاد حضرت جعفر اولاد زینب اور اولاد حضرت حسن بھی شہید ہو گئی۔ بھائی بھتیجے بھانجے جن میں ہر ایک خاندان میں گلہائے سر سبد کی حیثیت رکھتا تھا ایک ایک کر کے آنکھوں کے سامنے شہید ہو گئے تصور بھی تو نہیں کیا جا سکتا کہ ان نونہالوں کی شہادت سے آپ کے قلب نازک پر کیا گذری ہوگی۔ دل میں درد ضرور تھا مگر زبان پر حرف شکایت نہ تھا۔

جوان سال بھائی عباس علمدار کی شہادت

ایک طرف ظلم و شقاوت کا دریا امنڈا ہوا تھا اور دوسری طرف جوش شہادت کا سیلاب اپنی بے پناہ جوش کے ساتھ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اب خاندان میں آپ کی اولاد چند سوتیلے بھائی رہ گئے تھے جن میں حضرت عباس کا رتبہ بہت بلند تھا۔ جن کی عمر ابھی صرف (۳۴) ہی سال کی تھی۔ تھے تو سوتیلے بھائی مگر اس زمانہ جیسے سوتیلے نہیں۔

اتنی عمر ہو گئی تھی کبھی بھائی صاحب بھی کہکر نہ پکارا تھا۔ ادب و احترام سے ہمیشہ آقا۔ سید اور مولا کہکر مخاطب کرتے رہے۔ آپ ہی کے آغوش تربیت میں پل کر جوان ہوئے۔ اتنے خوبصورت ... تھے کہ مدینہ منورہ میں ہر شخص ماہ بنو ہاشم کے نام سے موسوم کیا کرتا تھا آپ کے نہایت فرمانبردار تھے عاشقانہ محبت رکھتے شجاعت و تہور میں بھی نظیر نہ رکھتے تھے سقائے اہل بیت کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ بھائی پر انتہائی افتاد پڑ چکی ہے اور عزیز ایک ایک کر کے سب قربان ہوتے چلے جاتے ہیں تو آپ آگے بڑھے علم کو وہیں چھوڑا اور خدمت میں باریاب ہوئے۔ دیکھتے ہی کلیجہ دھک سے ہو گیا کہ یہ قوت بازو بھی گیا۔ ادھر سے اجازت پر اصرار تھا ادھر آپ اجازت بھی دیں تو کس دل سے دیں۔

جگر پارہ پارہ اور دل پاش پاش ہو گیا۔ توقع تھی ہی نہیں کہ کوئی جا کر واپس لوٹیگا مگر وقت ہی ایسا تھا، اصرار بھی اتنا تھا کہ مجبور ہو گئے اور یہ خیمہ سے باہر نکلے ؎

آداب بجا لائے تصدق ہوئے عباسؑ — غش ہو گئے صدمہ سے شہ بیکس بے آس

روتے ہوئے عباس چلے گھر سے بہ صد یاس ۔۔۔ سر کھولے ہوئے غول تھا رانڈوں کا ورپاس
ٹوٹا تھا فلک زوجۂ عباس حزیں پر
اٹھتی تھی کبھی اور کبھی گرتی تھی زمیں پر

القصہ چڑھے گھوڑے پہ عباس علمدار ۔۔۔ بجلی کی طرح کوند گیا دشت میں رہوار
وہ چاند سی صورت وہ چمکتے ہوئے ہتھیار ۔۔۔ سر تا بقدم دبدبۂ حیدر کرار
تکتے تھے عدو بازوئے شاہ مردانی کو
غل تھا کہ علی آئے ہیں خیبر شکنی کو

حضرت عباسؑ پورے جوان تھے شجاعت و بسالت میں شہرۂ آفاق تھے حوصلہ نہ پڑتا تھا کہ کوئی آپ کے قریب پھٹکے۔ سوار ہوتے ہوئے پانی لانے کے لئے دریا کی طرف چلے۔ اشقیا نے ہجوم کر کے حملہ کر دیا۔ لیکن آپ کی شمشیر افگنی قیامت کی تھی آن کی آن میں کائی سی پھٹ گئی اور تمام اعدا پر رعب چھا گیا کیونکہ جو بھی سامنے یا برابر آیا چورنگ ہو کر گرا۔ آخر ایک شخص مارد بن صدیف مقابلہ پر آ ہی گیا اس نے تمام لشکر کو شرم دلائی کہ ہزاروں ہو کر ایک جوان کے خوف سے مرے جاتے ہو۔ شمر کو یہ موقعہ مل گیا بولا بہت شیخی مار رہا ہے ہم سب ہٹے جاتے ہیں تو ہی حوصلہ نکال لے۔ تھا واقعی بہت جنگ آزمودہ اور بہادر گھوڑا فرزدہ تو ہوا مگر مقابلہ پر ڈٹ گیا اور پھر تعلی مارنے لگا۔ حضرت عباسؑ نے جھپٹ کر وار جو کئے ہیں تو ہوش و حواس غائب ہو گئے۔ نیزہ مار کر جھٹکا جو دیا ہے تو زمین پر آ رہا فوراً قابو پا لیا اور فوراً دریائے فرات کا رخ کیا کہ فرات سے پانی لا کر اہل بیت اطہار کو سیراب کریں۔

راستے میں سخت لڑائی لڑنا پڑی مگر آپ اشقیا کو کاٹتے مارتے اور سر تنوں سے جدا کرتے دریا پر پہنچ ہی گئے اور مشکیزہ بھر بھی لیا جس سے اعدا میں کھلبلی مچ گئی انہوں نے ہر طرف سے تیر برسانے اور نرغہ میں لیکر وار کرنے شروع کر دیئے۔ حضرت عباسؑ نے بکثرت اشقیا کو قتل کیا مگر تابہ کے پہلے سیدھا بازو کٹا، تلوار بائیں ہاتھ میں تھی لیکن یہ بھی کٹ گیا تو مشک منہ میں پکڑ لی۔ اب بے بس تھے گھیر کر آپ کو نرغہ میں لے لیا اور اس شدت سے وار کئے کہ حضرت عباس بری طرح مجروح ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔

چلاتی سکینہ سنو اچھے مرے بابا ۔۔۔ لیتے چلو مجکو بھی یہاں سے مرے آقا
محمد کے لئے آہ مرا دل ہے تڑپتا ۔۔۔ بید مجنوں لے پانی کی طرح انہیں ہوکا
تم نہ مری پیاس کا غم کھاؤ چچا جان
میں پانی سے باز آئی لپٹنے کو چچا جان

القصہ باپ کو اکبر ترائی میں ۔۔۔ زخمی ملا وہ شیر دلاور ترائی میں
باقی جو خون ہوئے برادر ترائی میں ۔۔۔ لاشے کے پاس گر پڑا سرور ترائی میں
گذری تھی عمر ہاتھ جسے جوڑتے ہوئے
دیکھا اسی کو خاک پہ دم توڑتے ہوئے

منہ رکھ کے منہ پہ بھائی کے بھائی نے دی صدا ۔۔۔ بولے شیرا دلیر یہ بیکس ترے فدا
کیوں پتلیاں پھر آئے ہو بھائی یہ کیا کیا ۔۔۔ عباس میں حسین ہوں دیکھو مجھے ذرا
میرا حلق خشک ہے خنجر کے واسطے
بھائی کو چھوڑے جاتے ہو دم بھر کے واسطے

ٹھیرو دو عنان توسن عمر رواں نہ لو ۔۔۔ ساتھی بچھڑتا ہے وہ کارواں نہ لو
کر جاؤ مسکرا کے مرے آرام جاں نہ لو ۔۔۔ لگتی ہے چوٹ دل پہ مری ہچکیاں نہ لو
مر جاؤں گا میں ساتھ اگر چھوٹ جاؤ گے
بھائی مرا تو رشتۂ جاں ٹوٹ جائے گا

بھائی کے آگے بھائی تڑپ کر جو مر گیا ۔۔۔ صدمہ غضب کا سبط نبی پر گذر گیا
خنجر الم کا دل سے جگر تک اتر گیا ۔۔۔ چلاتے تھے کہ شیر ہمارا کدھر گیا
لیتے تھے بوسے جھک کے تن پاش پاش کے
اٹھ اٹھ کے گرد پھرتے تھے بھائی کی لاش کے

زیر علم تھا زوجۂ عباس کا یہ حال ۔۔۔ ہاتھا بھر اتھا خاک سی بکھرے ہوئے تھے بال
چلاتی تھی کہ اے اسد کبریا کے لال ۔۔۔ میں سر کو پیٹتی ہوں تمہیں کچھ نہیں خیال
جاتا ہے یوں جہاں سے کوئی آنکھ موڑ کے
سوئے کیا ترائی میں رانڈوں کو چھوڑ کے

حضرت عباسؑ کی آواز پر ان کے تینوں بھائی۔ حضرت عبداللہؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عثمانؓ دیوار آہن بنکر جو کھڑے ہو گئے تھے اور تیروں کی بارش کو اپنے سینوں پر روک رہے تھے ان میں سے ہانی بن ثوبیت کے ہاتھ سے عبداللہ و جعفر شہید ہوئے۔ تیسرے بھائی عثمان یزید اصبحی کے تیر کا نشانہ بنے کو حضرت عباس بھی شہید ہو گئے۔

نوجوان بیٹے کی شہادت

اب اہل بیت میں بھی کوئی لڑنے کے قابل موجود نہ رہا صرف آپ کے دو جوان فرزند علی اکبر اور سجاد رہ گئے تھے۔ فرزند اکبر حضرت علی سجاد جو اسہال و تپ کی شدید بیماری میں مبتلا تھے صاحب فراش تھے ان پر اکثر اوقات غشی طاری رہتی تھی ان کی والدہ حضرت شہر بانو کا رحلت ہوئی تھی کہ انتقال ہو چکا تھا۔ دوسرے بیٹے علی اکبر حضرت ام لیلیٰ بنت میمونہ بنت ابوسفیان کے بطن سے تھے گویا یزید ابوسفیان کا پوتا تھا اور علی اکبر کی والدہ ام لیلیٰ اس کی نواسی تھیں۔ بالفاظ دیگر حضرت علی اکبر یزید کے بھانجے تھے اور یہی رشتہ ابن زیاد سے بھی تھا۔

تیسرے فرزند حضرت ام ربابؓ کے بطن سے علی اصغر تھے جن کی عمر ابھی پورے چھ ماہ کی بھی نہ ہوئی تھی اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اہل بیت اطہار میں اب صرف حضرت امام اور حضرت علی اکبر رہ گئے تھے جن کی عمر بیس برس کی بھی نہ تھی مگر ہونہار نوجوان تھے تکمیل علوم کر چکے تھے نہایت متقی پرہیزگار تھے اور حضور نبی کریم سے آپ کی شکل ہوبہو بہت کچھ ملتی جلتی تھی۔ قرآن و حدیث پر پورا عبور حاصل تھا ان کے رن میں جانے کا دردناک نقشہ میر انیس نے کھینچا ہے

موت مرنے کو ہیکل بنی جاتا ہے ۔۔۔ دولت بالوئے بیکس پہ زوال آتا ہے
کیا الم ہے کہ جگر سینے میں تھراتا ہے ۔۔۔ داغ بیٹے کا فلک باپ کو دکھلاتا ہے
ماں تڑپتی ہے شہ جن و بشر روتے ہیں
کس جواں بیٹے سے ماں باپ جدا ہوتے ہیں

بیٹا کیا جاتا ہے ہوتا ہے بھرا گھر برباد ۔۔۔ ہوتی ہے دولت فرزند پیمبر برباد

کرتے ہیں اپنی جوانی علی اکبر برباد — جان کھوتا ہے پدر ہوتی ہے مادر برباد
داغ اولاد ہے یاں صبر کا مقدور نہیں
پہلے فرزند سے مر جائیں تو کچھ بیر نہیں

ایسا بیٹا جسے اٹھارہ برس پالا ہے — گھر سے جاتا ہے ابھی گھر کا جو اجیالا ہے
کفر نے جرخ ستمگر نے عجب ڈالا ہے — کیا کریں صبر کلیجہ ہی تہ و بالا ہے
دل کی بیتابی ہر اک آن سوا ہوتی ہے
روح ماں باپ کے قالب سے جدا ہوتی ہے

داغ اولاد نہیں آہ اٹھایا جاتا — ایسا بیٹا نہیں ہاتھوں سے گنوایا جاتا
درد وہ ہے کہ زباں پر نہیں لایا جاتا — زخم وہ ہے کہ جگر پر نہیں کھایا جاتا
داغ فرزند حسینؑ ابن علیؑ سے پوچھو
نوجوان بیٹے کا غم ماں باپ کے جی سے پوچھو

ہیں مسیں بھیگتی اٹھارہ برس کا ہے سن — منتیں مانی ہیں مادر نے مرادوں کے ہیں دن
رنج میں کاٹی ہیں دکھ درد کی راتیں گن گن — پالنے والی کو چین آئیگا کیونکر اس بن
ماں کو حسرت ہے دلہن بیاہ کے گھر لائیگی
فکر یاں عین جوانی میں ہے مر جائیگا

اجازت لیکر رن میں پہنچے ۔۔ دن کے بھوکے پیاسے تھے مگر اس شیرانہ صولت کے ساتھ لڑے کہ صفیں درہم برہم کر دیں جس طرف نکل گئے صفایا کر دیا چہرے سے جلال کا رعب ٹپکتا تھا اکبرؑ نے اشقیا کو جہنم پہنچایا۔ بعض نے تو لکھا ہے کہ ۵۰۰ قتل کئے اور بعض مورخین مقتولین کی تعداد ۸۲ بتلاتے ہیں اعدائے ملعونہ قریب آتے ہوئے تو گھبراتے تھے دور ہی سے تیروں کی بارش کر رہے تھے جنہوں نے جسم مبارک چھلنی کر دیا تھا نڈھال ہو گئے تلوار زن پر دھر لیا اور شہید کر دیا آپ دو ڑے گئے

دیکھی عجیب حالت فرزند نوجوان — پیکان گلے میں ہونٹوں پہ نکلی ہوئی زبان
تن پر جراحت تیر و خنجر و سنان — گردن ابھی کچھ پھری ہوئی آنکھیں تھیں بیاں
تا پنڈلیاں سے مرکبوں کے جراحت بھے ہوئے
چہرہ سفید خاک میں گیسو اٹے ہوئے

لاشے کے پاس ہائے پسر کہہ کے ماں گری — باتھوں سے دل پکڑ کے پھوپھی نیم جاں گری
دل پر ہر ایک کے برق غم نوجواں گری — غش ہو کے یاں گری کوئی اور کوئی واں گری
چھوٹی بہن جو لاشہ سے آکر لپٹ گئی
اک حشر ہو گیا صف ماتم الٹ گئی

ماں کا کیا حال تھا سن لیجئے ؎

چلاتی تھی ارے مرا پیارا ہے کس طرف — اے آسماں وہ عرش کا تارا ہے کس طرف
اے ابر شام چاند ہمارا ہے کس طرف — اے ارض کربلا وہ سہارا ہمارا ہے کس طرف
ہے ہے سناں سے جان گئی میہمان کی
میت کو ہر کوئی ہے مرے کڑیل جوان کی

اے میرے لمبے گیسوؤں والے کدھر ہے تو — ہے ہے مری غریبی کے پالے کدھر ہے تو
تاری کہاں لگے تجھے بھالے کدھر ہے تو — کیونکر کوئی جگر کو سنبھالے کدھر ہے تو
اٹھارواں برس تھا کہ موت آگئی تجھے
اے نور عین کس کی نظر کھا گئی تجھے

ہے ہے مرے سعید و رشید و متین جواں — خوش خو و خوش جواں غریب جواں مہ جبیں جواں
صفدر جواں شکیل جواں نازنیں جواں — کس نے تجھے مٹا دیا اے حسین جواں
آغاز تھیں مسیں ابھی ایسے مُسن نہ تھے
بچے مرے ابھی ترے مرنے کے دن نہ تھے

باپ کا حال سنئے ؎

ہے ہے مرے شفیق پسر مہرباں پسر — خوش خو پسر سعید پسر قدرداں پسر
مادر کا چین باپ کی آرام جاں پسر — کم گو پسر شہید پسر نوجواں پسر
مقتل کدھر ہے کوئی بتاتا نہیں مجھے
اے نور عین کچھ نظر آتا نہیں مجھے

کچھ ہوش دست و پا کا نہیں بدحواس ہوں — زخمی ہے قلب کشتہ اندوہ و یاس ہوں
غمگیں ہوں مردہ دل ہوں حزیں ہوں اداس ہوں — دم توڑتے تم ہو ہے غضب اور میں پاس ہوں
کیونکر قرار آئے دل ناصبور کو
لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے آنکھوں کے نور کو

دوڑے یہ بات کہہ کے جو سلطان بحر و بر — بیٹے کی لاش باپ نے دیکھی لہو میں تر
اٹھا یہ دل میں درد کہ خم ہو گئی کمر — دیکھا جو زخم منہ کے قریب آ گیا جگر
تڑپے جگر کے اور تڑپ کر ٹھیر گئے
غل پڑ گیا صفوں میں کہ شبیر مر گئے

یہ صدمہ قابل صبر نہ تھا دل اور جگر دونوں میں آگ لگی ہوئی تھی۔ آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ خشک زبان شکر الٰہی تھا۔ انتہا یہ تھی کہ اس صدمہ سے محاسن شریف کے سیاہ بال یکایک سفید ہو گئے۔ یزید کے بھانجے ہونے کی حیثیت سے حضرت علی اکبرؑ کی خدمت میں بھی امان پیش کی گئی تھی مگر انہوں نے ذلت کے ساتھ اسے ٹھکرا دیا تھا مرہ بن منقذ کے ہاتھ سے شہید ہوئے عجیب بیکسی کا عالم تھا تمام اعزاء و اقربا ایک ایک کر کے شہید ہو گئے ہیں ایک طرف تو جاں نثاروں کی لاشیں پڑی ہیں دوسری طرف جوانمرگ بیٹے کا پاش پاش بدن ہے تیسری طرف عاشق و شیدا بہن کو غش آ چکا ہے۔ حضرت امامؑ اس حالت میں کبھی بیٹے کی لاش کو دیکھتے ہیں اور کبھی آسمان کو کہتے ہیں بار الٰہا آج تیرے ایک وفادار بندے نے تیری راہ میں سب سے بڑی نذر پیش کر کے سنت ابراہیمیؑ پوری کی ہے تو اسے قبول فرما۔ کیا گزرتی ہوگی اس وقت قلب پر کہ جوانمرگ بیٹے کی لاش پارہ پارہ سامنے پڑی ہوگی اور تجہیز و تکفین کی فرصت بھی میسر نہ ہوگی قیامت پر قیامت گزر رہی ہوگی۔ اس کے باوجود حرف شکایت زبان پر نہ تھا برابر صبر و شکر کر رہے تھے۔ اور بیوی بیٹی اور بہن کو برابر تلقین صبر کرتے جاتے تھے۔

نیرنگی دہر کا یہ کتنا اندوہناک نظارہ تھا کہ جس کے گھر کی پاسبانی ملائکہ کیا کرتے تھے جس کے ناناؐ نے یزید کے دادا اور دادی دونوں کے مکروہ ترین اور خوفناک جرائم کو معاف ہی نہ کر دیا تھا بلکہ اور رتبہ بڑھایا اور نوازا تھا آج اسی کے لئے یزید و ابن زیاد ان کے نواسہ کو مبتلائے حزن و آفات بنا رہے ہیں اور گھر کے گھر اور خاندان کے خاندان کا صفایا کرتے چلے جا رہے ہیں اور محض ایک جرم ”حق پرستی“ میں انھیں اپنی تعصب کا ہدف بنایا جا رہا ہے۔

گل سر سبد رسالت پر صاعقہ افگنی

آفتاب امامت کا غروب

حضرت امام پر تشنگی کا غلبہ

خاندان کا خاندان اُجڑ چکا، بھرا پُرا گھرانا برباد ہو گیا، بزم کی بزم تلپٹ ہو گئی۔ خانوادۂ رسالت کی ویرانیوں کی کوئی کسر باقی نہ رہی۔ ظالم تہیہ کئے ہوئے تھے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے روحانی اور پیغمبرانہ احسانات کا یہ بدلہ دینگے کہ ان کے شگفتہ گلشن میں کوئی پھول اور کوئی کلی باقی نہ رہنے دی جائے گی۔ دنیا کی خاطر آخرت کو تباہ کر کے رکھدیں گے۔ مورد عتاب الٰہی ہیں یا کندۂ دوزخ مگر رسول اللہ کے گھرانے کا کوئی متنفس زیر آسمان سانس لینے کے لئے زندہ نہ چھوڑا جائے۔ اب اس خاندان میں باقی ہی کون رہ گیا ہے۔ خود ایک حضرت امام ہیں اور ایک سجاد بیمار جو بستر سے اٹھنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ سنگدل شامی گھر کا گھر اجاڑ کر اور ہولناک سے ہولناک صدمات پہنچا کر بھی تشنگی خون محسوس کر رہی ہیں اور ان کی تلواریں زبان چاٹ رہی ہیں نہ رحم ابتدا میں آیا ہے اور نہ اب اتنے صدمے پہنچا کر اور خاندان کے تمام چراغ بجھا کر بھی نہ ترس آتا ہے اور نہ خوف خدا لاحق ہوتا ہے وہ ساعت بھی آگئی ہے کہ جن کی پامالی کے لئے یہ سارے شیطانی اور ابلیسانہ اہتمام کئے گئے تھے وہ بھی میدان میں نکلیں اور لڑ کر شہید ہو جائیں۔

ساتویں محرم سے پانی بند تھا تاہم حضرت عباس جب تک زندہ تھے وہ شدید پہرے چوکی کے باوجود لڑ بھڑ کر اور جان پر کھیل کر تھوڑا بہت پانی مشکیزوں میں لے ہی آتے تھے مگر ان کے بعد ساقی کوثر کے نواسے کو کوئی پانی پلانے والا بھی نہ رہا تھا اور خیموں کا ذخیرہ اب بالکل ختم ہو چکا تھا۔ تمازت آفتاب دن بھر کی دھوپ تپتا ہوا آسمان جھلستی ہوئی زمین عرب کی گرمی، خود حضرت امام پیاس سے بیقرار تھے۔ حلق سوکھ گیا تھا زبان پر کانٹے پڑے ہوئے تھے دل فگار تھا۔ جاں نثاروں اور جگر پاروں کی پیہم شہادتوں سے جی چھوٹ چکا تھا فراوانی غم و اندوہ اور پیہم صدمات سے اس درجہ نڈھال ہو چکے تھے کہ اشقیا کے لئے گھیر کر آپ کو شہید کر دینا کوئی مشکل امر نہ تھا لیکن شیر پھر شیر ہے زندہ تو زندہ مرے ہوئے سے بھی خوف معلوم ہوتا ہے۔ ایک تو رعب و ہیبت طاری تھی وہ نہ رہے نواسۂ رسولؐ اور ہیبت عظیم و جلیل ہستی کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ قریب آئے کہلاتے تو مسلمان ہی تھے اور طبری کے بیان کے مطابق لاکھ سنگدل اور ستم پیشہ بھی پھر ہر شخص آپ کے تقدس و عظمت سے واقف تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے خون کا بار اپنے سر پر لے۔ بڑھتے تھے اور پھر رک جاتے تھے ضمیر ملامت کرتا تھا اور پلٹ آتے تھے۔

تشنگی شدت کے ساتھ غالب تھی اور لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی جاتی تھی، مجبور ہو کے تو آپ نے اپنی عنان فرات کی طرف موڑ دی کہ پہلے تالو کے کانٹے دور اور اپنے حلق کو نم کر لیں۔ بربریت و درندگی کی یہ کتنی سنگدلانہ صورت ہے کہ بدذات مارنا بھی چاہتے ہیں اور وہ بھی نہایت اذیت سے آپ کو نہ جانے دیا حالانکہ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی کہ ایک بار اتفاق سے گھر میں پانی نہ ہوتا۔ حضرت حسنینؓ بچے تھے رو رہے تھے۔ رسول کریمؐ نے آواز سنی بیٹی کے گھر گئے رونے کا سبب پوچھا۔ تشنگی کا حال معلوم کر کے جب کسی کے پاس پانی نہ نکلا تو اپنی زبان مبارک نواسوں کو چوسا کر ان کی تشنگی فرو کی۔ یہ تھے وہ آپ ہی کے نانا تو تھے جن کے پاس ایک سے زیادہ مرتبہ خشک سالی کے موقع پر یزید کا دادا جو اول درجہ کا دشمن اسلام تھا حاضر ہوا اور کہا۔ محمدؐ! تم صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہو۔ دیکھو تو تمہاری قوم بھوکوں مر رہی ہے۔ سبزہ سوکھ گیا ہے فصلیں تباہ ہوئی جا رہی ہیں پانی کے لئے دعا کیجئے۔ بخاری شریف میں لکھا ہے کہ آپ یہ سنتے ہی دعا فرماتے سات سات روز تک پانی برستا اور سب سیراب ہو جاتے ہیں۔ لیکن صرف ابھی (۵۲) ہی برس کا زمانہ منقضی ہوا تھا کہ اسی ابوسفیانؓ کے پوتے کے حکم سے ساقی کوثر کے خاندان والوں اور نواسے کو ایک بوند پانی بھی نہیں مل سکتا۔

پیاس کی شدت میں تیر کا زخم

بشری خواہشات سے انسان لاچار و مجبور ہو جاتا ہے پیاس اور پھر قیامت کی پیاس، دھوپ اور موسم کی پیاس نہ ضبط ہوا تو نہر فرات کی طرف دوبارہ بڑھے اور اس مرتبہ لڑتے بھڑتے ساحل تک پہنچ ہی گئے۔ پانی چلو میں لیکر پینا ہی چاہتے تھے کہ مردود ازل حصین بن نمیر نے تاک کر ایک ایسا تیر مارا کہ دہن مبارک سے خون کا فوارہ ابل پڑا آپ نے چلو میں خون لیکر اُسے آسمان کی طرف اچھالا اور عرض کی کہ اے بے نیاز یہ لالہ گوں منظر تو بھی دیکھ لے جو کچھ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا جا رہا ہے کچھ نہیں کہتا اور اس کا شکوہ تجھی سے کرتا ہوں۔

آہ! کتنا دردناک اور جگر خراش نظارہ تھا۔ مگر قصابان کوفہ ٹس سے مس نہ ہوتے تھے، دشمن کی بیکسی پر بھی ... وہ کافر ہی کیوں نہ ہو رحم آ جاتا ہے مگر ان مردودین کو نواسہ رسول کی اس المناک اور درد خیز حالت پر ترس نہ آتا تھا۔ اور ترس آتا کیا ان کی شقاوت و قساوت تو لمحہ بہ لمحہ اور بڑھتی ہی چلی جاتی تھی جب پانی اٹھاتے تھے چلو خون سے بھر جاتا تھا۔ پانی وہیں پھینک کر صبر و شکر کرتے ہوئے تشنہ لب ہی واپس چلے آئے۔ ضعیف و کمزور اور اس شدت تشنگی میں بھی حیدری شجاعت و جوش کے ساتھ دشمنوں پر بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ غم و صدمات ہی نے دل میں کچھ باقی نہ رہنے دیا تھا اس پر تشنگی دست و پا کو بھی بیدم کرنا شروع کر دیا تھا اس پر طرہ اعداء تیروں کی بھرمار، تلواروں کے چرکے۔ نیزوں کے زخم نڈھال ہونے لگے اور قوت جسمانی جواب دینے لگی۔

ایک معصوم کی شہادت و شمر کی شیطنت

آپ کو نڈھال دیکھ کر اور ہمت بڑھی اور تاب مقاومت نہ دیکھ کر دشمن اہل بیت کے خیموں کی طرف بڑھے اور آپ کو بھی ادھر جانے سے روک دیا۔ فرمایا او ظالمو! کیا خدا کا ذرہ برابر بھی خوف نہیں رہا۔ تمہارا کوئی دین و ایمان نہیں، ان سرکشوں اور جاہلوں کو اہل بیت کی طرف جانے سے روکو۔ مگر کسی نے یہ فریاد نہ سنی۔ شمر نے جوش دلایا کہ مار دو گھیر لو۔ ہر طرف ہجوم کے ساتھ حملے ہونے لگے۔ خستہ جگری نے کسی قابل رہنے ہی نہ دیا تھا صرف قوت قلب ہی تھی کہ آپ تنہا دشمنوں کے سیلاب کو روکے

ہوئے تھے۔ اور بار بار حملہ کر کے انھیں نہ اپنی طرف آنے دیتے تھے اور نہ خیموں کی طرف بڑھنے دیتے تھے۔ آخر آپ محصور ہو گئے۔ اسی وقت ایک معصوم بچہ اہل بیت کے خیمہ سے نکلا اور بحر بن کعب کو آپ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا۔

"خبیث عورت کے بچے میرے چچا کو قتل کریگا" شقی ازلی نے اس بچہ ہی پر وار کر دیا جس سے اس کا ہاتھ جھول گیا۔ آپ بجلی کی سرعت سے لپٹے بچہ کو سینہ سے لگا لیا اور کہا بیٹا صبر کرو۔ خدائے قدوس عنقریب تمھیں تمہارے اجداد میں پہنچا دیگا۔ ابن اثیر کے بیان کے مطابق یہ بھی کہا کہ اور رسول اللہ، علی، حمزہ، جعفر اور حسن کے پاس پہنچاؤں گا۔"

حضرت امامؓ کے بے پناہ حملے

اس بچہ کی شہادت سے آپکو بے حد صدمہ پہنچا اور جوش جو آیا تو آپ شیر غراں کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور وہ بے پناہ حملہ کیا کہ دشمنوں کی صفیں کی صفیں الٹ دیں اور بہت اشقیا کو جہنم میں پہنچا دیا کوفی آپ کو بڈھا بال اور بیقابو سمجھ چکے تھے یہ شیرانہ شکوہ جو دیکھا تو حواس باختہ ہو گئے وہشت چھا گئی۔ اور انہوں نے اجتماعی قوت سے حملہ کر دیا۔ اب تو یہ حالت تھی کہ ہر طرف میدان جنگ میں ایک قیامت صغریٰ قائم تھی تلواریں بجلی کی طرح کوند اور چمک رہی تھیں۔ ایک طرف آپ شجاعت و تہور سے حملوں پر حملے کر رہے تھے اور دوسری طرف اشقیا نے آپ کو چاروں طرف سے نرغہ میں لے رکھا تھا اور تیروں اور تلواروں سے وار پر وار ہو رہے تھے کہ دفعتہً مالک بن نسیر کندی نے دوش نبوی کے اس شہسوار پر ایسا وار کیا کہ تلوار کلاہ مبارک کو کاٹتی ہوئی کاسہ سر تک پہنچ گئی سر مبارک سے یکبارگی خون کا فوارہ ابلا اور تمام جسم مبارک اس خون کے چھینٹوں سے لالۂ احمر ہو گیا۔

خود دشمن آپ کی اس شجاعت و ہمت پر عش عش کرتے تھے کہ اتنے صدموں کے بعد اتنی تشنگی کے عالم میں اتنے زخم کھا کر اس جوش کے ساتھ لڑ رہے ہیں اس وار کی بھی آپ نے کوئی اعتنا نہ کی دوسری ٹوپی منگوا کر اس پر عمامہ باندھ لیا اور پھر لڑنے اور دشمنوں کے سر تن کا فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

حضرت امامؑ کے شیر خوار بچہ کی شہادت

آخری مرتبہ خیمے میں گئے اور شیر خوار بچہ علی اصغر کو آغوش میں لے لیا اور پیار کیا۔ معلوم ہوا کہ پیاس سے بیتاب اور اس کی ماں حضرت ام رباب کی چھاتیوں کا دودھ بھی شدت عطش سے سوکھ گیا ہے آپ اسی حالت میں چھ ماہ کی اس ننھی سی جان کو آغوش میں لئے باہر تشریف لائے اور فرمایا "ظالمو! تمہارے نزدیک اگر گنہگار ہوں تو میں ہوں، قصور ہے تو میرا ہے۔ اس ننھی جان نے کیا قصور کیا ہے۔ اس کے سوکھے حلق کو تر کرنے کے لئے تو چند قطرے پانی کے دو اس کی تکلیف پر ترس آنا چاہیے" یہ الفاظ ختم بھی نہ ہونے پائے تھے کہ کسی سنگدل نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ بچہ کے حلق میں ترازو ہو گیا۔ اور ہچکی لیکر آپ کے آغوش ہی میں آپ کی نگاہوں کے سامنے اس نے دم توڑ دیا۔ آپ نے اس کا خون بھی چلو میں لے لیا اور آسمان کی طرف اسے اچھال کر کہا کہ بار الہا تو علیم و بصیر ہے تو میرے مصائب دیکھ رہا ہے مجھ پر مظالم و شدائد کی جو بجلیاں گرائی جا رہی ہیں وہ بھی تیرے سامنے ہیں۔ میں ان پر صابر و شاکر ہوں خداوندا کیا میرے بچہ کا ناقہ کے بچے سے بھی کم ہے۔ موت دنیا میں کوئی نئی چیز نہیں۔ مگر علی اصغر کی موت اپنی نوعیت میں بالکل نرالی موت ہے اچھا خاصا ہنستا کھیلتا بچہ ایک لمحہ کے اندر اندر بے مرض و آفت فوت ہو گیا اور دشمنوں کا تیر کھا کر باپ سے پہلے جنت میں پہنچ گیا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس وقت حضرت امامؓ کے قلب پر کیا گزر رہی ہوگی۔

حضرت زینبؓ کی فریاد پر ابن سعد کے آنسو

حضرت زینبؓ یہ حالت دیکھ کر خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ آغوش میں بچے کی لاش تھی اور تیر برس رہے تھے، دشمن برابر بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ آپ کے ہوش و فور غم میں باقی نہ رہے تھے قریب تھا کہ آپ اس از خود رفتگی کے عالم میں شہید ہو جائیں ابن سعد بھی قریب پہنچ چکا تھا۔ حضرت زینبؓ نے دوڑتی ہوئی آکر کہا کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑتا یا آج یہ زمین ہی پھٹ جاتی ابن سعد! تم پاس ہی کھڑے ہو یہ کیا قیامت ہے ابو عبداللہ قتل کئے جا رہے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو۔ تمہارا خون نہیں کھولتا۔ یہ تمہارے قرابت دار نہیں۔ نہ سہی اسلام کیا تمہاری رگوں میں عربی خون بھی نہیں دوڑ رہا زمانہ جاہلیت کی غیرت بھی کھو بیٹھے۔ کس طرح ایک عزیز ..... کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتا دیکھ سکتا ہے۔ طبری نے لکھا ہے کہ "گو ابن سعد کی آنکھوں پر جاہ و حشمت کی طمع نے پردے ڈال دیئے تھے۔ پھر بھی عزیز تھا۔ خون میں محبت کے ذرے چمک رہے تھے حضرت زینبؓ سے بھی بہن ہی کا رشتہ تھا۔ یہ فریاد سنکر بے اختیار آنسو نکل آئے رقت طاری ہو گئی۔ رویا اور اتنا رویا کہ اس کے دونوں رخسار تر ہو گئے اور داڑھی سے آنسوؤں کی بوندیں ٹپک ٹپک کر گرنے لگیں۔ ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکل سکا اور ندامت و خجالت کی وجہ سے حضرت زینبؓ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

حضرت امامؓ کی شیرانہ یلغاریں

ایک لمحہ کے بعد ہی پھر جنگ شروع ہو گئی۔ دشمنوں نے پھر چاروں طرف سے ہجوم کر لیا۔

تمیم بن قحطبہ نے بڑھ کر آپ پر پورا وار کیا مگر اس کے وار سے پہلے ہی آپ نے اسے جہنم پہنچا دیا۔ پھر جابر قیسی بڑھا اسے بھی دوزخ کو بھیج دیا۔ جو سامنے آیا بچ کر زندہ نہ گیا۔ جب بہت سے قتل ہو چکے اور دہشت چھانے لگی تو ساری کی ساری فوج آپ پر ٹوٹ پڑی۔ اور شمع امامت کو گل کرنے کے لئے آندھیاں برپا کر دی گئیں۔ آخری جنگ تھی اور آخری وقت۔ آپ بری طرح مجروح اور زخموں سے چکنا چور ہو چکے تھے اس لئے آپ کے اندر جوش حیدری پیدا ہو گیا تھا شیر غراں کی طرح بھرے ہوئے پھر رہے تھے۔ جدھر رخ کرتے تھے صفیں کی صفیں الٹ دیتے تھے اس

وقت آپ کی تلوار قہر الٰہی بنکر رہگئی تھی آپ کا نیزہ برق خاطف بن بنکر گرتا تھا سے

تھا شش جہت میں غل کہ ہے روز انقلاب | الٹے گا اس زمین کا ورق ابن بوتراب
اس شیر بر نہوگی کوئی فوج کامیاب | بس بس بنائے عالم امکان ہوئی خراب

حملہ غضب ہے بازوئے شاہ حجاز کا
لنگر نہ ٹوٹ جائے زمین کے جہاز کا

آپ کے جسم پر بھی چرکے پر چرکے پڑرہے تھے۔ تیر پہ تیر آپ کے جسم مبارک میں پیوست ہوتے چلے جارہے تھے لیکن آپ برابر بنفس نفیس مصروف تھے ع

تھا بازوئے حسین میں دستِ خدا کا زور

اس میدان کا چونکہ یہ آخری اور خوفناک شیر تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخری وقت میں مہلت دیدی تھی اور طامع اور خدا ناترس اشقیا کی بڑی سے بڑی تعداد میں آپ ہی کے ہاتھ سے قتل کرائے تم ان کی امیدوں کے رشتوں کو قطع کرا دے کہ یہ اپنی آرزوئیں دل کی دل ہی میں لیکر جہنم کو جائیں لڑتے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ :-

"بدبختو! تم آج میرے قتل پر متفق و تیار تو ہوگئے مگر خدا کی قسم میرے بعد دنیا میں تم کسی ایک بھی ایسے شخص کو قتل نہ کروگے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ ناراضی رب قدیر کا باعث ہوگا۔ وہ تمہیں ذلیل کرکے مجھے عزت بخشے گا اور اس کا بدلہ تم سے اس طرح لیگا کہ تمہیں خبر ہونا تو کجا تصور اور وہم گمان بھی نہ ہو۔ خدا ہے کہ وہ تم پر عذاب سخت نازل کریگا بلکہ تم میں خونریزی کرائیگا اور اس وقت تک راضی نہ ہوگا جب تک دونا عذاب نازل نہ فرمالیگا۔ تم پر سعادت کے دروازے بند کردیئے جائیں گے۔ تم ضلالت و گمراہی میں ڈال دیئے جاؤ گے اور دنیا و آخرت دونوں میں رسوا ہوگے"۔

غرض آپ اپنے مصائب بھولے ہوئے تھے اور آخر وقت تک اسی سعی میں مصروف تھے کہ کسی طرح ان کی آنکھوں سے ضلالت و گمراہی کے پردے ہٹ جائیں۔

جگر گوشۂ بتول آغوش رحمت میں

حضرت امام توصیہ بالحق اور توصیہ بالصبر کے مراحل کامیابی کے ساتھ طے کرچکے تھے اور وقت آگیا تھا کہ آپ کو ادا کاری فرائض کا صلہ و انعام دینے کے لئے بارگاہ ایزدی میں طلب کیا جائے۔ تھک گئے نڈھال ہوگئے جسم مبارک خون میں لتھڑا ہوا تھا بدن سے خون کے فوارے جاری تھے ایسی حالت میں ایک تیر سامنے سے آکر سینہ میں ترازو ہوگیا۔ جیسے کھینچتے ہی خون کا فوارہ ابلا آپ نے اسے ہاتھ میں لیکر منہ پر مل لیا اور فرمایا :-

"میں اسی حالت میں اپنے نانا سے جاکر ملوں گا۔ خدایا تو شاہد ہے کہ یہ ظالم ایک ایسے شخص کو قتل کررہے ہیں جس کے سوا روئے زمین اور اس کی پوری وسعتوں پر کوئی اور شخص تیرے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرزند نہیں"۔

آخر قوت نے بالکل جواب دیدیا اور بازو بھی شل ہوکر رہ گئے۔ علامہ دینوری نے لکھا ہے کہ اس حالت میں بھی شہید کرنے کی جرأت کسی کو نہ ہوتی تھی اور سب ایک دوسرے پر ٹال رہے تھے شمر لعین نے یہ تذبذب محسوس کرکے کہا کہ تمہاری مائیں تمہیں روئیں کیوں نہیں بڑھتے اور بڑھکر قتل نہیں کردیتے چاروں طرف سے لوگ بڑھے ایک نے تیر جو مارا گردن میں ترازو ہوگیا آپ نے اسے کھینچکر پھینکدیا۔ اس کے بعد زرعہ بن تمیمی نے بائیں بازو اور گردن پر تلوار ماری جس سے یہ حالت ہوگئی کہ اٹھتے تھے اور گر پڑتے تھے۔ اسی متالم حالت میں سنان بن انس نے بڑھکر نیزے کا ایسا بھرپور وار کیا کہ فلک امامت کا زمین بوس ہوگیا۔ خولی بن یزید سر کاٹنے کو بڑھا مگر ہاتھ کانپ گئے تھرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ آخر سنان بن انس ہی نے بڑھکر طبری کے بیان کے مطابق سر مبارک تن مقدس سے کاٹ لیا اور اس طرح ۱۰ محرم ۶۱ھ مطابق ۶۸۱ء کو خاندان رسالت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

تمام کائنات میں شور ماتم برپا ہوگیا جن و انس سینہ کوبی میں مصروف ہوگئے ملائکہ میں کہرام مچ گیا۔ فرات نے روانی بند کردی، ہوا رک گئی زمین نے خون اگلا۔ اس شقاوت و قصابی پر زمین لرز اٹھی، آسمان تھرانے لگا۔ شجر و حجر میں سکوت مرگ طاری ہوگیا۔ فاطمہ کا گھرانا بے چراغ ہوگیا علی کا چمن برباد ہوکر رہ گیا اور ریاض نبوی کا یہ گل سرسبد ہمیشہ کے لئے مرجھا گیا سے

ترسم جزائے قاتل او چوں رقم زنند | یکبار بر جریدۂ رحمت قلم زنند
ترسم کزیں گناہ شفیعان روز حشر | دارند شرم کز گنہ خلق دم زنند
آہ! الدوے کہ باکفن خوں چکانی خاک | آل علی چو شعلۂ آتش علم زنند
فریاد ازاں زماں کہ جوانان اہلبیت | گلگوں قدم بہ عرصۂ محشر قدم زنند
پس بر سناں کنند سرے را کہ جبرئیل | شوید غبار گیسوش از آب سلسبیل

جسم اطہر گھوڑے کی ٹاپوں میں

دنیا میں دشمن بھی ہوا کرتے ہیں اور سنگدلی و شقاوت کے مظاہر بھی معدوم نہیں ہیں پھر بھی انسانیت کو بالکل ہاتھ سے نہیں دیا جاتا معززمقتولین کا اعزاز بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اول تو یہ بدصفات چاہتے تو کسی نہ کسی صورت سے ابتدا ہی میں سب کو زندہ گرفتار کرلیتے اور اگر کہا جائے کہ ان کی شہرہ آفاق شجاعت سے یہ ممکن نہ تھا تو اعوان و انصار کی شہادت کے بعد یہ کام ہوسکتا تھا یہ بھی نہ سہی آپکے اور آپ کے صاحبزادے کو گرفتار کرلینا کون مشکل امر رہ گیا تھا۔ میدان میں نہ سہی فریب ہی سے کسی وقت گرفتار کرلیتے کہ بہرکیف فریب قتل سے تو بہتر ہوتا۔ لیکن نہیں انھیں تو شقاوت و قساوت کے تمام مراحل طے کرنا تھے۔ جن کی انتہا یہ تھی کہ سر کاٹنے کے بعد جنگی شامیوں اور کوفیوں نے آپ کے جسد اطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ کرڈالا۔ پھر یہ قصابی کہ اتنا بھی خیال نہ کیا کہ یہ جسم کس کا جسم اور یہ کتنے تقدس کا حامل رہ چکا ہے۔

اہل بیت کے خیموں کی لوٹ

جسد اطہر کے کپڑے تک کھسوٹ لئے تہمد چھین لئے انگشت مبارک کی انگوٹھی انگشت کاٹ کر اتاری۔ اس کے بعد وحشی کے غول اور درندوں کے انبوہ کی طرح یہ بدبخت پردگیان عفاف کے خیموں پر ٹوٹ پڑے اندر گھس گئے لوٹ مار شروع کردی یہ بھی پرواہ نہ کی یہ گھرانا کس کا گھرانا ہے اسی کا جس کے گھر میں جبرائیل امین بھی پہلے اجازت لیکر داخل ہوا کرتے تھے جس میں اس وقت بھی رسول

کریمؐ کی نواسی اور نواسی ہوئیں موجود تھیں اشقیاء ازلی نے سیدانیوں کے سروں سے چادریں تک کھینچ لیں کانوں سے زیور نوچ لئے پاؤں سے پازیب زبردستی اتار لئے۔ حضرت سجادؑ بیمار تھے کے نیچے سے چرمی بستر بھی کھینچ کر انھیں کنکریلی زمین پر ڈالدیا۔ بچیاں اس وقت بھی ہوئی ایک سنگین بت بنی ہوئی تھیں۔ سانس کی آواز بھی نہ نکلتی تھی ایک دوسری کا منہ حسرت سے تکتی تھیں نہ کوئی حامی تھا اور نہ مددگار کسے پکاریں کس سے کہیں۔

شمر ملعون کے خیمے میں آتے ہی سپاہ نے کہا کہ اس لڑکے کو کیوں چھوڑتے ہو نسل حسینیؑ میں یہ باقی رہ جاتا۔ خدا کو نسل رسالت دنیا میں قائم رکھنی مقصود تھی۔ ایک شامی حمید بن مسلم کے دل میں رحم ڈالدیا۔ بولا۔ خوب اب کیا بیماروں کو بھی قتل کرو گے۔ وہ تو مقابلہ بھی پر نہیں آیا۔ سپاہیوں سے حمید یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ابن سعد سالار لشکر موقعہ پر آگیا اور حکم دیا کہ خبردار نہ کوئی اہل بیت کے خیموں میں جائے اور نہ حضرت سجادؑ سے کوئی بولے اور جو کچھ لوٹ لیا ہے واپس دیدے۔ طبری نے لکھا ہے کہ اس حکم پر سب نے ہاتھ روک لیا مگر جو اسباب لٹ گیا تھا نہ کسی نے واپس کیا۔ حضرت سجادؑ کی عمر ۲۳-۲۴ برس کی تھی اس برتاؤ سے اس درجہ خوش ہوئے احسان کا اتنا اثر پڑا کہ اسی وقت ابن سعد کا شکریہ ادا کیا۔

میدان کربلا میں حضرت امامؑ کے ساتھ کل ۷۲ اشخاص شہید ہوئے جن میں بیس آدمی خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے اولاد ذکور میں صرف حضرت زین العابدینؑ اپنی بیماری کے باعث بچ گئے۔ حسن بن حسنؑ اور عمرو بن حسنؑ بہت کم عمر تھے۔ چند اور بھی شیر خوار بچے شیرخوارگی کے باعث رہ گئے۔

شہادت کے بعد

اسیران اہل بیت کوفہ و دمشق میں

قافلہ مظلوم کا گذر مقتل کی طرف سے

تمام اہل بیت اسیر کر لئے گئے اسی حالت میں انھیں کوفہ پہنچایا گیا قافلہ مظلوم مقتل شہداء کے قریب جو گذرا تو عورتیں اپنے شوہروں بھائیوں اور بیٹوں کے بے سر اور پامال اور خاک و خون میں لتھڑے ہوئے لاشے دیکھکر بیقرار ہو گئیں چیخیں نکل گئیں سواریوں سے کود کود کر ان سے لپٹ گئیں پچھاڑیں کھانے لگیں ان کی آہ و زاری سے سارا میدان گونج اٹھا ایک اور قیامت برپا برپا ہوگئی۔ حضرت سجادؑ کی تو یہ حالت ہوئی کہ تھوڑی دیر کے لئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ روح پرواز کئے جا رہی ہے۔ شفیق و بیکس باپ کا لاشہ ٹاپوں سے روندا ہوا پسلیاں چور چور گوشت پارہ پارہ۔ گرم ریت میں عریاں حالت میں پڑا ہوا خاک و خون میں لتھڑا ہوا کس کے جگر میں طاقت تھی جو اس نظارہ کو دیکھ سکتا۔ ابن سعد کے حکم سے جبراً انھیں لاشوں سے جدا کیا گیا اشقیاء کے جنازوں کی تو نماز بھی پڑھی گئی مگر ان پر کوئی نماز پڑھنے والا تھا نہ دفن کرنے والا۔ تیسرے روز قصبہ غاضریہ کے باشندوں نے جو قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے تھے لاشوں کو اس طرح دفن کیا کہ حضرت امامؑ کو تو ایک جگہ دفن کیا۔ حضرت عباسؑ فرات کے کنارے مدفون ہوئے اور باقی تمام اہل بیت کو ایک جگہ اور تمام انصار کو دوسری جگہ ایک ساتھ دفن کر دیا۔

قافلہ مظلوم کا جلوس کوفہ میں

عمرو بن سعد ایک روز آرام کر کے روانہ ہوا ہر قبیلہ کو علیٰ قدر مراتب لگرا ایک ایک دو دو سر تقسیم کر دیئے گئے جنھیں انہوں نے نیزوں پر چڑھا لیا۔ یہ آگے آگے چلے اسکے پیچھے نقارہ نواز تھے جو فتح و فیروزمندی کے شادیانے بجا رہے تھے اس کے پیچھے تمام فوج تھی جس کی نگرانی میں سیدانیاں اور رسول اللہ کے گھرانے کی عورتیں اونٹوں کی ننگی پشت پر بے پردہ سوار کرادی گئی تھیں۔

گو یا ظلم و ذلت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا تھا جس وقت کوفہ کی سڑکوں سے یہ قافلہ گذرا ہے تو لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے اور دوست و دشمن سب کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے جھتیں بھی تماشائیوں سے پٹی پڑی تھیں انھیں روتا دیکھکر حضرت زینبؑ اور حضرت سجادؑ سے نہ رہا گیا۔ فرمایا بزدلو! منافقو! گھر کا گھر تباہ کر کے گلشن کا گلشن اجاڑ کر اب روتے ہو۔ تمھی نے فریب دیکر ہمیں بلایا اور تمھی نے قتل و پامال کرایا۔ حضرت زینبؑ کی زبان پر ایسے موثر اور حسرت آلود اشعار تھے کہ انھیں سن سنکر کلیجہ پھٹتا تھا۔ اور در و دیوار کیا پوری کائنات کراہتی نظر آتی تھی۔

حضرات زینبؑ و زین العابدینؑ سے گفتگو

آخر یہ قافلہ مظلوم قصر امارت میں پیش کیا گیا جہاں ابن زیاد نے دربار عام منعقد کیا تھا اور اتنا خوش تھا گویا اسے غیبی طریق پر پروانہ مغفرت آخرت لکھ دیئے اور بادشاہت دنیا کے لئے مل گئی۔

یوں تو مصائب و حوادث کی فراوانیوں اور نشتر کاریوں نے تمام اہل بیت کی حالت زار و نزار کر ہی رکھی تھی۔ مگر حضرت زینبؑ خصوصیت کے ساتھ بہت بوسیدہ و خستہ حالت میں تھیں۔ بوسیدہ لباس پریشان بال برہنہ پا چہرہ گرد آلود ابن زیاد نے سب پر نگاہ ڈال کر پوچھا یہ کون ہیں۔ تیسری مرتبہ اُن کنیزوں میں سے ایک کنیز نے جو آپ کے ساتھ تھیں بتا دیا۔ زینب بنت فاطمہؑ کا نام سنکر مرتضیٰ ازل بہت خوش ہوا۔ بولا۔

"دیکھا اللہ نے اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا! قتل کیا۔ رسوا کیا"

فرمایا "نہیں شکر ہے کہ اس نے محمدؐ سے ہمیں نوازا، پاک کیا، ہم نہیں بلکہ فاسق رسوا ہوتے اور جھٹلائے جاتے ہیں ان کے لئے تو شہادت مقرر ہو چکی تھی اس لئے وہ آئے اور عنقریب ہی دونوں اللہ کے سامنے جمع ہوں گے اور وہاں انصاف طلب کریں گے۔" پیچ و تاب کھاکر بولا تمہارے سرکش اور نافرمان آدمی کے قتل نے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔" یہ چوٹ سنکر رو نہیں بولیں "عمر کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تو نے ہمارے جوانوں کو قتل کیا گھر والوں کو نکالا۔ ہماری شاخوں کو کاٹا اور ہماری جڑ کو اکھاڑا اگر تمہاری تسکین اسی سے ہوتی تھی تو ہو گئی۔" ابن زیاد بولا۔ "عمر کی قسم یہ جرأت شجاعت تمہارے باپ بھی ایسی ہی بہادر تھے۔"

حضرت سجادؓ کو دیکھکر قتل کا حکم دیدیا۔ حضرت سجادؓ نے تو اتنا ہی کہا کہ ان عورتوں کے ساتھ کسے بھیجو گے۔ اگر حضرت زینب تڑپکر بولیں ظالم! کیا نسل رسالت ہی ختم کر دیگا۔ ابھی خون بے گناہی سے تیری ظالمانہ تشنگی فرو نہ ہوئی قتل کرنا ہے تو مجھے کیوں چھوڑتا ہے حضرت زین العابدینؓ پر حکم قتل سنکر کوئی ہراس طاری نہ ہوا کہ اب زندگی بے کیف تھی فرمایا قتل کا حکم تو دے چکے لیکن قرابت کا لحاظ کر کے کسی متقی شخص کو ان کے ساتھ کردو۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ سنکر ابن زیاد ان کا منہ تکنے لگا اور بولا کہ اچھا اس لڑکے کو عورتوں کے ساتھ رہنے کے لئے چھوڑ دو۔

یزید کا ہمدردانہ سلوک اور اہلبیت کا تاثر

اب وہ وقت آتا ہے کہ اہل بیت کی دربدری و اسیری و رسوائی ختم ہونے والی ہے کیونکہ اب تک جو سلوک بھی روا رکھا گیا وہ شقی ازل ابن زیاد کی ذاتی خباثت نفس اور دنائت فطری کے باعث تھا۔

یزید کتنا ہی رند مشرب ہو مگر وہ ہرگز اس کمینگی پر نہ اتر سکتا تھا۔ اور جو کچھ بھی اب تک ہوا اس سے یزید کا دامن بڑی حد تک پاک ہے، ہوا تو سب کچھ اسی کی خیر خواہی اور اسی کے عہد میں اور اس نے قاتلین سے شرعی قصاص بھی مقاصد حفظ خلافت کے پیش نظر نہیں لئے اس لئے وہ یقیناً مجرم ہے مگر اسے اُنکے حکم و علم سے کوئی تعلق نہیں ہے تو عمر بھر اس کا قلق رہا اس شہادت و تحقیر کی تمامتر ذمہ داری اسی پرستار زادہ اور کمینہ شخص کے سر ہے جو ابن زیاد کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد ان کوفیوں کے سر ہے جو ابن زیاد کے بازو بنکر خود اس سے بھی زیادہ ظالم ثابت ہوئے اور جنھوں نے نہ صرف یہ کہ انتہائی اذیتیں پہنچائیں بلکہ لاش کو بھی پامال کر کے رکھدیا اور خیموں کو لوٹ لیا حقیقی ملزم ابن زیاد، ابن سعد، شمر، حصین اور کوفی ہیں۔

چنانچہ ابن زیاد کے حکم کے مطابق شمر کی کمان میں ایک دستہ فوج کے ساتھ جب قافلہ مظلوم لاجلال دمشق کے قریب پہنچا تو زحر بن قیس بڑھکر دربار یزید میں حاضر ہوا اور خبر شہادت سناکر مزے کے ساتھ انعام کی امید میں تفصیل سنانی شروع کیں تو جیسا کہ طبری کی جلد ہفتم میں مرقوم ہے یزید پر رقت طاری ہوگئی اور غیر مشتبہ اور صاف الفاظ میں کہا کہ:۔

"اگر تم حسینؓ کو قتل نہ کرتے تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا۔ ابن سمیہ (ابن زیاد) پر خدا کی لعنت ہو اگر میں ہوتا تو خدا کی قسم حسینؓ کو ضرور معاف کر دیتا۔ خدا حسینؓ پر اپنی رحمت نازل کرے مجھے اس واقعہ ہائلہ سے بہت رنج پہنچا"

علامہ ابن دینوری نے بھی جنھیں اہل بیت کے ساتھ خاص عقیدت ہے اپنی تاریخ میں یہی الفاظ لکھے ہیں وہ قاتلین سے قصاص اور بدلہ بھی لیتا تو کوئی تعجب انگیز امر نہ تھا مگر اس عہد کی سیاست بھی بہت الجھی ہوئی تھی عراق پر قبضہ رکھنا دشوار تھا، اور ابن زیاد، حصین ابن نمیر جیسے سخت حاکموں کی اسے ضرورت تھی۔ امیر معاویہؓ حضرت حسینؓ کو کے ساتھ سختی روا نہ رکھنے کی وصیت خصوصیت کے ساتھ کر گئے تھے پھر یزید نے فوراً سب کی زنجیریں کھلوا دیں۔ عزت و احترام کے ساتھ حرم میں بھجوا دیا اور حضرت زین العابدین کو دونوں وقت ساتھ ہی کھانا بھی کھلاتا رہا اور جو کچھ اس کے امکان میں تھا وہ سب کچھ ان کے ساتھ کیا۔

جس وقت یہ لوگ سامنے پیش ہوئے تو یزید پر پھر رقت طاری ہوگئی اور کہنے لگا۔ خدا ابن مرجانہ کا برا کرے اگر اس کے اور تمہارے درمیان قرابت ہوتی تو وہ یہ سلوک کرتا اور نہ اس طرح یہاں بھیجتا۔ پھر کربلا میں جتنا مال لٹا تھا سب پوچھ پوچھ کر اس کا دونا دیا۔ حضرت سکینہ بنت حسین طبری کے بیان کے مطابق اس تلافی مافات سے بہت متاثر تھیں کہا کرتی تھیں منکرین خدا میں میں نے یزید سے بہتر کسی کو نہیں پایا اور حضرت فاطمہؓ بنت علی کا بھی یہ بیان طبری میں موجود ہے کہ ہماری حالت دیکھکر یزید پر رقت طاری ہوگئی اور بہت ملاطفت اور نرمی کا سلوک کیا۔ کچھ دن قیام کے بعد جب یہ قافلہ مدینہ منورہ روانہ ہونے لگا تو یزید نے حضرت زین العابدین سے پھر کہا کہ:۔

"ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں ہوتا تو حسین جو کچھ کہتے مان لیتا اور ان کی جان بچانے کی پوری کوشش کرتا خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ کام آجاتی لیکن اب قضائے الٰہی پوری ہو چکی اب جب بھی تمھیں کسی قسم کی ضرورت پیش آئے تو فوراً لکھنا۔ یہ منافقت نہ تھی حقیقت تھی اس لئے کہ یزید سے قریبی قرابت تھی اور ہزار عیب پر بھی اتنی بات تھی کہ وہ قرابت کا لحاظ کرتا تھا۔ خبث باطن نہ تھا آنکھ میں مروت بھی تھی۔ اسی بنا پر کربلا میں آپنے یزید کے پاس بھیجدیے جانے کے لئے کہا اور اسی لئے کہا کہ آپ یزید کی افتاد طبع سے واقف تھے خود کوفی فوج نے بھی بار بار کہا کہ آپ بیعت کر کے اپنے ابن عم یزید کے پاس چلے جائیں۔

یزید کی حرم سرا کی عورتیں بھی آپ کی عزیز تھیں یہی وجہ تھی کہ اہل بیت خواتین کے حرم سرا میں داخل ہوتے ہی ایک کہرام مچ گیا اور تین روز تک شیون برپا رہا اگر یزید مقاصد بقائے حکومت کے پیش نظر قاتلین کو بازپرس کئے بغیر نہ چھوڑ دیتا اور سب کی گردنیں اڑا دیتا تو دنیا میں ہرگز بدنام نہ ہوتا لیکن سلطنت کی طمع میں اُس نے قاتلین کو انعام تو ضرور نہیں دیا نہ ان کی خدمات کو سراہا مگر خاموش رہا۔ اس کا حکم حضرت مسلمؓ کے متعلق بھی یہی تھا کہ انھیں کوفہ سے خارج البلد کر دو اور جب مقابلہ پر آ ہی جائیں تو قتل کیا جائے۔

حرص حصول سلطنت میں اس کا انتقام و قصاص لینا تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی بیعت پر زور دینا، اخلاقی فروگذاشتیں رند مشربی ہی غضب ربانی کو حرکت میں لانے کے لئے کافی تھی اس کی سلطنت میں اتنا بڑا حادثہ ہو جائے اور پھر وہ کوئی قدم نہ اٹھائے اور ظالموں سے کوئی بدلہ نہ لے تو اس کا وبال بھی اسی کے سر پر ہونا چاہئے خاندان رسالت کے ساتھ ظلم کی تلافی میں اسے سلطنت و خلافت کی بقا کی بھی پرواہ نہ ہونی چاہئے تھی چونکہ ہوئی اور سیاسی اعتبار سے یہ غلط بھی نہ تھی مگر مذہبی اعتبار سے:

ہولناک معصیت تھی کہ اس نے سلطنت کی تلافی ظلم پر مقدم رکھا اس لئے اس پر اس کا وبال پڑا اور پڑنا چاہیے تھا اور حیوانوں کی موت مرا۔

رہا دندان مبارک پر چھڑی مارنے کا واقعہ اس کا تعلق یزید سے نہیں ابن زیاد سے ہے یہ واقعہ کوفہ میں ہوا نہ کہ دمشق میں۔

محاسن انسانی کا عدیم المثال مرقع

ذاتی فضل و کمال

عبادات و طاعات حضرت امام خاندان رسالت کے چشم و چراغ تھے اس لئے اخلاقی فضائل آپ کو ورثہ میں ملے تھے۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ:۔

"حضرت امام بڑے نمازی، بڑے روزہ دار، بہت حج کرنے والے، بہت صدقات دینے والے اور بہت کثرت سے اعمال حسنہ کرنے والے تھے۔ صوم و صلوٰۃ کی تعلیم بچپن میں رسول کریمؐ سے ملی تھی اس لئے عبادت میں خاص ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ شب و روز ایک ہزار نوافل پڑھا کرتے تھے اور نماز میں بہت انہماک رہتا تھا۔ کسی نے حضرت زین العابدین سے حضرت امام کے یہاں بہت کم اولاد ہونے کا سبب دریافت کیا۔ فرمایا اس میں تعجب کی کونسی بات ہے وہ شب و روز میں ایک ہزار نوافل پڑھا کرتے تھے بیویوں سے ملنے کا انھیں موقع ہی کب ملتا تھا۔ روزے بھی بہت رکھتے تھے۔ پچیس ۲۵ حج تو انہوں نے پا پیادہ یا سفر کر کے کئے۔ یعقوبی اور تہذیب الاسماء میں اس کی تفصیلات بھی ملتی ہیں۔

صدقات و خیرات یہ تو حالت تھی عبادات کی۔ فیاضی و ایثار میں بھی جواب نہ رکھتے تھے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی سائل آپ کے دروازہ سے خالی ہاتھ واپس گیا ہو۔ ایک بار ایک سائل نے دروازہ پر صدا دی نماز میں مشغول تھے عجلت سے نماز ختم کر کے باہر نکلے۔ فقر و فاقہ کے آثار چہرہ پر نمایاں دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ غلام قنبر کو بلا کر پوچھا ہمارے مصارف میں سے تمہارے پاس کچھ باقی ہے عرض کی کہ صرف اہل بیت کو تقسیم ہونے والے دو سو درہم رکھے ہوئے ہیں اسی وقت دو سو کے دو سو حوالہ کر دیا اور معذرت کی کہ اس وقت یہی موجود تھا راہ خدا میں زندگی بھر کثرت سے خرچ کرتے رہے۔ آج تو دنیا میں اس نوع کی انفرادی خیرات کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا یہ جوش غربا نوازی ملاحظہ فرمایئے کہ ایک تو جلد جلد نماز ختم کرتے ہیں۔ دوسرے گھر والوں کے خرچ کی تھیلی کی تھیلی اٹھا کر دیدیتے ہیں اور پھر معذرت بھی کرتے ہیں کہ کم دیا۔ شعراء کو بھی بڑی بڑی رقوم دیتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے ٹوکا تو کہا کہ بہترین مال وہی ہے جس کے ذریعہ سے آبرو بچائی جائے۔

ذرائع معاش معاشی اور مالی اعتبار سے پوری زندگی فارغ البالی سے نہیں پورے عیش و آرام کے ساتھ بسر ہوئی حضرت عثمانؓ کے عہد تک پانچ ہزار ماہانہ وظیفہ جو حضرت فاروق اعظم نے مقرر کر دیا تھا برابر ملتا رہا۔ حضرت علیؓ و حسنؓ کے زمانہ خلافت میں بھی بہت عیش رہا اس کے بعد شہادت کے وقت حضرت حسن کے مقرر کرائے ہوئے دس لاکھ سالانہ برابر ملتے رہے امیرانہ زندگی بسر کی لیکن آپ کی امارت صرف اپنی ذات کے لئے نہ تھی اس میں محروموں مایوسوں اور غریبوں کا بھی برابر کا حصہ تھا۔

وقار و انکسار بہت وقار و سنجیدگی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے آپ کے حلقہ میں لوگ اس سکون و سکوت کے ساتھ بیٹھے رہتے تھے گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں لیکن اس عہد کی طرح یہ وقار تمکنت و خود پسندی کا نتیجہ نہ تھا بیحد متواضع منکسر المزاج بھی تھے ادنیٰ سے ادنیٰ شخص سے بڑی بے تکلفی اور تواضع کے ساتھ ملتے تھے کہیں تشریف لئے چلے جا رہے تھے کہ راستے میں فقراء کھانا کھاتے ہوئے ملے۔ تواضع کی۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ آپ سواری سے فوراً اتر کر ساتھ بیٹھ گئے کھانا کھایا اور فرمایا تکبر کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا

استقلال رائے دل صاف تھا مگر جو رائے ایک مرتبہ قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہتے تھے۔ آپ خلافت کے معاملہ میں امیر معاویہ کو حق بجانب نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ نے دستبرداری کے وقت سختی کے ساتھ بھائی کی مخالفت کی۔ عصبیت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ عہد امیر معاویہؓ میں بھی ان کی طرف سے دل صاف نہ تھا لیکن یہ سب کچھ بھی حق پرستی ہی کے مظاہر تھے۔ آپ امیر معاویہؓ کو حق پر نہ سمجھتے تھے لیکن ظاہری تعلقات میں کبھی ناگواری بھی پیدا نہ ہونے دی۔ ان کی فوج میں شامل ہو کر گرانمایہ خدمات انجام دی تھیں کسی سازش میں بھی شریک نہ ہوئے۔ اور نہ کسی سے برائی کی

تبحر علمی عہد رسالت میں تو آپ بچے ہی تھے اور کچھ حاصل نہ کر سکتے تھے لیکن آپ کے پدر گرامی مدینۃ العلوم تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت نے آپ کو مطلع انوار بنا دیا تھا۔ تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ آپ اپنے عہد کے بہت بڑے فاضل اجل تھے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سنی ہوئی صرف آٹھ احادیث یاد تھیں۔ البتہ بالواسطہ روایات کی تعداد بہت کافی ہے۔ قرآن و احادیث و تفسیر میں درجہ تبحر حاصل تھا۔

فتاویٰ نویسی چونکہ تمام مذکورہ علوم و فنون میں درجہ کمال رکھتے تھے اور استنباط مسائل میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا اس لئے آپ صاحب فتویٰ بھی تھے اور لوگ برابر آپ سے استفتا کرتے رہتے تھے حضرت عبداللہ جیسے صاحب کمال اور کبیر السن صحابی بھی آپ سے فتویٰ پوچھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے قیدیوں کی رہائی، شیر خوار بچوں کے وظائف وغیرہ کے متعلق آپ سے استفسار کیا تھا۔

فصاحت و خطابت تقریر و خطابت میں بھی آپ امتیازی رتبہ کے حامل تھے کیوں نہ ہوتے جبکہ آپ کے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے اور ممتاز خطیب و مقرر تھے۔ اس عہد میں بہت سے ممتاز خطیب موجود تھے مگر آپ کو سب پر امتیاز حاصل تھا آپ کی تقریریں سنکر لوگ سناٹے کے عالم میں رہ جاتے تھے بڑے فصیح تھے اور اس وقت جتنے مروجہ علوم تھے ان میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔

ازواج واولاد

آپ نے باوقات مختلف متعدد شادیاں کیں۔ لیلےٰ۔ غزالہ۔ سکینہ۔ حماز۔ رباب اور شہربانو آپ کی ازواج تھیں انھیں سے آپ کے یہاں متعدد بچے پیدا ہوئے حضرات زین العابدینؑ۔ علی اکبرؑ۔ عبداللہؑ اور علی اصغر لڑکے اور تین لڑکیاں سکینہؑ۔ فاطمہؑ اور زینبؑ تھیں لڑکے اور لڑکیاں سب علم و فضل میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ لڑکوں میں حضرت زین العابدینؑ کے سوا سب کربلا میں شہید ہو گئے۔ لڑکیوں میں سکینہ کے تبحر علمی کا تو یہ عالم تھا کہ ان کے عہد میں کوئی مرد بھی حریف نہ بن سکتا تھا۔

ایثار حق پرستی

ان اوصاف حسنہ کے متعلق تو کچھ کہنا ہی بیکار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس خصوص میں آپ شرف یکتائی رکھتے تھے۔ اور رہتی دنیا تک اوراق تاریخ میں آپ کا نام نامی زرین حروف میں لکھا جائے گا۔

حق نوازی ہی کی خاطر آپ نے اپنا گھر بار لٹایا۔ گلشن کا گلشن اجڑوایا۔ اگر آپ یزید کی بیعت کر لیتے تو آپ کا چمن اسی شان و شکوہ کے ساتھ سرسبز و شاداب رہتا۔ لیکن چونکہ آپ اس بیعت کو حق نہ سمجھتے تھے اسلئے انتہائی تکالیف برداشت کیں مگر حق کو ناحق نہ بتایا۔

صبر و ثبات

صبر و ثبات آپ کی کتاب فضائل اخلاق کا نہایت جلی عنوان ہے۔ دنیا حیران اور انگشت بدندان ہے کہ کوئی انسان اس صورت میں کہ اس کے ایک اشارہ پر اس کے تمام مصائب کا خاتمہ ہو سکتا ہے اتنے مصائب و حوادث کا تنہا مقابلہ کر ہی سکتا ہے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے وفادار و جاں نثار دوستوں کو کٹوایا۔ جوان بھائیوں کو کٹوا دیا۔ نوجوان بھانجوں بھتیجوں کو کٹوایا۔ خود اپنے بر شباب اور شیر خوار بچوں کو کٹوایا۔ تین شبانہ روز بھوک اور پیاس کی قہرناک اذیتیں برداشت کیں بھرا کا بھرا گھر اپنے سامنے اجڑوایا۔ جاہ و حشم لٹایا، گھر بار تباہ کیا، عیش و آرام تج دیا، خود اپنی جان عزیز نثار کر دی۔ بیویوں کی اندوہگینی بہنوں کی تڑپ بیٹوں کی بیقراری دیکھی پھر ان کی رسوائیوں کی تصویر سامنے رکھا۔

پھولوں کی سیجوں پر سونے والے اور سونے والیوں کو کنکروں اور کانٹوں پر سلوایا اور دنیا میں جتنے ہولناک سے ہولناک مصائب و حوادث تصور میں آ سکتے ہیں ان سب کا مقابلہ کیا اور اس شان کے ساتھ کیا کہ دوست و دشمن دونوں انگشت بدندان رہ گئے لیکن نہ دوستوں کی موت پر گھبرائے نہ رشتہ داروں کی معدومیت پر اشکبار ہوتے نوجوان و شیر خوار بیٹوں کی رحلت پر اف کی اور نہ عورتوں کی آہ و زاری کا خیال کیا نہ ان کے ذلیل ہونے اور ظالموں کی قید میں پڑنے کے تصور پر قدم کو لغزش ہوئی نہ بھوک و پیاس پر کراہے اور نہ اپنی ذاتی تکالیف پر ٹس سے مس ہوئے حوادث و مصائب کے سیلاب سر سے گذر گئے ہر متصورہ صورت سے دوچار ہو گئے بالخصوص اس حالت میں کہ آپ شاہزادہ بھی تھے تمام عمر امیرانہ شان سے بسر کر چکے تھے کبھی اذیت و تکلیف کی صورت بھی نہ دیکھی تھی جو پڑی یکایک پڑی مگر جیسی بھی پڑی سہی اور جھیلی لیکن اس کے باوجود کبھی لب شکوہ سے آلودہ نہ ہوئے اور نہ کبھی زبان پر حرف شکایت آیا۔ اس بھری دنیا میں "تواصیتہ بالحق" اور "تواصیہ بالصبر" کی کوئی ایک نظیر بھی کسی قوم میں ڈھونڈے بھی نہیں مل سکتی۔

اخلاقی نکات واسرار

آپ بہت ہوشمند اور فاضل بزرگ تھے اس لئے آپ کے چھوٹے چھوٹے پر حکمت مقولے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے۔ مثلاً:-

"حسن خلق عبادت ہے" نرمی عقلمندی ہے سخاوت دولتمندی ہے جھوٹ عجز ہے۔ سخاوت دولتمندی ہے بخل فقر ہے۔ خاموشی زینت ہے سچائی عزت ہے۔ رازداری امانت ہے۔ حق ہمسایہ قرابت ہے۔ اور دوستی ہے۔ عمل تجربہ ہے"

غور کیجئے کہ ان مختصر جملوں میں کیسے نکات ہیں اور ان سے کتنے گرانمایہ سبق ملتے ہیں۔ مگر آج ماتم کرنے اور آپ کی تکالیف پر رونے والے تو ہزاروں لاکھوں مل جائینگے لیکن آپ کے فضائل ذاتی پر نظر ڈالنے والے اور آپ کے اوصاف سے سبق حاصل کرنے والے ناپید ہیں

ماحول حسین

آقائے دوجہان محمد مصطفےٰ جد حسین صلے اللہ علیہ وسلم

نیکی اور بھلائی کا بطل جلیل

امن عالم پر اسی نیلگوں آسمان کے زیر سایہ بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر بڑے بڑے اولیائے وقت بڑے بڑے سلاطین عظام اور بڑے بڑے نامور مصلحان قوم و ملک پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے مقصد کسی کی تنقیص نہیں اور نہ یہ کوئی شیوہ محمود ہے کہ سب ہی خدا کے پیدا کئے ہوئے تھے رب نے عقل و فہم جوش و جذبہ اور زور و قوت اسی نے بخشی تھی اور وہی ان کی اچھائیوں اور برائیوں کا بہترین جانچنے والا اور اندازہ لگانے والا ہے ہم نا اہلوں کی کچھ یہ عادت سی ہو گئی ہے کہ ہم ہمیشہ دوسروں کے عیوب اور فروگذاشتیں ڈھونڈ نکالنے تلاش کرنے اور انھیں نمایاں کر کے دنیا کو دکھانے کے لئے ہمہ دم مستعد و سرگرم رہتے ہیں اور اس سے گناہ و معصیت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کے نقائص پر نگاہ کرتے اور انھیں معرض بیان میں لاتے ہوئے چند لمحوں کے لئے ہمیں اپنی عظمت کا احساس ہونے لگتا ہے اور یہی چیز آگے چل کر غرور و تکبر کی صورت اختیار کر کے ہمارے نیک اعمال کے ضیاع کا بھی باعث بنجاتا ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے محاسن پر بھی نظر ڈالی جائے اور اپنی خام کاریوں اور اپنے عیوب و نقائص کو ہر وقت پیش نظر رکھا جائے تاکہ ہمیں اس سے اپنی اصلاح کا موقع ملے۔ یہی تعلیم ہمیں ہمارے آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دی ہے اور اسی پر عمل پیرا رہنا اور اسی کا اتباع کرنا ہمارا فریضہ عمل ہونا چاہیئے۔

خود ذات اقدس کی روش عمل پر نظر ڈالیے کہ مکہ معظمہ میں ہوش سنبھالا ہے زور و قوت اور شہرت و عظمت کے حاصل ہونے کے باوجود کسی کی برائی نہیں کرتے کسی کو برا نہیں کہتے، برائیوں کو ضرور دیکھتے ہیں برائیوں کو برا

بھی سمجھتے ہیں نیکیوں کو سراہتے بھی ہیں خود بھی نیک ہی روش اختیار کرتے ہیں پھر جب نبوت کا تاج سر پر جلوہ افروز ہوتا ہے تو برائیوں کے خلاف شدت کے ساتھ جہاد شروع کر دیتے ہیں۔ سلب و نہب چوری ڈاکہ جوا فساد قتل اولاد ہر چیز کی مذمت کرتے ہیں بت پرستی کے خلاف سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ لیکن براہ راست نہ بتوں کی برائی کرتے ہیں اور نہ بت پرستوں کو برا کہتے ہیں بلکہ زور بت پرستی کی مذمت میں توحید کی اشاعت رذائم کی تنقیص اور نیکیوں کی تبلیغ پر صرف کر دیتے ہیں۔ مکہ معظمہ بڑے اکابر دشمنان بت پرستوں سے بھرا پڑا ہے اور یہ سب آپ کے تشنۂ خون دشمن ہیں رات دن برائیاں کرتے رہتے ہیں مگر آپ ہیں کہ نہ خود کسی کے معاند ہیں اور نہ کسی کی برائی پسند کرتے ہیں۔ یہی نہیں جو آپ کے پاس کسی کام کو بھی آتا ہے تو دشمن و عدو سمجھتے ہوئے بھی اس کا کام پورے جوش و مروت کے ساتھ کر دیتے ہیں۔

ابوسفیان آپ کا کتنا بڑا دشمن اور رئیس اعظم قریش تھا مکہ معظمہ میں قحط پڑتا ہے بارش نہیں ہوتی آپ کے پاس آتا ہے عرض کرتا ہے۔

"محمدؐ تم لوگوں کو صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہو تمہاری قوم مر رہی ہے فاقے شروع ہو گئے۔ سخت قحط پڑا ہے اپنے خدا سے دعا کیجئے کہ وہ بارش برسائے تاکہ تمہاری قوم اس بلا سے نجات پائے۔ آپ نے بلا تکلف و تامل اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور جل تھل ایک ہو گئے۔"

شرافت و رواداری کی تعلیم

پھر آپ کی بعثت کے وقت عرب کے اندر یہودی عیسائی مجوسی صابی بت پرست ہر مذہب و ملت کے بکثرت موجود تھے لیکن آپ نے ان مذاہب میں سے کسی مذہب کی برائی نہیں کی کہا تو یہ کہا کہ یہ مذہب حق تھے مگر ان کے پیشواؤں نے اپنی کتابوں میں تحریف کر لی اور انہوں نے اپنے دین کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ بانیان مذاہب کے متعلق فرمایا کہ یہ سب خدا کے نیک اور صالح بندے تھے اور سب قابل تعظیم ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہادی بھیجے گئے ہیں اور وہ سب کے سب نیک اور بزرگ تھے۔ اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ آپ نے اگلے پیغمبروں پر ایمان لانا جزو ایمان قرار دیا۔

اب تک عرب میں یہ صورت تھی کہ ایک مذہب والا دوسرے مذہب اور اس کے پیشوا کی مذمت و تنقیص کو مستحسن سمجھتا تھا۔ ابراہیمی دین کے پیرو کسی پیغمبر کو بھی نہ مانتے تھے۔ یہودی حضرت عیسیٰ کے دشمن بنے ہوئے تھے عیسائی یہودیوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے عیسائی یہودیوں کے معاند تھے اور مجوسی صابیوں کے دشمن تھے اور انہیں اچھا نہ سمجھتے تھے۔ ہر قوم میں مذہبی تعصب پھیلا ہوا تھا اور ایک دوسرے کی برائی کا طوفان امنڈا ہوا تھا لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہوتے ہی بدگوئی کے اس طوفان کو روکا اور تعصب کی اس لعنت کو دور کر کے مسلمانوں کو تہذیب و شرافت اور رواداری کی تعلیم دی۔

مظالم و شدائد کی انتہا

آپ نے دنیا میں جلوہ افروز ہو کر "توصیہ بالحق" اور "توصیہ بالصبر" کے شاندار درس دیے اور دنیا والوں کو جتلا دیا اور واضح کر دیا کہ دنیا میں تکلیف اٹھائے اور قربانیاں کیے بغیر کوئی ترقی نہیں ہو سکتی اور ہر مقصود اعلیٰ کے حصول کے لئے قربانیوں کی ضرورت داعی ہوتی ہے نیز حق کی حمایت میں لازماً تکالیف و حوادث کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے اور کامیاب وہی ہوتے ہیں جو ایک طرف اشاعت حق میں سرگرم عمل رہتے ہیں اور دوسری طرف پیش آنے والے مصائب کو صبر و ثبات کے ساتھ برداشت کرتے ہیں۔

آپ نے خود مکہ کی دس سالہ زندگی میں محض "جرم حق پرستی" میں حوصلہ سوز اور ہمت فرسا مصائب و نوائب برداشت کئے ایسے کہ پتھر بھی ہوتے تو پانی ہو کر بہ جاتے۔ تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ ایک گوشت پوست کا انسان مصائب و مظالم کے ایسے بے پناہ سیلاب کے مقابلے میں کیونکر ٹھہر سکتا ہے کوئی ذلت ایسی نہ تھی جو باقی رہ گئی ہو کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو پڑی ہو کوئی دکھ ایسا نہ تھا جو نہ اٹھایا ہو عزت و اقتدار عیش و آسائش مال و دولت کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی جو قربان نہ کی ہو راستہ چلنا دوبھر تھا گھر سے قدم نکالنا دشوار تھا کہیں راستے میں کانٹے بچھے ہیں کہیں اوپر سے کوڑے کے بھرے ٹوکرے پھینکے جا رہے ہیں کہیں نماز پڑھنے میں گلائے مبارک پر اونٹ کا اوجھ لا کر رکھ دیا جاتا ہے تالیاں پیٹتی ہیں غنڈوں کا غول پیچھے پیچھے رہتا ہے۔ یہاں سے نکلکر طائف جاتے ہیں تو وہاں بھی نہ ہی آسان نکلتا ہے پتھروں کی اتنی بارش ہوتی ہے کہ ساق و پا سے خون کے فوارے جاری ہو جاتے ہیں اب نہ رہ سکتے ہیں اور نہ مکہ معظمہ واپس آسکتے ہیں نہ روئے رہاندن تھے اور نہ "راہ گریز" ایک ایک سے پناہ مانگتے تھے مگر کوئی حامی نہ بھرتا تھا اس کے علاوہ قید ہوئی تو وہ قید بھی ایسی تھی جس کی مثال کوئی دنیا میں موجود نہیں۔

سارا خاندان بڑے چھوٹے عورتیں مرد بچے سب کے سب ایک حاطہ میں قید کر دیے جاتے ہیں۔ اس طرح کہ نہ ان تک ایک قطرہ پانی کا پہنچ سکے اور نہ غلہ کا ایک دانہ پھر یہ حالت چند روز چند ہفتے چند مہینے نہیں مسلسل تین سال تک قائم رہتی ہے۔ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سہ سالہ زمانہ مصائب کیونکر گذرا ہو گا۔ اس سے نجات ملتی ہے تو قتل کی ہمہ گیر سازشیں شروع ہو جاتی ہیں مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تو وہاں نئی افکار آ گھیرتی ہیں حملہ پر حملے ہوتے ہیں۔ چڑھائیاں شروع ہو جاتی ہیں لیکن آپ ہر حالت میں مستقل مزاج رہتے ہیں۔ اور پورے صبر و ثبات سے کام لیتے ہیں۔ آخر وہ وقت بھی آ جاتا ہے کہ پورے کا پورا عرب آپ کے زیر فرمان ہوتا ہے اور ساری اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو جاتی ہیں۔

عدیم النظیر انقلاب

وہ عرب جو رذائل و ذمائم کا گہوارہ تھا۔ جہاں ہر وقت اور ہمیشہ شر و فساد کی آندھیاں اٹھتی رہتی تھیں سلب و نہب کے طوفان برپا رہتے تھے، بات بات پر قتل ہو جاتا تھا سالہا سال تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ شراب و زنا کی گرم بازاری تھی جیسہ پر بت پرستی ہوتی تھی حیا انسانیت و شرافت کے نام تک سے ناآشنا تھے بہیمیت و وحشت کی زندگی بسر کرتے

تھے تہذیب و تمدن کے نام تک سے آشنا تک نہ تھے۔ جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیاری مسلط تھی اور دنیا میں کبھی حکومت کے تصور سے بھی آشنا نہ رہے تھے۔ آپ سے ابھی چوتھائی صدی بھی نہ گذرنے پائی تھی کہ دنیا کا بہترین خطہ بنا دیا اس کے بسنے والے مہذب ترین انسان بن گئے۔ روئے زمین پر نہ ان سے زیادہ صالح کوئی رہا۔ نہ متمدن اور شریف۔ انھیں دفعتًا وہ تمام صلاحیتیں اور لیاقتیں پیدا ہو گئیں جن کی بدولت یہ قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان اور پر صولت فرمانرعائیوں کے وارث بن گئے اور ابھی ایک صدی بھی نہ گذرنے پائی تھی کہ یہ تمام معلومہ دنیا کے تین چوتھائی حصہ پر قابض ہو گئے۔ یہ وہ معجزہ تھا جو آپ کے سوا دنیا میں اور کوئی ہستی پیش نہ کر سکی یہ آپ کا بہترین معجزہ تھا۔

جامع حیثیات زندگی

آپ نے اپنی زندگی میں دنیا اور دنیا والوں کے سامنے ہر قسم کے بہترین نمونے پیش کئے زندگی کیا تھی ایک مینار ہدایت تھی جس سے ہر طبقہ اور ہر حیثیت کے انسان سبق و روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کی زندگی کے تمام اوراق دنیا کے سامنے کھلے پڑے ہیں آپ ایک اولوالعزم فاتح بھی تھے، با اقتدار فرمانروا بھی تھے، امیر کبیر بھی۔ نادار اور فاقہ کش انسان بھی مزدور بھی تھے گھر میں کئی کئی بیویاں بھی تھیں باپ بھی تھے پیغمبر بھی تھے، عابد بھی تھے خلیق بھی تھے حلیم بھی تھے قائد بھی تھے، مصلح بھی تھے سپہ سالار بھی تھے۔ منتظم بھی تھے پرنسپل بھی تھے۔ سب کچھ تھے اور ہر قسم کی زندگی کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر گئے۔

جنگیں بھی کیں عہد نامے بھی کئے صلح بھی کیں۔ فرامین بھی لکھے غرض ہر قسم کی تعلیم کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر گئے۔ اتنی معروف زندگی تھی اتنا کام کرتے تھے کہ حیرت و استعجاب ہوتا ہے۔ ایک ہی ذات تھی جو فرائض فرمانروائی بھی انجام دیتی تھی، سپہ سالاری بھی کرتی تھی۔ وفود سے ملاقاتیں بھی کرتی تھی، امت کی نگران اخلاق بھی تھی معلم بھی تھی، مبلغ بھی تھی اس پر گھر میں نو نو بیویاں تھیں۔ ان کی راحت و آسائش کا انتظام بھی۔ اس پر اور دن بھر اتنی مصروفیات و مشاغل کے باوجود یہ بھی نہ تھا کہ رات ہی کو آرام مل جاتا۔ لیکن رات کا نصف حصہ تہجد اور عبادات میں گذر جاتا تھا پھر ہشاش بشاش رہتے تھے بتائیے ایسی مقدس اور شاندار اور ہنگامہ خیز زندگی کا حامل دنیا میں کوئی انسان بھی گذرا ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں بجز اس ذات کے گرامی ہستی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حسنؓ و حسینؓ سے انتہائی محبت

کسی کو ایک فکر ہوتا ہے آپکو صد ہزار فکریں تھیں اور صد ہزار کام، صدمے بھی ہزار در ہزار تھے۔ غمگسار بیوی کا غم۔ شفیق چچا کا صدمہ، جواں بیٹیوں کے انتقال کا اندوہ، شیرخوار بچوں کی رحلت کا غم پھر پوری کی پوری امت کی تعلیم کا خیال اللہ ہی جانتا ہے کہ آپ کا حوصلہ کتنا بلند تھا اور آپ کس درجہ اولوالعزم اور بلند ہمت واقع ہوئے تھے اپنے تو ایک بیٹی کے سوا اور کوئی تھا ہی نہیں جس سے عاشقانہ محبت رکھتے تھے۔ البتہ نواسے ضرور تھے حسنؓ و حسینؓ تمام پدرانہ شفقتیں انہی کیلئے وقف ہو کر رہ گئی تھیں۔ انہی بچوں سے اولاد کی طرح محبت کرتے تھے جیسی محبت ان سے آپ کو تھی ایسی محبت بہت کم خوش نصیبوں کو میسر آتی ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اہلبیت میں مجھے حسنؓ و حسینؓ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت کے مطابق ایک مرتبہ آپ بازار قینقاع سے واپس آکر سیدھے حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور جاتے ہی پوچھا کہ حسنین کہاں ہیں؟ اتنے میں دونوں دوڑتے ہوئے محترم نانا سے چمٹ گئے اس وقت آپ نے فرمایا خداوندا! میں انھیں محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی انھیں محبوب رکھ اور ان کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ بھی روایت کی ہے کہ میں حسنؓ کو اس وقت سے محبوب رکھتا ہوں جبکہ میں نے انھیں آغوش رسول اللہ میں دیکھا تھا کہ یہ حضور کی ریش مبارک میں انگلیاں ڈال رہے تھے اور حضور ان کے منہ میں اپنی زبان دیکر فرما رہے تھے کہ بار الہا میں اسے محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ۔ پھر ایک دفعہ آپ حسنؓ کو دوش مبارک پر سوار کئے ہوئے دعا فرما رہے تھے کہ الٰہی میں اسے محبوب رکھتا ہوں تو بھی محبوب رکھ۔

جنت نبوی کے دو پھول

دوش مبارک پر سوار کر کے اکثر باہر نکلا کرتے تھے اور انھیں کھلاتے چنانچہ جب ایک مرتبہ آپ اسی وضع میں باہر نکلے تو ایک صحابی نے دیکھکر فرمایا۔ صاحبزادے سواری کیا اچھی ہے، حضورؐ نے فرمایا اور سوار بھی کتنا اچھا ہے۔

بے انتہا محبت تھی کبھی کبھی دونوں کو چادر میں چھپائے ہوئے باہر تشریف لاتے۔ ایک مرتبہ حضرت اسامہؓ بن زید رات کے وقت کسی ضرورت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ کوئی چیز چادر میں چھپائے ہوئے باہر تشریف لائے۔ پوچھا حضورؐ چادر میں کیا ہے۔ آپ نے چادر ہٹا دی تو دیکھا کہ اس میں حسنؓ اور حسینؓ چھپے ہوئے ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا یہ میرے بچے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ خدایا میں انھیں محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی انھیں محبوب رکھ اور اُن کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ نے مغرب اور عشا دونوں کی نماز رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ پڑھیں۔ مسجد سے حضور تشریف لے چلے تو یہ بھی پیچھے پیچھے ہو لئے۔ تھوڑی دور بعد مڑے اور پوچھا کون ہے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ حذیفہ ہیں تو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ماں کی مغفرت کرے تم کس ضرورت سے ساتھ آ رہے ہو دیکھو ابھی یہ فرشتہ نازل ہوا ہے جو اس سے پہلے کبھی نازل نہ ہوا تھا اسے خدا نے اجازت دی ہے کہ مجھے سلام کے بعد بشارت دے کہ میری فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی اور میرے بچے حسنؓ و حسینؓ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنینؓ کو اپنی جنت کے گل خنداں فرمایا کرتے تھے، حضرت ابن عمرؓ نے بھی روایت کی ہے کہ حضورؐ فرماتے تھے حسنینؓ میری جنت کے دو پھول ہیں۔

نماز کی حالت میں حسنینؓ کی طفلانہ شوخیاں

محبت کی انتہا یہ تھی کہ اور تو اور عبادت

کے موقعہ پر حضور حسنؓ و حسینؓ کو دیکھکر وفور محبت سے ضبط نہ کر سکتے تھے۔ ابو بریدہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی اثنار میں حسنؓ و حسینؓ سرخ قمیص پہنے ہوئے خراماں خراماں سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیے۔ حضورؐ کی نظر جو ان پر پڑی تو حضور فوراً منبر سے اتر آئے ان دونوں کو گود میں اٹھایا سامنے بٹھا لیا اور فرمایا اللہ تعالے نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارا اموال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے میں نے ان بچوں کو خراماں خراماں آتے ہوئے جو دیکھا تو مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور خطبہ چھوڑ کر میں نے ان کو گود میں اٹھا لیا۔

یہ تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہوتے تھے اور اسی حالت میں حسن و حسین طفلانہ شوخیوں میں برابر مصروف رہتے تھے۔ آپ نہ انھیں ان سے روکتے تھے نہ ان کی شوخیوں پر کبھی خفگی کا اظہار کرتے تھے اور نہ کبھی ڈانٹتے تھے بلکہ خوش ہوتے تھے اور ان کی طفلانہ شوخیوں کی تکمیل میں ممد بن جاتے تھے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ دوران نماز میں آپ رکوع میں جاتے تو حسنؓ و حسینؓ آپ کی دونوں ٹانگوں کے اندر گھس جاتے اور آپ نماز ہی میں دونوں ٹانگیں پھیلا کر ان کے نکلنے کے لئے راستہ بنا دیتے پھر جب سجدہ میں جاتے تو دونوں جست کر کے حضورؐ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے بیٹھ جاتے اور آپ اس وقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک یہ دونوں خود نہ اتر جاتے۔

حسینؓ کا دشمن رسول اللہؐ کا دشمن ہے

حضورؐ نے صاف طور سے فرما دیا تھا کہ جس نے حسینؓ سے دوستی رکھی اس نے مجھ سے دوستی رکھی اور جس نے حسینؓ سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی۔ یہ بھی فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں اللہ تعالے اسے دوست رکھے جو حسینؓ کو دوست رکھے کہ حسینؓ ایک سبط ہے اسباط میں سے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ کے دوران میں فرمایا کہ جس نے ہمارے اہل بیت سے بغض رکھا اللہ تعالے اُسے قیامت کے روز یہودی اٹھائے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ میرے اہل بیت ہی کی محبت کی وجہ سے دلوں میں ایمان داخل ہوتا ہے اور ہر شئے کی ایک بنیاد ہوتی ہے اسلام کی بنیاد حب رسول وآل رسول ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے دیکھا کہ آپ ایک خیمہ میں ایک عربی کمان سے تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما تھے اور حضرت فاطمہؓ علیؓ و حسنؓ و حسینؓ بھی اسی میں تھے آپ نے فرمایا کہ:

"مسلمانو! میں اس خیمہ کے مکینوں کے ساتھ صلح کرنیوالوں کے ساتھ صلح کرنیوالا ہوں اور ان سے جنگ کرنے والوں سے جنگ کرنے والا ہوں جو نیک بخت و پاکیزہ نہاد ہوگا وہ انھیں دوست رکھیگا اور جو بد بخت و بد نہاد ہوگا وہ انھیں دوست نہ رکھیگا" حضرت صدیق اکبر ہی سے روایت ہے کہ حضور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میرے اہل بیت کی حفاظت کریگا۔ اس کے لئے میں نے خدا سے اس کی مغفرت کر دینے کا عہد لے لیا ہے اور جو ان کی حفاظت کرے گا وہ ضرور بخشا جائے گا۔

حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ تمہارے بیچ میں میرے اہل بیت ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب توبہ تھا کہ جو اس میں داخل ہوا بخشا گیا۔ یہ بھی فرمایا کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت مثل سفینہ نوح کے ہیں جو اس پر سوار ہوا بچ گیا اور جو اس سے الگ رہا غرق ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اہل بیت رحمت کی کنجیاں ہیں محل رسالت ہیں اور علم کی کان ہیں۔ ان احادیث کی روشنی میں ان بدبختوں کی حالت پر غور کیجئے جنھوں نے حضرت حسینؓ کو پوری قصابی سے ذبح کیا۔

شہادت کے متعلق رسول اللہ کے ارشادات

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔۔۔ حضرت حسینؓ کی شہادت کے متعلق بھی پہلے ہی سب کچھ فرما گئے تھے۔ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی اپنی شہرہ آفاق کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایک روز رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہمارے گھر تشریف لائے۔ حضرت ام ایمنؓ نے جو دودھ بھیجا تھا ہم نے وہ پہلی پیش کیا اور کھانا بھی جب حضور نے تناول فرما کر ہاتھ دھوئے۔ انھیں ریش مبارک پر پھیرا دعا کی سجدہ میں چلے گئے اور رونے لگے اتنے میں حسینؓ آئے اور پشت مبارک پر گر کر رونے لگے۔ آنحضرت حسینؓ کا رونا دیکھکر اپنا رونا بھول گئے اور فرمایا بیٹا تم کیوں روتے ہو عرض کی کہ آپ کو روتا دیکھکر ہم بھی رونے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا میرے فرزند آج تیسا تیرے حال کو دیکھکر اس قدر خوش ہوا کہ اتنا کبھی نہ ہوا تھا اسی عالم میں جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے خدا کی طرف سے یہ خبر دی کہ میری امت تجھے بحالت غربت و کربت شہید کرے گی اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کمسنی ہی میں رسول کریمؐ نے حضرت حسین کے کان میں شہادت کی خبر ڈالدی تھی۔ حضرت حسینؓ کی شہادت کے متعلق وہ حدیث بہت مشہور اور بہت مستند ہے جس کی راوی حضرت ام سلمہؓ ہیں۔

فرماتی ہیں کہ ایک روز حسینؓ آغوش میں بیٹھے ہوئے تھے کہ فرشتہ نے آکر اطلاع دی کہ انھیں آپ کی امت عنقریب شہید کرے گی وہ جگہ بھی دکھلا دی اور وہاں کی مٹی بھی لا کر دی آپ گود میں لئے ہوئے باہر نکلے اور تمام صحابہ کے سامنے علانیہ فرمایا کہ میری امت اس بچہ کو شہید کرے گی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؓ سرزمین طف میں قتل کیا جائے گا۔ اور یہ مٹی مجھے لا کر دکھلائی کہ اس میں ان کی قبر ہوگی۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی سند سے امام احمد بن حنبلؒ نے روایت کی ہے کہ ایک روز ٹھیک دوپہر کے وقت رسول کریمؐ باہر تشریف لائے ہاتھ میں ایک شیشی تھی جس میں مٹی ملا ہوا خون تھا۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ حسینؓ اور ان کے دوستوں کا خون ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اسے دیکھا کرتا تھا ایک دن دیکھا کہ وہ مٹی بالکل خون ہو گئی ہے جس سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ شہید ہو گئے۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ ایک روز میرے گھر میں کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل نے نازل ہو کر کہا کہ آپ کی امت آپ کے

اس بیٹے امام حسین کو قتل کردے گی۔ پھر رسول کریم نے اس جگہ کی مٹی لاکر دکھلائی آپ نے اسے سونگھ کر فرمایا کہ اس سے تکلیف و رنج کی بو آتی ہے اور مجھ سے فرمایا کہ ام سلمہ جب تم اس مٹی کو دیکھو کہ خون ہوجائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا قتل کردیا گیا پس میں نے وہ مٹی ایک شیشی میں رکھ لی۔ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اس سرزمین کی خاک دکھلائی جس پر حسینؓ قتل کئے جائیں گے اور جو شخص حسینؓ کا خون بہائیگا اس پر خدا کا شدید غضب نازل ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اے عائشہ خدا کی قسم اس خبر نے مجھے غم میں مبتلا کردیا ہے کہ وہ کونسا امتی ہے جو حسینؓ کو قتل کرے گا۔

غرض رسول کریم سب کچھ پہلے ہی واضح کرچکے تھے اور آپ کے حوالہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے مسموم و مظلوم ہونے کی اطلاع دیدی تھی۔ حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عین اپنی شہادت کے وقت بھی آگاہ کردیا تھا۔

حضرت فاطمہ رضہ زہرا

ملکہ جنت کی بزرگی و عظمت

خاتون جنت حضرت فاطمہؓ کی عظمت و قدوسیت صرف یہی نہیں کہ آپ آقائے عالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اکلوتی بیٹی تھیں جن سے دنیا میں آجتک آپ کا سلسلہ قائم ہے بلکہ آپ سیرت و اخلاق میں بھی بہت بلند پایہ رکھتی تھیں اور اپنی محترم والدہ اور بزرگ ترین باپ کے جوہر آپ کے اندر بدرجہ اتم تاباں و درخشاں نظر آتے تھے۔ رسول کریم کی تمام اولاد ان کی زندگی ہی میں داغ مفارقت دیگئی صرف ایک آپ باقی رہ گئی تھیں۔ رسول کریم بھی انسان تھے بشریت سے خالی نہ تھے ہر انسان کو اولاد سے محبت ہوتی ہے رسول کریم کو بھی تھی اور چونکہ آپ نہایت سعادت مند اور اکلوتی بیٹی تھیں اس لئے آپ تمام محبتوں کا محور بنی ہوئی تھیں اتنی کہ جب تک آپ کو روزانہ ایک دفعہ دیکھ نہ لیتے تھے چین نہ پڑتا تھا پھر یہ بھی بات تھی کہ آپ عدیم المثال غمگسار رفیق حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی یادگار تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے رسول کریم کو اس درجہ محبت تھی کہ آخری وقت میں جس وقت بھی یاد آجاتی تھی آبدیدہ ہوجاتے تھے اور ان کی سہیلیوں اور ملنے والیوں کو ہمیشہ تحائف بھیجتے اور ان کی عزت کرتے رہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ دنیا میں شاید ہی اتنی مجمع الصفات بیویاں پیدا ہوتی ہیں جیسی کہ حضرت خدیجہ تھیں انہوں نے نازک سے نازک اوقات میں رسول کریم کی انتہائی خدمات انجام دیں اور اپنی دولت اور اپنا گھربار اور اپنی تمام خدمات وقف کئے رہیں۔ رسول کریم پر ایک طرف تو مصائب و مظالم کا سیلاب گذر رہا تھا اور قوم کا بچہ بچہ تشنہ خون بنا ہوا تھا اور دوسری طرف اپنے عہد کی یہ سب سے بڑی دولتمند اور اولوالعزم تاجرہ اپنی تمام قوتیں شوہر کی دلنوازی اور دلدہی کے لئے صرف کئے ہوئے تھیں۔ ایسی نادرہ روزگار اور غمگسار بیوی کے لئے ظاہر ہے کہ رسول کریم کی تمام محبتیں وقف ہوگئی ہونگی۔

حضرت فاطمہؓ کا نکاح و جہیز

رسول کریم نے آپ کو بڑی محبت و شفقت سے پرورش کیا اور آپ بھی والہ و شیفتہ بنی رہیں رسول کریم کی تربیت و محبت کا عام شہرہ تھا اس لئے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا اور اس کے بعد حضرت فاروق اعظم نے سعی کی۔ لیکن رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دونوں کو کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیام کو فوراً منظور کرلیا اور فرمایا مہر ادا کرنے کو بھی تمہارے پاس کچھ ہے عرض کی میرے پاس تو ایک گھوڑے اور ایک زرہ کے سوا کچھ نہیں ہے فرمایا گھوڑا تو لڑائی کے لئے ہے۔ البتہ زرہ فروخت کرڈالو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زرہ فروخت کرکے اس کی قیمت آپ کے سامنے لارکھی آپؐ نے اسی وقت حضرت بلال کو حکم دیا کہ بازار سے عطر اور خوشبو کی چیزیں خرید لائیں اس کے بعد خود ہی نکاح پڑھ دیا اور دونوں میاں بیوی پر وضو کا پانی چھڑک کر خیر و برکت کی دعا دی۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ رخصت دس گیارہ ماہ بعد ہوئی۔ رخصت کے وقت فرمایا کہ علی اب کوئی مکان کرایہ پر لیلو چنانچہ حارثہ بن النعمان کا مکان لے لیا گیا اور ملکۂ جنت رخصت ہوکر وہاں پہنچ گئیں۔ سیدہ زہراؓ کو جہیز میں ایک پلنگ۔ ایک بستر۔ ایک چادر۔ دو چکیاں اور ایک مشکیزہ ملا تھا۔ اور یہی اس گھر کی کل کائنات تھی جس میں آپکی زندگی میں کوئی اضافہ نہ ہوسکا زرہ کی فروخت سے جو رقم بچ رہی تھی اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دعوت ولیمہ کی جس میں صرف کھجوریں جو کی روٹی پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربا تھا اسکے بعد زندگی بسر ہوئی تو اس عنوان سے کہ عسرت و افلاس اپنی پوری نشتر کاریوں کے ساتھ گھر پر مسلط رہا۔

خاتون جنت کے گھر کا عالم

شوہر کے پاس کوئی اندوختہ تھا نہیں ایک اونٹ تھا وہ بھی حضرت حمزہؓ نے ذبح کرلیا تھا۔ محنت مزدوری یا پھر مال غنیمت پر بسر تھی کبھی کبھی وقت کے مسلسل فاقے ہوتے تھے۔ مفتول گھر سے دھواں نہیں اٹھتا تھا ایک دفعہ گھر میں فاقہ تھا شدت جوع سے بیتاب تھے مجبور ہوکر آپ کے شوہر گھر سے مزدوری کے لئے نکلے۔ مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں عوالی نام ایک بستی تھی وہاں گئے دیکھا کہ ایک ضعیفہ کچھ اینٹ پتھر جمع کر رہی ہے یہ خیال کرکے کہ وہ شاید اپنا باغ سیراب کرنا چاہتی ہے آپ اسکے پاس گئے اور اجرت طے کرکے باغ سینچنے لگے جس سے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے اس مشقت سے کچھ کھجوریں لیکر آئے تو سیدھے دربار نبوت میں پہنچے حضورؐ کو بھی شریک کیا اور جو بچیں وہ گھر لے آئے اور ملکۂ جنت کے شریک کے ساتھ انہیں کھایا۔

اسی طرح ایک مرتبہ اور رات بھر کی محنت مزدوری کے بعد کچھ جو اجرت میں ملے۔ صبح ہی اٹھکر انھیں حضرت فاطمہؓ نے پیسا اور تین حصے کرکے ایک ثلث کا دلیا پکانے کے لئے فرمایا۔ دونوں بہت بھوکے تھے کھانے ہی بیٹھے تھے کہ سائل نے آواز دی سب اٹھاکر اسے دیدیا۔ دوسرا حصہ پکوایا اس کے تیار ہونے پر کوئی مسکین آیا اور اسے اٹھاکر دیدیا۔ تیسرا حصہ بھی ایسا ہی گیا اور دونوں دن بھر بھوکے رہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ گھر میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت حسنؓ

برابر چکر لگا رہے ہیں حضرت حسینؓ گود میں لیٹے دودھ پی رہے ہیں زبان سے تلاوت کی جاری ہے اور چکی پیس رہی ہیں یہ دیکھتے ہی اُن کی چیخ نکل گئی زور زور سے رونے لگے۔ سرکار دو عالم بھی شور سنکر چلے آئے پوچھا کیا واقعہ ہے عرض کیا حضور! قیامت ہے کہ قیصر و کسریٰ تو کافر ہو کر عیش حیات کے لطف اٹھائیں اور سرکار دو عالم کی صاحبزادی فاقہ زدگی کے عالم میں چکیاں پیس رہی ہوں اور تن پر ایک کپڑا بھی سلامت نہ ہو مجھ سے یہ دلدوز نظارہ نہ دیکھا گیا اور بیساختہ چیخیں نکل گئیں۔ فرمایا ابوہریرہؓ کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ انھیں دنیا ملے اور ہمیں آخرت آپ کے پاس جو چادر تھی اس کا یہ عالم تھا کہ سر چھپاتی تھیں تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں چھپاتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا چکیاں پیستے پیستے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے۔ ملکہ جنت آپ ہی روٹیاں پکاتیں پیستیں اور آپ ہی کپڑے دھوتیں۔

صبر و شکر کا پیکر جمیل

اتنی مصیبتوں اور اس قدر مشقتوں پر بھی کبھی دل کو نہ دکھایا ہر حالت میں شکر گذار رہیں کبھی بےصبری کا اظہار نہ کیا ہشاش بشاش رہیں کبھی حرف شکایت زبان پر نہ آیا نہ قسمت کا گلہ کیا اور نہ شوہر کا شکوہ تربیت اور پھر رسول کریم کی تربیت ایسی چیز نہ تھی جو تہذیب نفس میں کوئی دقیقہ باقی رہنے دیتی باپ کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھیں اسی بنا پر کبھی کبھی الجھ بھی پڑتی تھیں اور معمولی کبیدگی بھی ہو جاتی تھی مگر سرکار عالم خود جا کر صفائی کرا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ شکایت لیکر دربار نبوت میں پہنچیں پیچھے ہی حضرت علیؓ پہنچ گئے رسول کریم نے سنکر فرمایا بیٹی کون شوہر ایسا ہے جو بیوی کے پیچھے خاموش چلا آئے دونوں نے عہد کر لیا کہ اب کبھی نہ الجھیں گے رسول کریم نے صاف طور پر ہدایت کر دی تھی کہ بیٹی قیامت کے روز یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تم کس کی بیٹی ہو اعمال پوچھے جائیں گے اس لئے عمل کرتی رہو اور انہی پر انحصار رکھو۔ ایک دفعہ باپ کے پاس گئیں اور عرض کی باباجان دیکھئے تو روٹیاں پکاتے اور چکیاں پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں ایک لونڈی مجھے بھی عنایت فرما دیجئے۔

رسول کریم نے صاف جواب دیدیا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اصحاب صفہ فاقہ زدگی کے عالم میں رہیں اور تمھیں دوں ان سے بچیگا تو تمھیں دوں گا ان کا انتظام مقدم ہے اس طرح رسول کریم نے یہ اچھی طرح واضح کر دیا تھا کہ محبت میں جائز و ناجائز کی تمیز ہی نہیں بلکہ آپ کو تمام مسلمانوں کا ایک سا خیال ہے اور عدل پروری ایک بہت بڑا اور بہت اہم فریضہ ہے۔ نیز اعمال سب سے بڑی چیز ہیں۔

باپ بیٹی کے مظاہر محبت

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ رسول کریم کو بیٹی کے ساتھ محبت نہ تھی دونوں میں والہانہ محبت تھی اور محبت کیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تو بیٹی کی عزت بھی کرتے تھے جب آپ سامنے آتیں تو وفور محبت میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب کبھی سفر کو جاتے تو سب سے آخر میں بیٹی کے گھر پہنچتے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے بیٹی کے گھر جا کر خیریت پوچھتے۔ روزانہ ایک دو دفعہ ضرور بیٹی کے گھر جاتے بیحد محبت تھی بیٹی کی ذرہ برابر تکلیف سے بیچین ہو جاتے تھے۔ کہیں آپ نے سنا کہ حضرت علیؓ دوسری شادی کرنے والے ہیں یہ سوچکر کہ اس سے لامحالہ لخت جگر کا دل دکھیگا۔ اسی وقت منبر پر کھڑے ہو کر ایک پرشور خطبہ دیا جس کے دوران میں فرمایا۔ لوگو! فاطمہؓ میری نور عین ہے جس سے اس کے دل کو تکلیف پہنچتی ہے اس سے میرے دل کو بھی لازماً تکلیف پہنچتی ہے اس کا تکلیف دینا مجھے تکلیف دینا ہے۔

حضرت حسنینؓ سے والہانہ محبت

حضرت علیؓ سمجھ گئے۔ بہت گھبرائے اور ارادہ توبہ کر لیا۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے بھی ایسی ہی محبت تھی یوں تو ہر ماں کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے لیکن حضرت فاطمہؓ کو خصوصی محبت تھی۔ گھر کے کام کاج سے جو وقت بچتا ان دونوں کی نگہداشت میں صرف کرتیں حتیٰ کہ چکیاں پیستے وقت بھی آغوش سے جدا نہ کرتیں زندگی میں شاید ہی انہیں ایک بار جھڑکا ہوگا ورنہ ہمیشہ محبت اور پیار ہی سے بات کرتی رہیں۔ غریب گھر تھا مگر ان کی صفائی کا خاص اہتمام رکھتیں ذرا کپڑے میلے ہوتے اور فوراً دھو کر پہناتے۔ جس بات کی ضد کی پوری کی۔ روزانہ سرمہ لگاتیں، نہلاتیں اور بالوں میں کنگھی کرتیں۔ عید بقرعید کو قرض نام کرکے ان کے لئے پوشاک بنواتیں۔ تربیت کا خاص خیال رکھتیں کبھی اتفاق سے بھی رونے کی آواز سن لیتیں تو بیقرار ہو جاتیں زندگی بھر کبھی ان کا منہ میلا نہ ہونے دیا۔ جب خواب میں رحلت کی بشارت سنی تو صبح ہی اٹھکر بچوں کے کام میں مصروف ہو گئیں حضرت علیؓ کے استفسار پر تمام واقعہ بتا کر کہا کہ حسنؓ حسینؓ کو نہلا دوں، بال دھو دوں کپڑے صاف کرا دوں۔

روٹی تیار کر دوں کہ میری موت کے غم میں انھیں کون کھانا کھلائیگا۔ نہلا دھلا کر انھیں روضہ اقدس پر بھیجا کہ اُن سے دعا کرائیں شوہر سے یہ بھی کہا کہ اب یہ واپس آئیں تو میرے پاس نہ آئیں کہ غم کریں گے۔ الگ بٹھا کر کھانا کھلا دینا وصیت کی کہ میرے ان جگر پاروں کا خیال رکھنا اور ان کی طرف سے تساہل نہ کرنا۔

جگر گوشہ رسول کی وفات

دنیا میں شاذ ہی باپ بیٹیوں میں اتنی محبت دیکھی گئی ہے جتنی رسول کریم اور حضرت خاتون جنت میں تھی باپ کی فراق کسی طرح نہ بھلایا ہو سکا آخری سانس تک ایک لمحہ کے لئے بھی نہ آنسو رکا رات دن اسی غم میں پڑی گھلتی رہیں کبھی ہنسی تو ایک طرف مسکراہٹ بھی چہرہ پر نہ آئی اور صرف چھ ماہ زندہ رہکر رہگزائے عالم بقا ہوئیں۔

وفات سے ایک روز پیشتر حضرت علیؓ جو گھر میں آئے تو دیکھا کہ کام میں بہت مصروف ہیں آٹا گندھا رکھا ہے کپڑے دھو رہی ہیں اور بال دھونے کیلئے سٹی علیحدہ رکھی ہے خوش ہو گئے اور فرمایا کہ اے چشم و چراغ رسول تمھیں تو دنیاوی امور سے کوئی سروکار ہی نہ تھا آج یہ غیر معمولی انہماک کیسا ہے کہا کہ رات باباجان کو خواب میں دیکھکر عرض کی تھی کہ اب مجھ سے فراق نہیں

سہا جاتا. دل و جگر کباب ہو چکے وعدہ کے مطابق مجھے اپنے پاس بلا لیجئے اور عذاب زندگی سے نجات دلائیے۔

بابا جان نے خوشخبری سنائی کہ کل ہی ان سے مل لو گی۔ اسی لئے میں بچوں کی سب کام کئے جاتی ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت علی پر رقت طاری ہو گئی کہ دونوں میاں بیوی میں عاشقانہ محبت ... تھی اور عسرت و ناداری میں بھی انہوں نے بڑی پر لطف اور محبت کی زندگی گذاری تھی۔ چار وصیتیں کیں مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف کر دینا۔ میرے بچوں کا پورا خیال رکھنا مجھے رات میں دفن کرنا کہ کسی نامحرم کی نظر نہ پڑے۔ میری زیارت کرتے رہنا بھول نہ جانا۔ پھر نہا کر دھو کر پاک و صاف کپڑے پہنے اور چادر اوڑھ کر حجرے میں رو بقبلہ لیٹ رہیں اور اس کے بعد مناجات و دعا میں مصروف ہو گئیں اور مغرب و عشا کے بعد رمضان ۱۱ھ میں رسول کریمؐ کی وفات سے چھ ماہ کے بعد انتقال کیا۔ حضرت حسنین بچے مگر نہ ایسے کہ ہوش ہی نہ ہو ابھی تک نانا جان کے الم مفارقت ہی کو نہ بھولے تھے کہ ماں کی مفارقت دائمی نے دل و جگر دونوں میں آگ لگا دی وہ حالت تھی کہ دیکھی نہ جاتی تھی غم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ یہ ضرور ہے کہ حضرت علی اس دوازدہ سالہ رفاقت کو نہ بھولے اور بچوں کی محبت و دلدہی میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا مگر مدت تک ان کے قلوب سے ماں کا صدمہ نہ گیا جب یاد آ جاتی تھی آنسو نکل پڑتے تھے اور بے چین ہو جاتے تھے۔

حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ

رسول اللہ پر والدینِ حضرت علیؓ کے احسانات

رسول اللہ کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔ نجیب الطرفین ہاشمی تھے باپ کا نام ابوطالب تھا اور ماں کا نام فاطمہ ابوتراب کنیت تھی۔ حیدر کرار اور اسد اللہ غالب لقب تھا آپ کا خاندان ہاشمی عرب بھر میں ایک امتیازی عظمت کا حامل رہا۔ رسول کریمؐ نے آپ ہی کے والد گرامی کے آغوش شفقت میں پرورش پائی اور ابوطالب جیسے محبت پاش چچا دنیا شاذ ہی پیدا کیا کرتی ہے جنھوں نے اس غریب اور یتیم و لسیر بھتیجے کو نہ صرف یہ کہ اولاد پر مقدم رکھا بلکہ اس کی خاطر بےشمار حوصلہ فرسا تکالیف کے مورد بنے رہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ابوطالب نے بظاہر اسلام قبول نہیں کیا تاہم انہوں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ کی جس طرح پرورش کی اور کفار مکہ کے مقابلہ میں جس استقلال و ثبات کیساتھ فرض حمایت انجام دیا اس کے پیش نظر تاریخ میں ان کا نام نامی ہمیشہ شکر و احسانمندی کے ساتھ لیا جائے گا۔ چچا اور چچی دونوں شفقت و کرم میں مشہور انام تھے۔

آپ کی والدہ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی فاطمہ بنت اسد بھی آپکے ساتھ اس شفقت و محبت کے ساتھ پیش آتی رہیں کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ چچا کے بعد میں اپنی نیک سیرت چچی کا سب سے زیادہ ممنون ہوں۔

حضرت علی رحمۃ للعالمین کی تربیت میں

ابوطالب کثیر العیال ہونے کی وجہ سے تنگی معاش کی بنا پر پریشان رہا کرتے تھے رحمۃ اللعالمین بھی اس سے بہت متاثر تھے چنانچہ حضرت عباسؓ کو بھی توجہ دلائی جب انہوں نے حضرت جعفر کی کفالت تو انہوں نے اپنے ذمے لے لی۔ اور رحمۃ اللعالمین نے حضرت علی کو اپنے لئے منتخب کر لیا۔ ابھی آپ دس ہی برس کے تھے کہ سرکار رسالت کے سر پر تاج نبوت جگمگانے لگا۔ دس برس ہی کی عمر میں آپنے اسلام قبول کر لیا۔ رسول کریمؐ کے ساتھ آپ خلوت و جلوت دونوں میں رہتے تھے اور آپکو اپنی آنکھوں سے آپ کے مباحث سننے آپکی عبادات دیکھنے۔ مشورے کی مجالس میں شریک ہونے تبلیغ و تعلیم کا ڈھنگ دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ رسول کریم وادی نخلہ اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں مصروف عبادات رہا کرتے تھے تین برس کی خفیہ تبلیغ و ارشاد کے بعد حکم الٰہی کے مطابق جب آپنے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جمع کر کے تبلیغ کی ہے تو دعوت کا انتظام بھی آپ ہی کے سپرد تھا اور چالیس شرکائے جلسہ میں سے صرف ایک آپ ہی نے کھڑے ہو کر اس مقصد جلیل میں دست و بازو بنے رہنے کا اعلان کیا آپ بار بار کھڑے ہو جاتے تھے۔ تیسری دفعہ جو کھڑے ہوئے تو فرمایا بیٹھ جاؤ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے اس وقت سن شریف صرف ۱۶ برس کا تھا۔

حضرت فاطمہؓ سے عقد

ہجرت کی ہے تو گھر گھرا ہوا تھا اپنی جگہ آپ ہی کو بستر پر لٹا کر عازم مدینہ ہوئے تیسرے روز آپ بھی ہجرت کر گئے اور جیسا کہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب سلسلہ مواخات قائم ہوا تو سرکار دو عالم نے آپ کو اپنا بھائی بنا لیا۔ تعمیر مسجد شروع ہوئی ہے تو آپ رجز پڑھتے جاتے تھے اور اینٹے گارا لا کر دیتے جاتے تھے۔ جنگ بدر میں ایک علم آپکے ہاتھ میں بھی تھا بدت جوش و خلوص کے ساتھ لڑے اپنے حریف مقابل کو ایک ہی وار میں تہ تیغ کر کے حضرت عبیدہؓ کی امداد کو جھپٹ کر پہنچگئے اور ان کے مقابل کو بھی قتل کر دیا عام جنگ جو شروع ہوئی تو اندر گھس گئے اور صفیں کی صفیں الٹ کر رکھدیں مال غنیمت میں آپ کو ایک اونٹ ایک زرہ ۱۵ اور ایک تلوار ملی۔ حضرت فاطمہؓ رسول کریم کی محبوب ترین بیٹی تھیں جن کے لئے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے پیغام تھے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پیغام فوراً منظور کیا۔ آپنے ۴۸۰ درہم میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ زرہ فروخت کر کے رقم بطور مہر آپ کے سامنے لا کر رکھدی۔

جس پر آپنے عطر و خوشبوئیں منگوا کر خود نکاح پڑھ دیا اور خیر و برکت کے لئے دونوں پر وضو کا پانی چھڑکا۔ اب تک آپ ساتھ ہی رہتے تھے نکاح کے بعد فرمایا کہ اب کوئی مکان کرایہ پر لیلو چنانچہ آپ اس جدید مکان ہی میں رخصت کر کے لیگئے اور اس وقت سے الگ رہنے لگے حضرت سیدہؓ کو جہیز میں ایک پلنگ ایک بستر دو چکیاں ایک چادر اور ایک مشکیزہ ملا۔ زندگی زاہدانہ و فقیرانہ تھی ایک قسم کی گھاس اذخر کی تجارت کرتے تھے مزدوری بھی کر لیا کرتے تھے۔ تنگی سے بسر ہوتی تھی۔ مہر ادا کرنے کے بعد جو رقم بچ گئی تھی اسی سے ولیمہ کر دیا۔ دعوت میں دستر خوان پر کھجوریں جو کی روٹیاں پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربہ تھا جس میں سادگی کا

نمایاں رنگ ہو چکا تھا۔ یہ ۳ھ کا واقعہ ہے۔

شجاعت و تہور

جنگ احد میں حضرت مصعبؓ کے شہید ہوتے ہی بڑھکر علم سنبھال لیا۔ ابو سعد بن ابی طلحہ علمبردار مشرکین نے مقابلہ کے لئے للکارا بیتاب ہو گئے۔ ایک ہی ہاتھ میں گر کر تڑپنے لگا۔ اور بدحواسی پر برہنہ ہو گیا رحم آگیا اور منہ پھیر کر زندہ چھوڑ کر واپس چلے آئے۔ جنگ کے بعد پہاڑ پر پہنچے وہاں آپ تو ڈھال بھر بھر کر پانی لاتے رہے اور حضرت فاطمہؓ نے زخم دھو کر چٹائی کی راکھ سے زخم بند کیا۔ ۴ھ میں مہم بنو نضیر میں آپ پیش پیش تھے علم آپ ہی کے ہاتھ میں تھا۔ غزوۂ خندق میں آپ نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ عمرو بن عبدود سواروں کے سردار نے کسی کو تنہا مقابلہ پر آنے کے لئے للکارا۔ آپ پہنچ گئے کہا میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا۔ فرمایا میں تو چاہتا ہوں۔ بہت شجاع سردار تھا۔ برہم ہو کر گھوڑے سے کود پڑا۔ لیکن کچھ دیر ہی کے بعد آپ نے اس کا پارسل جہنم کر دیا۔

مہم بنو قریظہ میں بھی علمبردار تھے۔ قلعہ پر قبضہ کر کے اسی کے صحن میں نماز عصر ادا کی۔ بنو سعد نے سرکشی کی تو آپ نے ایک سو سوار لیکر انہیں منتشر کر دیا اور پانچسو اونٹ دو ہزار بکریاں مال غنیمت میں لائے۔ صلح حدیبیہ ۶ھ میں کفار نے "رسول اللہ" لکھنے پر اعتراض کیا رسول کریم نے مٹا دینے کا حکم دیا فرمایا کہ خدا کی قسم مجھ سے تو نہ مٹایا جائے گا۔ رسول اللہ نے اپنے ہاتھ سے مٹایا۔ ۷ھ میں خیبر پر فوجکشی ہوئی۔ یہاں کے دو قلعے اتنے مستحکم تھے کہ تسخیر کا کوئی امکان ہی نہ تھا۔ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی کامیابی نہ ہوئی۔ آپ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں ان پر لعاب دہن لگا کر تسخیر کے لئے بھیجا۔ یہود کا معزز سردار مرحب رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھا۔ جھپٹ کر وار جو کرتے ہیں تو تہ میں ڈھیر ہو گیا اور اس کے فوراً بعد ہی بڑھکر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

فتح مکہ میں شریک تھے آپ ہی کندھوں پر چڑھکر کسی بت کو خانہ کعبہ سے گرانے کی سعی کی مگر بار رسالت برداشت نہ ہو سکا۔ اس کے بعد آپ نے حضور انہیں کندھوں پر چڑھا کر منہدم کرنے کا حکم دیا چنانچہ آپ نے تعمیل ارشاد کر کے بت توڑ دیا۔

غزوۂ حنین میں یہی نہیں کہ آپ پوری جگری کے ساتھ لڑے بلکہ اپنی غیر معمولی شجاعت سے لڑائی کو سنبھال لیا غنیم کے سپہ سالار کو کاٹ کر رکھدیا۔ یہ لڑائی بہت سخت لڑائی تھی مسلمانوں کو شکست ہو ہی چکی تھی مگر اللہ نے لاج رکھ لی۔ غرض آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔

اشاعت اسلام پر ماموری

مہم یمن میں حضرت خالد بن ولیدؓ چھ ماہ تک ناکام تبلیغ کر کے واپس ہوئے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وہاں پہنچتے ہی انقلاب برپا ہو گیا اور چند تقریروں میں یہ حالت تھی کہ اسلام زور و شور سے پھیلنے لگا اور یہاں کا سب سے بڑا قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا۔

حجۃ الوداع میں بھی یمن سے آکر آپ نے شرکت کی تھی غرض آپ کی تقریریں اور مواعظ بے پناہ ہوتے تھے اور اشاعت اسلام میں آپ نے بڑی خدمات کیں۔

رسول اللہ کی تیمارداری

ربیع الاول ۱۱ھ میں سرکار عالم بیمار ہوئے تو آپ پورے انہماک کے ساتھ تیمارداری میں مصروف ہو گئے۔ ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ بوقت دوپہر آفتاب رسالت غروب ہو گیا۔ غسل اور تجہیز و تکفین کی مراسم آپ ہی نے انجام دیں۔ ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک رسول اللہ سے زیادہ دنیا میں کوئی عزیز تر ہستی نہ تھی۔ انہی کے آغوش شفقت میں پل کر جوان ہوئے ساتھ ہی آپ نے دامادی کا شرف حاصل کیا ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کی اس لئے آپ کو اس رحلت سے شدید اور انتہائی صدمہ پہنچا۔

بیعت صدیقی میں توقف

حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت تمام اہل مدینہ نے کر لی لیکن آپ نے چھ ماہ توقف کیا۔ دوران مدت میں بالکل خانہ نشین رہے اور قرآن کریم کو یکجا کرنے میں وقت صرف کیا۔ حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد پہلے حضرت صدیق اکبر کے فضائل کا اعتراف کر کے بیعت کر لی۔ ضرور بنو ہاشم اس انتخاب کو اپنی حق تلفی سمجھتے رہے اور آپ نے بھی ضرور ایسا ہی سمجھا ہوگا لیکن نیتیں صاف تھیں جب آپ کو پورا اطمینان ہو گیا تو پھر اپنے اختلاف کو اچھا نہ سمجھکر خود ہی بیعت کر لی۔

فاروق اعظم سے دوستانہ تعلقات

حضرت فاروق اعظم آپ کے مشورہ کے بغیر مہمات امور میں کوئی قدم بھی نہ اٹھاتے تھے دونوں میں پوری یگانگت و محبت تھی۔ نہاوند کی جنگ میں سپہ سالار بناکر بھیجنا چاہا مگر آپ نے منظور نہ کیا۔ بیت المقدس میں تشریف لے گئے تو نائب خلافت آپ ہی کو بنا کر گئے۔ آپ کی لڑکی حضرت فاروق اعظم کے عقد میں آئیں تعلقات اور شیریں و مضبوط ہو گئے۔ حضرت فاروق اعظم نے آپ کے دونوں صاحبزادوں کے بیش قرار وظائف بھی مقرر کر دیئے جو پانچ پانچ ہزار درہم ماہانہ تھے حضرات حسنؓ و حسینؓ سے حضرت فاروق اعظم کو بیحد محبت تھی۔ پاس نہ آتے تو بےچین رہا کرتے۔ ان کی طفلانہ شوخیوں سے بہت خوش ہوتے۔

عہد عثمانی میں گرانمایہ خدمات

فتنہ و فساد کے زمانہ میں آپ حضرت عثمان کو مخلصانہ مشورہ دیتے رہے ایک دفعہ آپ نے صاف صاف کہدیا تھا کہ یہ بےچینی آپ کے عمال ہی کی بے اعتدالیوں کی ثمرۂ تلخ ہے۔ فرمایا میں نے تو انتخاب عمال میں فاروقی اصول کو ہی پیش نظر رکھا ہے پھر یہ بیزاری کیوں ہے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا ہاں یہ درست ہے۔ عمرؓ نے سب کی نکیل اپنے ہاتھ میں رکھی تھی اور گرفت اتنی سخت تھی کہ عرب کا سرکش سے سرکش اونٹ بلبلا اٹھتا تھا برخلاف ازیں آپ ضرورت سے زیادہ نرم ہیں۔ عمال آپ کی نرمی سے استفادہ کر کے من مانی کارروائیاں کرتے ہیں آپ کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ رعایا سمجھتی ہے کہ یہ سب کچھ دربار خلافت کے

احکام کے ماتحت ہو رہا ہے۔ اس طرح تمام بے اعتدالیوں کا ہدف آپ کو اور صرف آپ کو بننا پڑتا ہے۔

مصری وفد کو بھی آپ ہی نے درمیان میں پڑ کر واپس کیا۔ راستہ میں ایک غلام پروانہ قتل لئے جاتا پکڑا گیا وفد والے واپس لوٹ آئے اور آپ کو فرمان دکھا کر شکایت کی کہ آپ نے تو اصلاحات کا وعدہ کیا تھا اس کے بجائے یہ فرمان بھیجا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے انہوں نے بقسم لاعلمی ظاہر کی۔ سمجھ گئے کہ یہ مروان کا کام ہے اس لئے پھر نہ گئے اور نہ کسی معاملہ میں مداخلت کی۔ مگر جب آب و دانہ بند کئے جانے کی خبر سنی تو بیتاب ہو کر پھر گئے تو لوگوں کو سمجھایا کہ تمہارا یہ فعل اسلام تو اسلام انسانیت کے بھی خلاف ہے کفار بھی تو آب و دانہ بند نہیں کیا کرتے نہ ماننے پر وفور غضب میں عمامہ وہیں پھینک کر چلے آئے۔ تصور بھی نہ تھا کہ یہ محاصرہ شہادت پر منتج ہوگا تاہم احتیاطاً دروازہ پر حضرات حسنینؓ کو مامور کر دیا تھا خلاف توقع خبر شہادت کی سنکر دونوں بیٹوں کے منہ پر طمانچے مارے کہ تمہاری موجودگی میں یہ سانحہ ہو کیونکر گیا۔

جنگ جمل

۲۱ ذی الحجہ کو مہاجرین و انصار کے اصرار سے مجبور ہو کر بار عظیم خلافت کو اٹھا لیا حالانکہ آپ پہلے برابر انکار کر رہے تھے۔ سب سے پہلے آپ نے شہادت عثمانؓ کا مقدمہ کیا لیکن قاتلین کا پتہ نہ چل سکا اس کے بعد آپ نے تمام عمال عثمان کو معزول کر کے نئے عمال مقرر کئے۔ لیکن امیر معاویہؓ نے آپ کے مقرر کردہ عامل کو واپس لوٹنے پر مجبور کیا جس سے آپ کو علم ہو گیا کہ آپ کی خلافت جھگڑوں سے پاک نہیں۔ دوسرا جھگڑا یہ ہوا کہ حضرت عائشہ قاتلین سے قصاص لینے پر آمادہ ہو گئیں۔ کچھ دن بعد حضرات طلحہؓ و زبیرؓ بھی مدینہ منورہ کی پر آشوب حالت اور باغیوں کی شرارت سے مجبور ہو کر مکہ معظمہ پہنچ گئے اور خلیفہ مظلوم کے قصاص کی دعوت شروع ہو گئی۔

باغی مدینہ پر چھائے ... ہوئے آپ کے دست و بازو بنے ہوئے تھے اس طرح کہ اصلاً ان پر آپ کا بھی کوئی قابو نہ تھا حکومت کی مجبوریاں نگاہ عوام سے اوجھل رہتی ہیں قاتلین عثمان کا پتہ نہ چلنا عمال سابق یکقلم برخاست ہونا اور باغیوں کا آپ کی فوج میں شامل ہونا ایسی بدظنی کے لئے بہت کافی تھا اتنے میں معزول شدہ عمال اور دوسرے بنو امیہ بھی پہنچ گئے اور مکہ معظمہ میں قصاص کی ایک شور تحریک شروع ہو گئی اور حضرت عائشہؓ نے بڑھ کر بصرہ پر قبضہ کر لیا کون کس کی حمایت کرے دونوں طرف بلند پایہ ہستیاں تھیں مدینہ والے بمشکل ساتھ چلنے پر تیار ہوئے۔ بصرہ کے قریب جنگ جمل وقوع پذیر ہوئی جو دنیا کی ایک افسوسناک ترین جنگ تھی آپ برابر مصالحت کے لئے ساعی رہے مگر باغیوں کی فتنہ خیزی جنگ کا باعث بن ہی گئی۔ آخر وقت پر حضرات طلحہؓ و زبیرؓ نے اپنی غلطی محسوس کر کے علیحدگی اختیار کر لی مگر ان کی قیمتی جانیں ضائع ہو گئیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کامیابی ہوئی آپ نے حضرت عائشہؓ کو بڑے احترام کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا دیا۔

جنگ صفین کی انقلاب انگیزی

اس کے بعد آپ نے کوفہ کو دار الخلافہ بنا کر امیر معاویہؓ کو پیغام مصالحت دیا، جواب ملا کہ قاتلین عثمانؓ کو میرے حوالہ کر دو۔ فرمایا پہلے بیعت کر لو اس کے بعد باضابطہ مقدمہ دائر کر کے سراغ رسانی میں امداد کرو۔ اول تو بنو امیہ اور بنو ہاشم میں دیرینہ عداوت ہی تھی پھر بیس بائیس برس تک ولایت شام کے گورنر رہنے کی بنا پر ان کے دل میں استقلال و خود مختاری کی تمنا پیدا ہو گئی تھی انہیں مستقل والی رہنے دیا جاتا تو یقین تھا کہ وہ مقابلے پر نہ آتے۔ امیر معاویہ ایک بے مثل مدبر تھے جن کے ساتھ عمرو بن العاصؓ مغیرہ بن شعبہؓ اور زیاد جو عرب کے بہت بڑے سیاسی اور مدبر آدمی سمجھے جاتے تھے اور تمام بنو امیہ جا ملے صورت مصالحت پیدا نہیں ہو سکی میدان صفین ایک ہولناک جنگ ہو گئی گو آپ کی فوج نے سرکشی دکھائی مگر مادر گیتی نے آپ جیسے شجاع فرزند شاید ہی کبھی پیدا کئے ہیں، آپ اپنے دونوں چشم و چراغ حضرات حسنؓ و حسینؓ کو لیکر شامیوں پر شیرانہ صولت کے ساتھ جھپٹے ہیں تو صفیں کی صفیں الٹ کر رکھدیں۔

امیر معاویہؓ اور ان کے کم و بیش ایک لاکھ لشکر کی تباہی میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی کہ حضرت عمرو بن العاص نے علوی لشکر کی بے راہ روی ذہنیت محسوس کر کے وہ چال چلی کہ جیتنے والے ہار گئے اور ہارنے والے جیت گئے قرآن شریف نیزوں پر بلند کر دیئے گئے جسکے ساتھ ہی علوی لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سمجھانے کے باوجود کوئی نہ سمجھا صاف کہدیا کہ جنگ نہیں روکتے تو ہم آپ کا خاتمہ کر دیں گے چنانچہ التوائے جنگ ہو کر فیصلہ ثالثی پر چھوڑ دیا گیا۔

خوارج کی فتنہ خیزی اور کوفیوں کی کج بحثی

ثالثی سے مقصد مصالحت تو تھا نہیں حریف کو شکست دینا منظور تھا اس میں بھی چال چلی گئی دونوں پنچ متفق نہ ہوئے اور پہلی صورت بحال رہی البتہ خوارج کا نیا فتنہ کھڑا ہو گیا جن لوگوں نے ایک نہ مانی تھی اور بزور جنگ رکوائی تھی وہی کہنے لگے کہ اب پھر لڑو اور اللہ کے کاموں میں ثالثی تسلیم نہ کرو، آپ نے فرمایا میں تو پہلے ہی سمجھاتا رہا تھا اب وعدہ کر کے اس کے خلاف نہ کروں گا۔ آپ نے انہیں بہت سمجھایا نہ مانے تو فوجکشی کر کے ان کا استیصال کیا۔ امیر معاویہؓ زور اور تدبیر دونوں سے کام لے رہے تھے۔ انہوں نے بزور تدبیر مصر پر بھی قبضہ کر لیا اور علوی مقبوضات میں برابر جھگڑے اور بد امنی پھیلاتے رہے تمام صوبوں میں شورشیں برپا ہونے لگیں آپ نے سب کو فرو کیا۔ آپ نے دوبارہ امیر معاویہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا بڑی معرکہ الآرا تقریر کی جس پر ہر طرف سے صدا ہائے لبیک اٹھیں۔ لیکن کوچ کا وقت آیا تو میدان اجتماع میں صرف تین سو آدمی پائے گئے۔ آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ حجر بن عدی اور سعید بن قیس ہمدانی نے کہا کہ امیر المومنین یہ لوگ تشدد کے

بغیر تشدد کے راہ پر نہ آئینگے۔ عام منادی کرا دیجئے کہ ہر شخص کو بلا استثناء شریک جنگ ہونا پڑے گا اور جو تساہل و اعراض کریگا اُسے شدید ترین سزا دی جائے گی گو نہ والے واقعی تلوار کے دوست اور لاتوں کے بھوت تھے یہ منادی جو ہوئی گھبرا اٹھے ڈر گئے سمجھے کہ امیر المومنین کا رخ بدل گیا ہے اب سرکشی و ضد میں خیر نہیں ہر طرف سے لوگ جوق در جوق آنے لگے اس مرتبہ آپ یقیناً امیر معاویہؓ کو مغلوب کر لیتے مگر تیاریاں مکمل ہونے سے پیشتر آپ ابن ملجم خارجی کی زہر آلود تلوار سے شہید ہو گئے۔

سیاسی ناکامی کے وجوہ

یہ ضرور ہے کہ آپ کی بیجا لہ خلافت کا دور فتنہ و فساد میں گذر گیا اور سیاسی اعتبار سے آپ ناکام رہے اس کی وجہ نااہلیت نہ تھی اول تو آپکو زمانہ ہی بہت پرآشوب ملا تھا۔ دوسرے یہ کہ آپ جس زہد و اتقا اور امانت و عدل کے ساتھ حکمرانی کرنا چاہتے تھے اس کے لئے لوگوں کے قلوب میں تغیر حالات کی وجہ سے صلاحیت باقی نہ رہ گئی تھی۔ ایک طرف آپ تو ہر شخص سے ایک ایک خر مہرہ کا حساب مانگتے تھے اور دوسری طرف امیر معاویہؓ زر و جواہر لٹا رہے تھے۔ آپ کو جو لشکر ملا تھا وہ بھی نہایت سرکش تھا آپکا کہنا ہی نہ سنتا تھا آپ غیر معمولی سختی کرنا نہ چاہتے تھے اور یہ لوگ سختی کے بغیر ماننے والے نہ تھے پھر صدہا غلط فہمیوں کے مورد بنے ہوئے تھے۔ بنو امیہ و بنو ہاشم کی دیرینہ رقابتیں بھی پوری شدت کے ساتھ ابھر آئی تھیں ان دشوار اور پرپیچ حالات میں آپ نے جس عدیم النظیر تحمل و سلامت روی اور ثبات و استقلال کا مظاہرہ کیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ آپ کی جگہ اور کوئی ہوتا تو ان حالات میں پانچ سال کیا پانچ دن بھی خلیفہ نہ رہ سکتا تھا۔ مجبور ہو کر اور یہ سمجھکر کہ یہ تلوار کے بغیر ماننے والے ہی نہیں آپنے تلوار میان سے باہر نکال لی تھی اور عام بھرتی کے احکام صادر کر دیئے تھے وہ ضرور کامیاب ہو جاتے مگر موت نے فرصت نہ دی اور آپ نے رحلت فرمائی۔

نظم و نسق ملک

زمانہ کی اس پرآشوبی اور لڑائیوں کے اس تسلسل میں بھی آپ نظم و نسق ملک کی طرف سے غافل نہ رہے۔ تقرر عمال میں خاص احتیاط برتتے ان کے طرز عمل کی تحقیقات کراتے رہتے اور لغزش پر خود اس شدت سے بازپرس کرتے کہ بعض تو خائف ہو کر بھاگ جاتے چنانچہ حضرات مصقلہ اور خود حضرت عبداللہؓ بن عباس رضؓ عاملان اردشیر اور بصرہ سے اس سختی کے ساتھ محاسبہ کیا کہ انہیں عہادہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جانا پڑا۔ محاصل ملکی کے وصول کرنے میں بھی نہایت سخت تھے مگر ان کی فلاح و بہبود کا بھی پورا خیال رکھتے تھے اور نادار و نال اور غریبوں کو معاف کر دیتے تھے جنگلات کا بھی پورا انتظام کیا تھا ملک بھر میں کثرت سے فوجی چوکیاں مقرر کیں بڑے بڑے مستحکم قلعے بنوائے فرات کا پل تعمیر کرایا۔

غربا و مساکین سے سلوک

غربا و مساکین کے لئے بیت المال کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے اور مستحقین کو نہایت فیاضی سے دیتے تھے۔ ذمیوں کے ساتھ بھی شفقت آمیز سلوک روا رکھتے تھے۔ ایران میں مخفی سازشوں کا ایک جال بچھا ہوا تھا بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں مگر آپنے ان کے ساتھ وہ تلطف آمیز سلوک کیا کہ خود ہی کہا کرتے تھے کہ نوشیرواں کی یاد تازہ کر دی ہے۔

بعض غیر معمولی سزائیں تجویز کی تھیں۔ ایک شخص نے رمضان میں شراب پی تو آپنے اسی کوڑوں کے بجائے ۱۰۰ کوڑے لگوائے کہ رمضان کی بے حرمتی ہوئی۔

ملت کی اخلاقی نگرانی

آپ نے ملت کی اخلاقی نگرانی کا بھی خیال نہایت سختی کے ساتھ رکھا اور شراب نوشی کی سزا پر ۸۰ کوڑے لگواتے تھے۔ عورتوں کے متعلق حکم تھا کہ انکا تمام جسم کپڑے سے ڈھک کر کوڑے ماریں۔ رجم کی صورت میں عورت کو ناف تک زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا۔ اقرار جرم کی حالت میں ایک دفعہ کے اقرار کو ضروری نہ سمجھتے تھے چنانچہ جب ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر چوری کا اقرار کر لیا تو آپنے غضب آلود نگاہوں سے دیکھکر واپس کر دیا دوبارہ اقرار پر ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیتے تھے۔

جن عورتوں کو حرام کا حمل ہوتا تھا حد جاری کرنے کے لئے وضع حمل کا انتظار کیا جاتا تھا تمام قیدیوں کو بیت المال ہی سے کھانا ملتا تھا مگر جو لوگ اپنے فسق و فجور کے باعث نظر بند ہوتے تھے اور مالدار بھی ہوتے تھے تو ان کے اپنے مال سے ان کے خورد و نوش کا بند و بست کر دیا جاتا تھا۔ جو لوگ غلو کر کے آپ کو خدا کہنے لگے تھے اور جو خارجی آپ کو اور مسلمانوں کو کافر کہتے تھے ان کی پوری سرکوبی کی۔ اور ایران و آرمینیا کے جو نو مسلم مرتد ہو گئے تھے انہیں بھی سخت سزائیں دیں۔

علمی فضل و کمال

آپ کو خدمت نبوی میں رہنے کا بہت زیادہ موقع ملا تھا دن رات میں دو مرتبہ معمولاً حاضر ہوتے تھے۔ سفر میں بھی ساتھ ہی رہتے تھے۔ شادی کے وقت تک تو ایک ہی گھر میں رہے۔ اسی تقرب و اختصاص کی بنا پر رسول کریم خود قرآن کریم کی تعلیم دیتے اور آیتوں کی تفسیر کرتے نوشت و خواند میں پورا ملکہ حاصل تھا کاتب وحی بھی رہے تھے رسول کریم کی طرف سے جو مکاتیب و فرامین لکھے جاتے تھے ان میں کافی مقدار ایسے مکاتیب کی تھی جو آپکے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے پورا قرآن حفظ تھا اس طرح کہ ہر آیت کے معنے اور شان نزول سے واقف تھے آپ کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں تھا۔ آپسے بکثرت روایات اور آیات کی تفاسیر منقول ہیں۔

قرآن سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا علم ناسخ و منسوخ میں بھی کمال پیدا کیا تھا۔ تیس برس کامل رفاقت میں رہے اسلئے حضرت صدیق اکبر کو چھوڑ کر آپ سے زیادہ آپکی احادیث و ارشادات کا امین اور کون ہو سکتا تھا۔ پھر بعد کو بھی تیس برس ہی مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ بکثرت احادیث مستحضر تھیں مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو بیک نظر حل کر دیتے تھے۔ اسی بنا پر رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ اسی بنا پر عہد رسالت میں یمن کے قاضی مقرر کئے گئے۔ آپنے بڑے بڑے پیچیدہ مقدمات سرعت سے طے کئے۔ علم تصوف میں بھی آپ کو تبحر حاصل تھا۔ دنیا میں اس وقت جتنے بڑے بڑے

سلیقے ہیں وہ قریب قریب سب کے سب آپ ہی جا کر ختم ہوتے ہیں۔

فصاحت و بلاغت اور شاعری

فصاحت و بلاغت اور خطابت و بیان کا خداداد ملکہ حاصل تھا۔ جب تقریر کرتے تھے ہلچل ڈال دیتے تھے۔ نہج البلاغہ میں آپ کے خطبات تمام و کمال درج ہیں۔ آپ کا دیوان تو کوئی نہیں مگر شاعری میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ علم نجوم کی بنیاد آپ ہی نے رکھی تھی۔

زہد و امانت

زمانہ طفولیت ہی سے رسول اللہ کی خدمت میں رہے اس لئے آپ حسن اخلاق و تربیت کا نمونہ تھے کبھی آپ کی پیشانی غیر اللہ کے سامنے خم نہیں ہوئی نہ زبان کسی کلمہ کفر و شرک سے آلودہ ہوئی نہ کبھی شراب کو منہ لگایا۔

امانت و دیانت میں مشہور تھے۔ بیت المال کی بہت حفاظت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کہیں سے نارنگیاں آئیں حضرات حسنین نے ایک ایک نارنگی اٹھالی آپ نے چھین کر لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ مال غنیمت قرعہ ڈال ڈالکر برابر تقسیم کرتے نہایت سادہ مزاج تھے زاہدانہ زندگی تھی دنیا کے چند روزہ عیش اور جھوٹی نمائش کو ہمیشہ بنظر تحقیر دیکھتے رہے۔ کوفہ آئے تو دار الامارۃ کے بجائے میدان میں فروکش ہوئے اور فرمایا عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ ازابتدا تا انتہا زندگی کا عنوان زاہدانہ رہا گھر میں وہی سامان تھا جو حضرت فاطمہؓ جہیز میں لائی تھیں۔

تنگی معاش کا یہ عالم تھا کہ ہفتوں گھر سے دھواں نہیں اٹھتا تھا۔ بھوک کی شدت ہوتی پر شکم سے پتھر باندھ لیتے اوراوڑھنے کو گھر میں اتنی مختصر ایک چادر تھی کہ سر چھپاتے تو پاؤں برہنہ رہتے اور پاؤں چھپاتے تو سر کھل جاتا۔ حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے گھٹے پڑ گئے تھے ایکدفعہ شدت کی بھوک لگی ہوئی تھی گھر سے مزدوری کو نکلے پانی سینچنے کی مزدوری ملی ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے کچھ کھجوریں اُجرت میں ملیں تو تنہا کس طرح کھائیں لیکر دربار نبوت میں پہنچے اور دونوں نے ساتھ کھائیں۔ دنیائے اسلام کے خلیفہ منتخب ہو جانے پر بھی زہد و سادگی کا یہی عالم رہا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے جو ایک دفعہ شریک طعام تھے پوچھا کہ آپ کو پرندوں کے گوشت کا شوق نہیں فرمایا مسلمانوں کے مال سے خلیفہ کو صرف دو پیالوں کا حق ہے ایک سے آپ ہی کھائے اور اہل و عیال کو بھی کھلائے اور دوسرا خلق کے سامنے پیش کرے۔

ہر مسلمان کا گھر زر و جواہر سے لبریز تھا اور دنیائے اسلام کا یہ فرمانروائے اعظم ایک معمولی غریب آدمی کی طرح زندگی بسر کر رہا تھا فاقے بھی ہو جاتے تھے۔ یہ شان تھی اسلامی خلافت کی۔

جذبہ خدمت خلق

دولت دنیوی سے کسی زمانہ میں بھی متمتع نہ ہوئے پھر بھی کبھی ایسا نہ ہوا کہ کبھی کوئی سائل دروازہ سے محروم گیا ہو۔ انتہا یہ تھی کہ کوئی حاجت مند دروازہ پر آجاتا تو قوت لایموت بلی اٹھا کر اسے دیدیتے۔ ایک مرتبہ رات بھر ایک باغ سینچکر کچھ مزدوری ملی جو جو تھے صبح کو ایک ثلث پسوا کر حریرہ پکوانے کا انتظام کیا۔ تیار ہوتے ہی ایک مسکین نے صدا دی سب اٹھا کر اسے دیدیا پھر دوسرا ثلث پکوایا تو ایک مسکین یتیم آگیا وہ گیا تیسرا حصہ وہ ایک مشرک قیدی کی نظر ہو گیا تاب رات بھر کی مشقت کے باوجود دن بھر بھوکے رہے۔ اللہ تعالے کو بھی یہ ادا بھا گئی اور یہ آیت نازل ہوئی ویطعمون الطعام علے حبہ مسکینا ویتیما واسیرا

ایک یہ دور تھا اور ایک یہ زمانہ ہے کہ انفرادی سوال کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی جاتی اور بے آرام و عیش میں کسی کی تکلیف و اذیت کی طرف نظر ہی نہیں اٹھتی۔ حالانکہ بہترین تقویٰ خلق خدا کی خدمت ہی ہے۔

سادگی و تواضع

مزاج میں انتہائی سادگی اور بے تکلفی تھی۔ کبھی بے پروائی کے ساتھ فرش خاک پر لیٹ رہتے۔ ایک دفعہ رسول کریم تلاش میں نکلے دیکھا کہ مسجد کے اندر زمین پر پڑے ہیں اور نیچے سے چادر بھی سرک گئی ہے اور جسم انور گرد و غبار میں کندن کی طرح چمک رہا ہے تاجدار دو عالم کو یہ سادگی اس درجہ پسند آئی کہ خود دست مبارک سے جسم کو صاف کر کے فرمایا اجلس یا ابا تراب مٹی والے اب اٹھ بیٹھ۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اس کنیت کو بہت محبوب سمجھتے تھے اور کوئی اس سے مخاطب کرتا تو تبسم کی لہر دوڑ جاتی کسی کام میں بھی عار نہ تھا لوگ مسائل پوچھنے آتے تو کبھی زمین کھودتے ملتے کبھی جوتا گانٹھتے ہوتے اور کبھی اونٹ چراتے ملتے ایام خلافت میں تو پوری دنیائے اسلام کے فرمانروائے اعظم تھے لیکن اس وقت بھی مزاج کا یہی عالم رہا۔ ہمیشہ اونچے دامن اور چھوٹی آستین کا کرتہ اور معمولی کپڑے کا تہمد باندھے کردروں جانوں کا یہ تنہا مالک بازاروں میں گشت کرتا پھرتا نظر آتا کسی کو پیچھے نہ چلنے دیتے فرماتے اس میں والی کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت ہے اللہ اللہ یہ تھے ہمارے اسلاف کرام ایک وہ تھے جو شاہی میں گدائی کر گئے اور خود نمائی و خود پرستی کو بنظر تحقیر دیکھتے رہے اور ایک ہم ہیں کہ فقیری میں شاہ بنے پھرتے ہیں اور غرور میں اپنے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔

شجاعت و تہور اور اعداء نوازی

شرم و حیا کے پیکر جلیل تھے شجاعت و بسالت میں تو آپ فی الواقع اسد اللہ الغالب تھے اپنا نظیر ہی نہ رکھتے تھے دشمن نام سنکر لرز اٹھتے تھے تمام غزوات میں شریک رہے۔ ولید شیبہ طلحہ بن ابی طلحہ عمرو بن عبدود جیسے مشہور بہادران عرب آپ ہی کی شمشیر برّاں کی نذر ہوئے۔ تمام عرب میں آپ کی شجاعت و تہور کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی امیر معاویہ کے تہدار لشکر کی صفیں الٹنے والے آپ ہی تھے۔

خوارج کتنے سرفروش اور جگر والے تھے ان میں انھیں نیست و نابود کر کے رکھدیا بڑے بڑے شجاعان عرب آپکے سامنے پڑنے سے جی چراتے تھے اور جو پڑ گیا جان سلامت لیکر واپس نہ گیا۔ آپنے دشمنوں کے ساتھ جو سلوک کئے وہ دوست بھی دوست کے ساتھ کم ہی کرتے ہیں جنگ کے بعد عداوت کو بالکل ہی بھول جاتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ ہو کر جو لوگ آپ سے لڑے تھے اور زخمی ہوئے تھے اُن سے آپنے کوئی تعرض نہیں کیا اور عام منادی کرادی کہ جو ہتھیار ڈالدے اس کو امان ہے۔ زخمیوں پر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے کسی کا مال لوٹا نہ جائے

حضرت عائشہؓ حریف تھیں اونٹ زخمی ہو کر گرا ہے تو خود بڑھ کر خیریت پوچھی اور بڑے احترام کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ حضرت زبیرؓ بھی حریف فوج کے تھے لیکن جب ان کا قاتل ابن جرموز سر اور تلوار لیکر سامنے آیا تو آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا فرزند صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دو ساتھ ہی ان کی عظمت و بزرگی کو بھی سراہا۔

حضرت طلحہؓ کے فرزند حضرت محمدؒ کی لاش دیکھی تو بہت افسوس کیا اور آہ سرد بھر کر فرمایا۔ "اے قریش کے باز۔" جنگ صفین میں حضرت عمرو بن العاصؓ تمہیں مقابلہ پر آگئے بہت بڑے ہوشمند و مدبر تھے سمجھ گئے کہ اب بچنا محال ہے۔ خود کو گھوڑے سے گرا دیا بد حواسی میں برہنہ ہوگئے یہ دیکھکر آپنے منہ پھیر لیا اور واپس ہوگئے۔ اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتا ہے کہ اپنے سب سے بڑے قاتل اور دشمن کے متعلق یہ وصیت کی کہ اس سے بالکل معمولی طور پر قصاص لینا جب وہ آپکے سامنے لایا گیا تو فرمایا:۔ "اسے اچھا کھانا کھلاؤ۔ نرم بستر پر سلاؤ۔ اگر زندہ بچ گیا تو مجھے معاف کرنے یا قصاص لینے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر میں مرگیا تو اس کو مجھ سے ملا دینا خدا کے یہاں میں اس سے جھگڑ لوں گا۔ تم اس کے ہاتھ پاؤں اور ناک کان نہ کاٹنا اور اسے عذاب نہ دینا۔ کیوں نہ ہو نفسانیت تو باقی رہی ہی نہ تھی

تدبر و اصابت رائے اس زمانہ کے تھوڑے نہیں بہت سے پڑھے لکھے آپ کو آپ کی خلافت کی ناکامی کی بنا پر مدبر نہیں سمجھتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی اصابت رائے اور تدبر کے بڑے بڑے مشاہیر عرب معترف تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک موقعہ پر علانیہ کہا تھا کہ "اگر علی نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوجاتا۔" رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور بعد کے تمام خلفاء خصوصیت کے ساتھ آپسے مشورہ لیتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے رہے!

حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظمؓ نے مہاجرین و انصار کی جو مخصوص مجلس شوریٰ قائم کی تھیں آپ اُن کے رکن رکین تھے معرکہ نہاوند کے موقعہ پر تمام صحابہ کرامؓ سے استصواب کیا گیا۔ نازک وقت تھا حضرات طلحہؓ و عثمانؓ لوگوں نے سپہ سالار بنکر خود نکلنے کی رائے دی اور کہا کہ شام و یمن کی فوجیں بھی بلا لیجائیں۔ لیکن آپنے فرمایا کہ شام سے فوجیں ہٹیں اور دشمنان دین وہاں قابض ہوئے۔ آپ نے مدینہ منورہ چھوڑا اور قیامت برپا ہوئی۔ البتہ ہر جگہ سے تہائی تہائی فوجیں منگوا کر ادھر بھیجدیں۔ چنانچہ اسی پر عمل ہوا۔ حضرت عثمان غنیؓ بھی تمام امور میں آپ سے برابر مشورے لیتے رہے لیکن مروان کی دراندازیوں سے اُن پر عمل نہ کیا گیا یا بہت ہی کم کیا گیا۔ اسی لئے فتنہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ آپ کا تدبر حضرات امیر معاویہؓ عمرو بن العاص یا زیاد ابن سمیہ اور مغیرہ بن شعبہؓ جیسا نہ تھا۔ آپ فریب و مکر کو خواہ وہ جنگ کے موقعہ ہی پر کیوں نہ ہو برا سمجھتے تھے اور نہ روپیہ سے کسی کو ساتھ ملاتے تھے۔ امیر معاویہ آپکے حریف تھے لیکن وہ بھی آپ کی عظمت و بزرگی کے معترف تھے۔

حضرت ضرار اسدی نے جب ایک موقعہ پر بے خوف لومۃ لائم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل بیان کئے تو امیر معاویہؓ رو پڑے اور کہا خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ آخر میں عمرو بن العاصؓ بھی ان گستاخیوں پر جو حضرت علیؓ کے خلاف اُن سے سرزد ہوئی تھیں بہت بیقرار تھے اور توبہ کرتے تھے یہی امیر معاویہؓ نے کیا۔

طاعات و عبادات حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زمانہ طفولیت سے رسول کریمؐ کے ساتھ رہنا شروع کیا تھا آنکھ کھولتے ہی عبادت شروع کردی تھی بلوغ سے پیشتر ہی سے رب قدیر کے سامنے جھکنے لگے تھے بارہ سال کی عمر سے جو عبادت شروع کی ہے تو آخری سانس تک والہانہ مصروف رہے۔ زہیر بن قرشی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی ہاشمی کو ان سے زیادہ عبادت گزار نہیں دیکھا حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ وہ بڑے روزہ دار اور عبادت گزار تھے۔ سب سے اہم تر امر یہ ہے کہ باطنی علوم میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت عطا کی تھی اور خرقہ پہنایا تھا

للہیت و خدا ترسی آپ کے تمام حرکات و سکنات للہیت کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے بیت المال میں اتنا ہی رکھتے تھے جو دس روز میں تقسیم ہو سکے اور کہتے تھے "اے دنیا میرے سوا کسی اور کو دھوکا دے۔ . . . . ." اپنے یا اپنے اعزا کے لئے کوئی چیز مال غنیمت میں سے انتخاب نہ کرتے تھے۔ صرف متدین لوگوں کو حاکم مقرر کرتے تھے جب کسی کے متعلق خیانت کا شبہ ہوتا تو ایک طرف تو اُسے متنبہ کرتے اور دوسری طرف خود آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہتے کہ "خداوندا تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو تیری مخلوق پر ظلم کرنے اور تیرے حق کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیا۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ بیت المال پورا کا پورا تقسیم کرکے جھاڑو دیکر نماز پڑھی تاکہ وہ قیامت کے دن شہادت دے۔ اصفہان کے مال میں ایک روٹی بھی نکلی آپ نے اسکے بھی سات ٹکڑے کرکے بذریعہ قرعہ تقسیم کردیے۔

پر لطف خانگی زندگی زندگی عسرت کے ساتھ بسر ہوتی تھی گھر میں تنگی رہتی تھی سپاہیانہ زندگی رکھتے اور شادی کے وقت تک رسول اللہ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے پاس کوئی چیز نہ تھا کچھ روز اذخر کی تجارت کی لیکن جب آپ کا اونٹ حضرت حمزہؓ ذبح کرلیا تو یہ بھی چھوٹ گئی اب صرف محنت مزدوری اور مال غنیمت . . . . پر گذارہ رہگیا۔ فتح خیبر پر رسول اللہ نے ایک قطعہ زمین بطور جاگیر عطا کی تھی اس کے بعد حضرت فاروق اعظم نے باغ فدک کا انتظام بھی آپ کے حوالہ کردیا اور دیگر صحابہ کرام کی طرح پانچ ہزار درہم یعنی ایک ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کردیا۔ اپنی خلافت کے آغاز کے وقت تک جاری رہا۔ خود خلیفہ ہوئے تو بیت المال سے بقدر کفاف روزینہ مقرر ہوگیا اسی پر قانع رہے۔ فیاض اتنے تھے کہ جو ملتا تھا وہ بھی چند ہی روز میں صرف ہوجاتا۔ یہ ضرور تھا کہ عہد خلافت فاروقی و عثمانی میں مال غنیمت کے کثرت سے پہنچ جانے کے باعث آپ کی مالی حالت اچھی ہوگئی تھی۔ مسند احمد بن حنبلؒ کی ایک روایت کے مطابق چالیس ہزار سالانہ زکوٰۃ دیا کرتے تھے مگر داد و دہش اور سادگی پسندی نے ہمیشہ فقر و فاقہ ہی کا رنگ قائم رکھا۔

حقیقی عسرت عہد صدیقی کے ساتھ ختم ہوگئی تھی۔
کبھی کبھی گھر میں رنجش بھی ہو جاتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں پڑ کر صفائی کرا دیتے تھے تاہم آپ کو بیحد محبت تھی۔ رسول اللہ کے وصال کا صدمہ حضرت فاطمہؓ کو اتنا زیادہ تھا کہ چھ ماہ تک پژمردہ ہی رہیں آپ اس مدت میں برابر ان کی دلدہی میں مصروف رہے۔ ان کے وصال کے بعد متعدد شادیاں کیں اور سب کے ساتھ لطف و محبت سے بسر کرتے رہے۔

حضرت حسینؓ سے عاشقانہ محبت

آپ نے زندگی میں نو شادیاں کیں ان کے علاوہ متعدد کنیزیں بھی تھیں جن سے چودہ بیٹے اور سترہ بیٹیاں ہوئیں یوں تو آپ کو اپنی تمام اولاد سے محبت تھی مگر بیٹوں میں حضرت حسنؓ، حسینؓ اور محمد بن حنیفہؓ سے جو خولہ بنت جعفر سے تھے خصوصیت کے ساتھ عاشقانہ محبت تھی اول الذکر دونوں صاحبزادے آپ کی سب سے بڑی اور محبوب اولاد ہونے کے علاوہ رسول کریمؐ کے نواسے تھے اور فطرتاً نہایت ذہین تھے۔ رسول اللہ بالکل اولاد کی طرح ان سے محبت کرتے تھے اسلئے آپ کو بھی ان سے عاشقانہ محبت تھی ان کی ذرہ برابر تکلیف سے بیقرار ہو جاتے تھے خود ہی دونوں کو تعلیم دی اور خاص اہتمام کے ساتھ دی اتنے اہتمام سے کہ انھیں فاضل روزگار بنا دیا۔ ان کے بعد محمد بن حنیفہؓ کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہات مرکوز کیں اس سے بھی اہم تر یہ کہ انھیں آپ نے باطنی تعلیم میں کامل کر دیا۔

دونوں مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے یہ آپ ہی کی فیض تربیت کا ثمرہ تھا کہ اپنے عہد میں دونوں علم و فضل اور سیرت و اخلاق میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور بہت بزرگ ہستیاں سمجھے جاتے تھے۔ فوجی معرکوں میں بھی انھیں ساتھ رکھا اور علمی فوجی تعلیم سے سرفراز کیا۔ دونوں میں آپ کے جوہر ذاتی بدرجہ اتم موجود تھے اور سرآمد روزگار سمجھے جاتے۔ ایک دفعہ کہیں سے نارنگیاں آئیں دونوں نے ایک ایک اٹھالی آپ نے چھین لیں فرمایا بیٹا مسلمانوں کا حق سمجھا امانت دار بنو اور اپنی ذات کو کبھی ان پر مقدم نہ سمجھو واقعہ بہت معمولی تھا مگر اس سے ان دونوں بزرگوں کی زندگیوں میں بڑا انقلاب پیدا ہو گیا اور امانت و عق ثرد ہی ان کی سیرت کا جزو بن گئی۔

غذا و لباس

ہم واضح کر چکے ہیں کہ عہد فاروقی سے آپ کی مالی حالت میں بڑا انقلاب پیدا ہو گیا تھا لیکن داد و دہش کبھی ایک پیسہ پاس نہ چھوڑتی تھی زاہدانہ اور فقیرانہ عنوان سے زندگی بسر کرتے تھے اور معاشرت نہایت سادہ تھی۔
کھانا بالعموم بہت روکھا پھیکا ہوتا تھا۔ لباس کا بھی یہی عنوان تھا کرتہ اونچا پہنتے تھے جس کی آستینیں چھوٹی ہوتی تھیں تہمد بھی نصف ساق تک کا پہنتے تھے کبھی صرف ایک تہمد اور ایک چادر ہی پر قناعت کرتے تھے اسی لباس میں درہ ہاتھ میں لئے بازار میں تنہا گشت کرتے پھرتے تھے اکثر اس لباس میں بھی پیوند ہوتا تھا فرماتے تھے اس سے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے۔ عمامہ بہت پسند تھا فرمایا کرتے تھے کہ عمامے عرب کا تاج ہیں کبھی کبھی سفید ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ بہت خوبصورت بزرگ تھے۔
غرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ زندگی تھی پوری زندگی زہد و طاعت میں گذر گئی کہ خلیفہ و مرشد بھی تھے اور ادنیٰ ادا ذرہ بھی نہ تھے۔

حضرت حسنؓ

سرکار دو عالم کی شفقت

حضرت حسنؓ کی کنیت ابو محمد لقب شبیہ رسولؐ اور خطاب ریحانۃ النبی تھا۔ ۳ھ میں کتم عدم سے بزم وجود پر جلوہ افروز ہوئے۔ رسول کریمؐ سنتے ہی تشریف لائے اور دیکھکر بہت خوش ہوئے جتنی محبت رسول کریمؐ کو آپکے ساتھ تھی اتنی محبت کے بہت کم مناظر چشم فلک نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہوں گے۔ بڑے ناز و نعم سے پرورش کی کبھی آغوش میں لئے ہوئے ہیں اور کبھی دوش پر سوار کرائے چلے آ رہے ہیں۔ ادنیٰ سی تکلیف پر بیقرار ہو جاتے تھے دیکھے بغیر چین ہی نہ پڑتا تھا۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی آپ سے بیحد مانوس تھے کبھی رکوع میں ٹانگوں کے درمیان گھس جاتے تھے کبھی نماز کی حالت میں پشت مبارک پر چڑھ کر لیٹ جاتے تھے طرح طرح کی شوخیاں کرتے رہتے تھے اور شفیق نانا ان طفلانہ شوخیوں کو دیکھکر بہت خوش ہوتے تھے جھڑکنے کے بجائے ہنس دیا کرتے تھے۔ ابھی آٹھ ہی برس کی عمر ہونے پائی تھی کہ جاں نثار نانا کی انتقال ہو گیا۔ اور ابھی آنکھ سے بہنے والے آنسو خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ صرف چھ مہینے کی قلیل مدت ہی منقضی ہونے پر عزیز ماں بھی داغ مفارقت دیگئیں۔

صدیقی و فاروقی و عثمانی عہد

حضرت صدیق اکبرؓ بھی آپ سے ذات نبوی سے تعلق کی بنا پر بہت محبت کرتے ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھکر جب نکلے تو حسنؓ کھیلتے ہوئے مل گئے اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا فرمانے لگے خدا کی قسم یہ علیؓ کے مشابہ نہیں نبی کے مشابہ ہے۔ حضرت علیؓ ساتھ تھے ہنسنے لگے۔ حضرت فاروق اعظم بھی بڑے رتبہ شناس تھے۔ بڑی محبت کرتے رہے اور پانچہزار ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے اولاد سے بھی زیادہ سمجھا۔ حضرت عثمانؓ غنی بھی اپنے عہد میں انتہائی محبت و شفقت سے پیش آتے رہے۔

اسی عہد سے حضرت حسنؓ کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے کہ پورے جوان ہو چکے تھے۔ طبرستان کی فوجکشی میں شریک ہوئے بہت عاقبت اندیش و ہوشمند بزرگ تھے جب باغیوں نے قصر خلافت کا محاصرہ کیا ہے تو باپ کو مشورہ دیا کہ آپ فتنہ فرو ہونے تک کسی دوسری جگہ چلے جائیں کیونکہ اگر کہیں آپ کی موجودگی میں شہادت واقع ہوگئی تو لوگ اس کا ذمہ دار آپ کو قرار دینے لگیں گے۔ لیکن مجبوریوں کی بنا پر اس پر عمل نہ ہو سکا آپ قصر خلافت کے دروازہ پر مامور تھے اور مدافعت کی سعی و جہد میں اس قدر مجروح ہو گئے تھے کہ سارا جسم خون سے رنگین ہو رہا تھا۔

جنگ جمل و صفین میں شرکت

انتخاب خلیفہ کے وقت بھی آپ نے باپ کو یہی مشورہ دیا تھا کہ جب تک دنیائے اسلام کے تمام اکابر آپ سے خلافت قبول کرنے کی استدعا نہ کریں اس

وقت تک آپ خاموش رہیں لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب صرف مہاجرین و انصار کا حق ہے پھر جب حضرت عائشہؓ طلحہؓ اور زبیرؓ قاتلین عثمانؓ سے بدلہ لینے نکلے ہیں تو اس وقت بھی آپ نے اپنے محترم باپ کو سمجھایا کہ مدینہ منورہ واپس لوٹ جائیے اور کچھ دنوں کے لیے خانہ نشین ہو جائیے لیکن اب واپس ہونا حضرت علیؓ کے نزدیک امت سے فریب کے مترادف تھا۔ جنگ جمل سے پیشتر کوفہ پہنچکر آپ ہی نے تقریباً دس ہزار افراد کو حضرت علیؓ کی امداد پر کھڑا کر دیا تھا۔ صفین میں آپ اپنے والد صاحب کے پہلو بہ پہلو بڑے جوش شجاعت کے ساتھ لڑے۔

خلافت اور خارجیوں کا حملہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد جمہور عوام نے آپکے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد سب سے پہلی تقریر میں فرمایا:۔

"لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص بچھڑا ہے کہ نہ اگلے اس سے بڑھ سکے اور نہ پچھلے اس کو پا سکیں گے۔ رسول اللہ لڑائیوں میں اپنا علم اس کے ہاتھ میں دیکر بھیجتے تھے وہ کبھی ناکام نہ لوٹتا تھا۔ میکائیل و جبرائیل چپ و راست اس کے جلو میں ہوتے تھے۔ اس نے سات سو درہم کے سوا جو اس کی مقررہ تنخواہ سے بچ رہے تھے اور جو ایک خادم خریدنے کے لئے جمع کئے تھے ایک پائی نہیں چھوڑی۔"

آپ کے خلیفہ ہوتے ہی امیر معاویہؓ نے آپ کو صلح پسند سمجھکر ہر طرف حسنی مقبوضات پر فوجی پیشقدمی شروع کر دی۔ عبداللہ بن عامر کو بطور مقدمۃ الجیش آگے روانہ کر دیا۔ جو انبار ہوتے ہوئے مدائن کی طرف بڑھے آپ فی الواقع قتل و خونریزی کو پسند نہ کرتے تھے۔ اور جنگ و جدال سے طبعاً نفیر تھے۔ مگر پھر بھی آخر تھے تو حیدر کرار ہی کے فرزند۔ بہت دلیر و شجاع واقع ہوئے تھے۔ اس پیشقدمی کی خبر سنتے ہی آپ کوفہ سے مدائن کی طرف بڑھے اور ساباط پہنچکر قیام کیا وہاں فوج میں ضعف و کمزوری کے آثار جو دیکھے تو تقریر کی۔

"لوگو! میں کسی مسلمان کی طرف سے بھی اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تمہارے لئے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ میں اس وقت تمہارے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ تم اسے مسترد نہ کروگے تم جس اتحاد و یکجہتی کو ناپسند کرتے ہو وہ اس تفرقہ و اختلاف سے کہیں بہتر و افضل ہے جسے تم چاہتے ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر اشخاص جنگ سے پہلو تہی کر رہے ہیں اور لڑنے سے بزدلی دکھا رہے ہیں۔ میں بھی تم لوگوں کو تمہاری مرضی کے خلاف مجبور کرنا نہیں چاہتا۔"

سب ہی تو ایک خیال کے نہ تھے خارجی بھی بکثرت شریک تھے جو امیر معاویہ سے لڑانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ وہ لوگ تاؤ میں آ گئے اور انہوں نے بہیں آپ کو سب و شتم شروع کر دی جس کی انتہا یہ تھی کہ پیراہن مبارک کھسوٹ کر گلے سے چادر چھین لی۔ حملہ کر کے وہ مصلے بھی چھین لیا جس پر آپ تشریف فرما تھے آپ نے صورت حالات کو نازک سے نازک تر ہوتے جو دیکھا تو فوراً گھوڑے پر سوار ہو گئے اور ربیعہ و ہمدان کو آواز دی انہوں نے دوڑ کر اور بڑھکر آپ کو خارجیوں کے نرغے سے چھڑایا اور مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔

لشکر کی طرف سے سستی کا اظہار

راستے میں جراح بن قبیصہ خارجی چھپا ہوا حملے کی تاک میں بیٹھا تھا آپ جیسے ہی قریب سے گذرے جھپٹکر حملہ کر دیا جس سے زانوئے مبارک مجروح ہو گیا اسی وقت عبداللہ بن خنظل اور عبداللہ بن طبیان نے جو آپکے ساتھ تھے فوراً اس جہنمی کا کام تمام کر دیا۔ زخم کے اچھے ہونے تک آپ مدائن میں ٹھیرے رہے اس کے بعد آپ عبداللہ بن عامر سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ امیر معاویہ انبار تک پہنچ چکے ہیں اور آپ کے حاکم قیس بن عامر کا محاصرہ کر لیا ہے۔ عبداللہ بن عامر نے مقابلہ پر آتے ہی یہ چال چلی کہ اس نے آپ کی فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ:۔

"عراقیو! خود امیر معاویہؓ فوجیں لیکر انبار تک پہنچ چکے ہیں۔ میں خود جنگ پسند نہیں کرتا میری حیثیت تو صرف مقدمۃ الجیش کی ہے۔ حضرت حسنؓ کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ اپنی ذات اور اپنی جماعت کی قسم جنگ کو ملتوی و موقوف کر دیں۔"

حضرت حسنؓ تو اس چال کو سمجھ گئے مگر لشکر نے پھر سستی دکھائی اور پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ یہ صورت حالات مشاہدہ کر کے آپ پھر مدائن چلے آئے۔

خلافت سے دستبرداری

آپ تو فوج کی سستی دیکھکر پہلے ہی مصالحت پر آمادہ ہو چکے تھے لیکن عبداللہ بن عامر نے دھوکہ دیکر مدائن ہی میں گھیر لیا۔ آپ نے عبداللہ بن عامرؓ کے پاس صلح کی شرائط اس ہدایت کے ساتھ بھیجدیں کہ وہ انھیں امیر معاویہؓ تک پہنچا دے شرائط حسب ذیل ہیں:۔

"اولاً یہ کہ کوئی عراقی محض بغض و کینہ کی بنا پر گرفتار نہ کیا جائے گا۔ ثانیاً یہ کہ سب کو بلا استثنا امان دی جائے گی۔ ثالثاً عراقیوں کی معذرت کو قبول کیا جائے گا۔ رابعاً صوبہ اہواز کا کل خراج حسنؓ کے لئے مخصوص کر دیا جائیگا خامساً حسینؓ کو دو لاکھ سالانہ علیحدہ دیا جائیگا۔ سادساً بنو ہاشم کو صلات و عطایا میں بنو امیہ پر ترجیح دی جائے گی۔"

بادشاہت اور وہ بھی اتنی ارزاں۔ امیر معاویہؓ جیسے ذی ہوش مدبر کیونکر چھوڑ سکتے تھے انہوں نے تمام شرائط منظور کر لیں۔ اور کسی شرط میں کوئی جزوی ترمیم بھی نہ کی اپنے قلم سے منظوری کا سرخط لکھکر معززین و عمائد کی شہادتیں لکھوائیں اور مہر لگا کر آپکے پاس بھجوا دیا۔ مجمع عام میں بھی آپ نے دستبرداری خلافت کا اعلان کر دیا اس طرح رسول کریمؐ کی یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی کہ "میرا یہ بیٹا سید خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔" سنہ ۴۱ھ میں آپ چھ ماہ خلافت کر کے دستبردار ہو گئے۔

بیوی کے زہر سے انتقال

سنہ ۵۰ھ تک چار پیغمبر میں سکون و اطمینان کے ساتھ زندگی گذارنے کے بعد سنہ ۵۰ھ میں آپ شہید ہو گئے جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے کسی وجہ سے آپ کو زہر دیدیا جس سے قلب و جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر نکلنے لگے۔ حضرت حسینؓ کو بلا کر حالت بیان کی۔ پوچھا زہر کس نے دیا۔ فرمایا۔ یہ پوچھکر کیا کروگے عرض کی قتل کروں گا۔ فرمایا اگر میرا

خیال صحیح ہے تو خدا بہتر بدلہ لینے والا اور اگر غلط ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی ناکردہ گناہ پکڑا جائے۔ اور میں ہرگز نام ظاہر نہ کرونگا آپ نے حضرت عائشہؓ سے حجار نبوی میں دفن ہونے کی پہلے سے اجازت لیلی تھی مگر وصیت کر دی تھی کہ اگر بنو امیہ مزاحم ہوں تو زیادہ اصرار نہ کرنا ایسا ہی ہوا۔ مروان مزاحم ہوا کہ جب عثمانؓ روضہ نبوی میں دفن نہیں ہوئے تو حسنؓ بھی نہیں ہو سکتے۔ حضرت حسینؓ کو غصہ آگیا مقابلہ کرنا چاہا قریب تھا کہ خون کی ندیاں بہ جائیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ پہنچ گئے اور ایک طرف تو انہوں نے بنو امیہ سے کہا کہ یہ کیا قیامت ہے کہ ابن رسول اللہ کو اپنے نانا کے حجار میں دفن ہونے سے روکا جاتا ہے

دوسری طرف حضرت حسینؓ سے کہا "اپنے بھائی کی وصیت کو پیش نظر رکھو کشت وخون سے کیا فائدہ؟ یہ سنتے ہی حضرت حسینؓ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور ایک خوفناک جنگ ہوتے ہوتے رک گئی۔ آپ کو جنت البقیع میں حضرت فاطمہ زہراؓ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

مدینہ منورہ میں عام ماتم آپ چونکہ علم و خلق کے ایک پیکر جلیل اور شبیہ رسول کریم تھے۔ اس لئے آپ کے انتقال پر مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا گھر گھر صف ماتم بچھ گئی بازار بند ہو گئے۔ بنو ہاشم کی عورتوں نے تو ایک ماہ کامل سوگ منایا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی بری حالت تھی مسجد میں آتے آہ و بکا کرتے اور کہتے کہ لوگو! آج خوب رو لو تمہارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا محبوب دنیا سے اٹھ گیا آپکے جنازہ کے ساتھ اتنا اژدحام تھا کہ سوئی بھی پھینکی جاتی تو زمین پر نہ گرتی۔ اس سے پہلے مدینہ منورہ میں کسی جنازہ کے ساتھ اتنا ہجوم کم دیکھنے میں آیا تھا۔

علم وفضل آپ کا خاندان علم و عمل کا مجمع البحرین تھا باپ تبحر علمی کے ایک پیکر جلیل تھے غیر ممکن تھا پھر آپ علم سے تہی دست رہجاتے بڑھکر افضل وکمال میں یکتا ثابت ہوئے اور مسند علم و افتا پر متمکن ہو گئے۔ خطابت اور شاعری میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا آپ کی تقریریں آج بھی موجود ہیں ان کے دیکھنے اور پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کتنا زور اور اثر ہے اور یہ فصاحت و بلاغت کا کتنا نادر نمونہ ہیں ایک تقریر میں آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ:-

"ہم کسی شک وشبہ یا ندامت کی وجہ سے شامیوں کے مقابلہ سے نہیں لوٹے اس کا سبب یہ اور صرف یہ تھا کہ پہلے تو ہم شامیوں سے صبر و صاف دلی کے ساتھ لڑتے اور جنگ کرتے تھے۔ لیکن اب حالات بدل گئے دل بدل گئے۔ صاف دلی نے عداوت کی اور صبر و ثبات نے بیقراری و اضطراب کی جگہ لیلی جب تم صفین میں لڑانے کے لئے گئے تھے تو تمہارا دین دنیا سے آگے تھا۔ اب حالات بالکل برعکس ہیں۔ ہم اب بھی تمہارے لئے ویسے ہی ہیں لیکن تمہاری حالت وہ نہیں۔ اب دنیا تمہارے آگے آگے چلتی ہے"

استغنا وبے نیازی حضرت حسنؓ کی ذات گرامی میں استغنا و بے نیازی کے جوہر درخشاں نظر آتے ہیں ان کی مثالیں دنیا کے مقدس اور بزرگ طبقہ میں بھی کم ہیں اور بہت کم ملتی ہیں سلطنت وحکومت دنیا کی اتنی بڑی نعمت اور ایک ایسی چیز ہے کہ

اس کے لئے انسان ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ باپ بیٹے کا گلا کاٹ کے رکھدیتا ہے اور بیٹا باپ کے سینے میں نیزہ آمادہ کر دیتا ہے یہاں خون کے رشتوں کو بھی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ قصر سلطنت کی تعمیر ہر زمانہ میں اور ہر عہد میں انسانی خون ہی سے ہوتی رہی ہے۔ لیکن حضرت حسنؓ نے اس ضمن میں اپنے عمل سے جو نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ ایک معجزہ سے کم ہرگز نظر نہیں آتا۔ ایک وسیع و عظیم ملتی ہوئی بنی بنائی سلطنت کو محض چند انسانوں کے خون کے تحفظ کے لئے چھوڑ دینا معمولی نہیں امر نہیں غیر ممکن نظر آتا ہے اور حضرات شیخین کرام کے بعد اس کی مثالیں تقریباً ناپید ہو چکی ہیں۔

جب آپ نے دیکھا کہ میری خلافت بھی جھگڑوں اور فسادوں سے خالی نہیں اور اس کے لئے ضرور خونریزی ہوگی تو آپکا دل درد سے بھر گیا اور آپ نے اسے ہرگز مناسب نہ سمجھا کہ سلطنت اور محض سلطنت کے لئے خدا کے بندوں کا خون بہایا جائے آپ نے پورے استغنا اور بے نیازی کے ساتھ سلطنت برضا ورغبت امیر معاویہؓ کے حوالہ کر دی۔ اس لئے کر دی کہ میرے برضا و رغبت ایسا کرنے کے بعد پھر کوئی جھگڑا نہ رہے گا۔ اور امیر معاویہؓ اسے سنبھال لینگے۔

موجودہ دستبرداری خلافت کی حقیقت اصلیہ بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ آپ نے اپنی فوج کی کمزوری محسوس کر کے مجبوراً اس سے دست برداری اختیار کی۔ لیکن انہیں فوج کی کمزوری کا علاج بہ آسانی ہو سکتا تھا۔ جو طریقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آخر میں اختیار کیا تھا وہ آپ بھی اختیار کر سکتے تھے آپ بھی منادی کرا سکتے تھے۔ حکم عام ہو سکتے تھے کہ جو کسی غفلت اور کمزوری کا اظہار کریگا اور شرکت جنگ سے گریز کا مرتکب ہوگا اسے تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ ضرور آپ کی فوج میں منافق موجود تھے لیکن بشمار خارجی بھی تو موجود تھے جو امیر معاویہ سے جنگ کرنا فرض عین سمجھتے تھے اور جو مصالحت کا نام سنتے ہی اس درجہ برافروختہ ہوئے تھے کہ آپ پر حملہ آور بھی ہوئے اور تکفیر بھی کرنے لگے۔ مورخین نے اس امر پر اپنے اپنے نقطۂ نظر سے بحث کی ہے۔

ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ حضرت عثمان غنی کے وقت سے مسلمانوں کی خونریزی کو دکھ کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ جیسا کہ ہم اسی مضمون میں واضح کر چکے ہیں کہ آپنے اس سلسلہ میں اپنے والد گرامی کو بھی بیش بہا مشورے دیئے آپ نے محسوس کر لیا تھا کہ بنو امیہ کی حرص اقتدار لا علاج صورت اختیار کر چکی ہے دوسری طرف عراقی جو فوج کا اہم حصہ ہیں آپ ہی حکومت کے طالب ہیں نہ تلوار کے زور کے بغیر یہ مان سکتے ہیں اور نہ وہ سلطنت اس وقت تک ہرگز محفوظ نہیں ہو سکتی جب تک دونوں کے خلاف تلوار بے نیام نہ کی جائے عراقیوں کا مزاج درست کرتے ہیں تو تلوار سے کام لینا پڑتا ہے اور امیر معاویہؓ کو مغلوب کرتے ہیں تو یہ کام بھی تلوار کے بغیر انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ آپ فطرتاً نرم خو اور صلح پسند تھے اس لئے پہلے ہی ارادہ کئے بیٹھے تھے کہ خونریزی کے بغیر خلافت مل گئی تو خیرورنہ اس سے دستبردار ہو جائینگے۔

طبری نے بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ کی رفاقت میں چالیس ہزار افراد موجود تھے مگر آپ جنگ کرنا ہی نہ چاہتے تھے۔ خیال تھا کہ امیر معاویہؓ سے بچ

مفر کرا کے دستبردار ہو جائیں۔ اور سنئے امام زہری لکھتے ہیں کہ آپ نے بیعت کے وقت ہی یہ شرط کر لی تھی اور اسی پر بیعت لی تھی کہ جس سے لڑوں گا لڑنا ہوگا اور جس سے صلح کروں گا صلح کرنی ہوگی۔ عراقی اسی وقت کھٹک گئے تھے کہ یہ ضرور جنگ و تنازعہ کو ختم کر دیں گے اور انہی لوگوں نے آپ کو زخمی کیا۔" شیعیان علی کی مستعدی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انھیں دستبرداری کا اتنا صدمہ پہنچا کہ وہ آپ کی تحقیر و تذلیل تک پر بڑی طرح آمادہ ہو گئے اور آپ کو "مذلل المسلمین" "مسود وجوہ مسلمین"، "عار المسلمین" اور ننگ مسلمین کے نا ملائم اور مکروہ خطابات سے آپ کو موسوم کرنے لگے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ خود عراق میں چالیس، بیالیس ہزار کوفی آپ کے ایک اشارۂ چشم پر سر کٹانے کو موجود تھے۔ ابو عریف راوی ہیں کہ حضرت حسنؓ کے مقدمۃ الجیش میں بارہ ہزار آدمی کٹنے مرنے کے لئے ہمہ تن تیار تھے۔
ہماری تلوار کی دھاروں سے خون ٹپک رہا تھا صلح کی خبر سنتے ہی شدت غضب سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہماری کمر ٹوٹ گئی۔ کوفہ آئے تو ہماری جماعت سے ابو عامر سفیان نے غضبناک ہو کر کہا کہ السلام علیک یا مذلل المومنین اس طنز و گستاخی پر آپ نے پورے ضبط و تحمل کے ساتھ جواب دیا۔ ابو عامر ایسا نہ کہو میں نے مسلمانوں کو رسوا نہیں کیا۔ یہ ضرور کیا کہ ملک گیری کی ہوس میں مسلمانوں کی خونریزی پسند نہیں کی۔" استیعاب کی جلد اول میں یہ روایت موجود ہے امام نووی نے بھی قریب قریب یہی لکھا ہے۔

حضرت حسینؓ کی پرزور مخالفت

مستدرک حاکم جلد سوم کھول کر دیکھئے صاف معلوم ہوگا کہ عراق کیا تمام کا تمام عرب آپ کے قبضہ میں تھا مصالحت کے بعد بھی جب بعض لوگوں نے آپ کو خواہش خلافت سے متہم کیا تو آپ نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ:۔

"عرب کے سر میرے قبضہ میں تھے جس سے میں صلح کرتا اس سے وہ بھی کرتے اور جس سے میں جنگ کرتا اس سے وہ بھی لڑتے۔ اس کے باوجود میں نے خلافت کو خالصۃً للہ اور امت محمدی کی خونریزی سے بچنے کے لئے چھوڑا۔"

یہ تو تھی باہر والوں کی حالت، گھر والوں کو بھی آپ نے بے خبر نہ رکھا تھا۔ حضرت ابن جعفرؓ سے آپ نے خصوصیت کے ساتھ کہا تھا کہ میں خلافت سے دستبردار ہو کر مدینہ منورہ جانا چاہتا ہوں اس لئے کہ خون کی ندیاں بہ چکنے کے باوجود فتنہ ہے کہ روز بروز بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ یہی نہیں کہ سرحدیں بیکار اور راستے خطرناک ہو رہے ہیں بلکہ قطع رحم کی گرم بازاری ہے اور عزیز کو عزیز کا پاس نہیں رہا۔ انہوں نے اسے استحسان کی نظر سے دیکھا۔

لیکن جب آپ نے حضرت حسین کو بلا کر ان کے سامنے اپنی اس رائے کا اظہار کیا تو انھیں بہت ناگوار گذرا اور عرض کی کہ "خدا کے لئے آپ والد محترم کو قبر میں جھٹلا کر معاویہؓ کی صداقت کا اعتراف نہ کیجیے۔" حضرت حسنؓ کو غصہ آ گیا اور ڈانٹ کر کہا کہ:۔

"تم شروع ہی سے میری ہر رائے کی مخالفت برابر کرتے چلے آ رہے ہو اور اب تک تمہارا وہی رنگ ہے۔ خدائے قدوس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تو پختہ ارادہ کر چکا ہوں پختگی کے ساتھ اس پر قائم ہوں اور میں نے طے کر لیا ہے کہ تم کو فاطمہؓ کے گھر میں بند کر کے اپنا ارادہ پورا کروں گا۔"

حضرت حسینؓ اس زمانہ کے بھائیوں جیسے بھائی نہ تھے، باخدا اور دیندار بزرگ تھے اور اگرچہ وہ فی الواقع اس امر کے شدت کے ساتھ مخالف تھے مگر بھائی کی ڈانٹ پر آنکھیں نیچی کر لیں اور گردن جھکا کر عرض کی کہ:۔

"آپ علیؓ کی اولاد اکبر اور میرے خلیفہ ہیں جو آپ کی رائے ہوگی میں اس کی تائید کروں گا جو مناسب خیال کیجیے وہ کیجیے میں ہر اعتبار سے اطاعت کروں گا۔" جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھائیوں میں کس درجہ اخوت تھی وہاں اس کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ اس کے کتنے شدید مخالف تھے اور ان کی مخالفت بہت بڑی اور موثر مخالفت کی جا سکتی تھی اتنی کہ خود بھی اس سے متاثر ہو سکتے تھے مگر آپ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اعلان کر دیا۔

اس سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا پوری قوت و مقدرت رکھتے ہوئے کیا اور اس کے بعد فی الواقع خونریزی رک گئی یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اور حضرت حسنؓ کی نرم خوئی و نرمی تھی جس سے عراقی دلیر ہو گئے تھے امیر معاویہؓ کیا یزید کے وقت میں بھی انہیں کان تک ہلانے کی جرات نہ ہوئی اور خلیفہ عبدالملک کے وقت میں سر اٹھایا بھی تو حجاج نے انھیں اتنا پامال کر دیا کہ سب اگلی پچھلی کسر پوری ہو گئی۔

عبادات و طاعات

ابن رسول اللہ تھے طاعات و عبادات میں انہماک ہونا ہی چاہیے تھا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب مصلی ہی پر بیٹھے رہتے تھے پھر چاشت کے وقت تک آنے جانے والوں سے ملاقات کرتے تھے چاشت کی نماز پڑھ کر امہات المومنین کو سلام کرنے جاتے اور پھر گھر ہو کر مسجد نبوی میں چلے آتے مکہ معظمہ کے زمانہ قیام میں عصر کی نماز خانہ کعبہ ہی میں باجماعت پڑھا کرتے تھے اس کے بعد طواف کرتے تھے۔ ابو سعید کا بیان ہے ایک مرتبہ حسنؓ و حسینؓ نے امام کے ساتھ نماز پڑھی۔ حجر اسود کو بوسہ دے کر طواف کیا، دو رکعت نماز پڑھی لوگوں کو معلوم ہوا تھا کہ دفعۃً اتنا ہجوم ہو گیا کہ حضرت حسینؓ محصور ہو کر رہ گئے۔ حضرت حسنؓ نے ایک رکانی کی مدد سے انہیں بمشکل نکالا۔ روزانہ سوتے وقت سورہ کہف کی تلاوت فرماتے۔ متعدد حج پیادہ پا کئے آپ کے اوقات کا بڑا حصہ عبادت ہی میں گذرتا تھا۔

فیاضی و سخاوت

فیاضی و سخاوت کا آج تو نام ہی نام رہ گیا ہے اور اگر ہم یہ بھی کہہ دیں کہ یہ دنیا سے معدوم ہو چکی ہے تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔ لیکن قرون سابقہ میں یہ وصف بہت بڑا وصف سمجھا جاتا تھا اول تو فیاضی عرب کی خصوصیات میں تھی اور کسی با اقتدار آدمی کا فیاض نہ ہونا بہت مکروہ عیب سمجھا جاتا تھا لیکن آپ کا خاندان تو دریا نوال و دریا بخش رہا ہے۔ آپ کے نانا ﷺ آپ کے والد گرامیؓ آپ کی والدہ حضرت بی بی فاطمہؓ جود و سخا میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے آپ کے بھائی حضرت حسینؓ کی بھی یہی حالت تھی یہ کیونکر پیچھے رہ سکتے تھے تین مرتبہ تو ایسا ہوا ہے کہ آپ نے اپنے تمام مال و متاع کا نصف نصف حصہ راہ خدا میں لٹا کر رکھ دیا ہے۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ انتہا یہ تھی کہ نصف دیا اور

اور اس طرح دیا کہ دو جوتوں میں سے ایک جوتا بھی خیرات میں دیدیا ہے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ کہیں آپ نے ایک مرتبہ یہ سن لیا کہ ایک شخص کہیں بیٹھا ہوا دس ہزار درہم کے لئے دعا کر رہا ہے فوراً گھر گئے اور دس ہزار نقد اسے بھجوا دیئے۔ مدینہ منورہ میں شہرت تھی کہ حضرت حسنؓ سے بڑھکر اور کوئی فیاض و سخی نہیں؛

ایک شخص مدینہ منورہ آیا اور لوگوں سے زاد راہ اور سواری کے لئے سوال کیا کہا حضرت حسن سے زیادہ فیاض کوئی نہیں۔ حضرت علیؓ کا دشمن تھا مگر ضرورت لے گئی آپ نے دونوں چیزوں کا انتظام فوراً کر دیا کسی نے آپ سے کہا کہ یہ تو آپ کے پدر بزرگوار کا دشمن تھا اور ان سے بغض رکھتا تھا فرمایا کیا اپنی آبرو نہ بچاؤں۔ بیحد فیاض ضرور تھے مگر جہاں حضرت حسینؓ کی جود و سخا مستحق اور غیر مستحق میں تمیز نہ کرتی تھی وہاں آپ اکثر انہی کو دیتے اور بخشتے تھے جو واقعی اس کے مستحق ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے فقراء اور مساکین کے لئے بہت بڑی رقم جمع کی جس کی تقسیم کا اعلان حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کر دیا۔ روپیہ بہت محبوب چیز ہے لوگ صلائے عام سمجھکر بہ تعداد کثیر جمع ہو گئے آپ نے اسی وقت اعلان کر دیا کہ یہ حق صرف فقراء کا ہے۔ جس پر ہجوم نصف رہ گیا۔

حبشی غلام پر گوشہ کرم ایک باغ کی طرف گذرتے ہوئے دیکھا کہ اس میں ایک حبشی غلام ایک روٹی لئے ہوئے ہے ایک لقمہ آپ کھاتا ہے دوسرا کتے کے سامنے ڈالتا ہے۔ دیکھتے دیکھتے آدھی روٹی اسے کھلا دی۔ فرمایا تو کتے کو دھتکارتا کیوں نہیں بولا اس لئے کہ میری آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے حجاب معلوم ہوتا تھا نام اور پتہ پوچھنے پر علم ہوا کہ آبان بن عثمان کا غلام ہے یہ فرما کر کہ جب تک میں لوٹ نہ آؤں تم یہیں رہنا ابان کے پاس گئے اور باغ و غلام دونوں کو خرید لیا۔ واپس آئے اور کہا میں نے تمہیں اور باغ دونوں کو خرید لیا تمہیں تو خدا کی راہ میں آزاد کرتا ہوں اور باغ میں تم کو ہبہ کرتا ہوں۔ غلام یہ فیاضی و کرم دیکھکر بیحد متاثر ہوا اور عرض کی کہ آپ نے جس کی راہ میں مجھے آزاد کیا ہے اسی کی راہ میں یہ شاداب باغ وقف کرتا ہوں۔

خوش خلقی و حاجت روائی خلق فیاضی اور پھر اس کے ساتھ خوش خلقی خدا جانے انسان کیا ہو جاتا ہے۔ حضور غوث اعظم فرمایا ہی کرتے تھے کہ میں نے لوگوں کو کھانا کھلانے اور خوش خلقی سے بڑھکر اور کوئی کار ثواب نہیں دیکھا۔ آپ مشہور سخی تھے فیاض ہونے کے ساتھ حد درجہ خلیق اور خوش مزاج بھی تھے اور اپنا کام چھوڑ کر بھی دوسروں کی حاجتیں اور ضرورتیں پوری کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ کوئی شخص آپ کے پاس اپنی کوئی حاجت لیکر آیا پہلے وہ حضرت حسینؓ کے پاس جا چکا تھا اور انہوں نے معتکف ہونے کی بنا پر معذرت کر دی تھی لیکن آپ نے اعتکاف کے دائرہ سے نکل کر حاجت براری کی۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ "کسی بھائی کی حاجت پوری کر دینا میرے

شفاء النسواں

نسوانی طبقہ کیلئے کیمیاوی دوا

جو اپنے برقی افعال و اثرات سے عورتوں کی تندرستی قائم رکھنے میں بینظیر دوا ہے

رحمی امراض کی وجہ سے جو جو عوارض ان کی پیاری تندرستی کو خراب کرتے ہیں انکو دفع کرتی ہے۔ مثلاً کمی حیض یا بندش حیض (ہسٹریا) یا زیادتی حیض۔ سیلان الرحم وغیرہ وغیرہ کے علاوہ غذا کو ہضم کرتی ہے اور جزو بدن بنا کر تولید خون میں نمایاں اضافہ کرتی ہے۔ چہرے کو خوشنما اور ملیح کرتی ہے۔ غرض ایک بہترین مرکب ہے جس کی خوبی استعمالِ دوا پر موقوف ہے۔

قیمت فی شیشی ۱۲؍ ترکیب استعمال ہمراہ دوا ہے۔

ملنے کا پتہ

ہمدم یونانی دواخانہ پوسٹ بکس نمبر ۷ بازار لال چاہ۔ دہلی

رسالہ ہمدم حیات ماہوار طبی رسالہ ہے بہترین اور اعلیٰ مضامین سے مزین ہوتا ہے قیمت صرف ۱۲؍ سالانہ ہے نمونہ کا پرچہ مفت طلب فہرست دواخانہ جس میں ہر مرض کے علاج کی دوائیں موجود ہیں صرف ایک خط لکھکر طلب فرمائیے۔ مینجر

کمپٹیشن ۳

نہایت ہی آسان
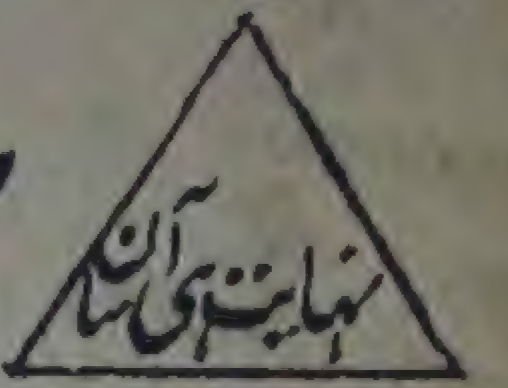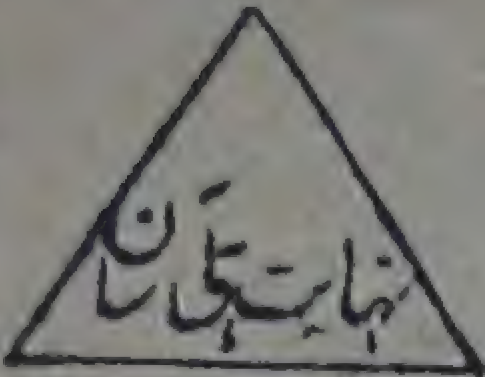
ہندوستان کا سفر مُفت کیجئے

پچیس ہزار روپے کے نقد انعامات حاصل کیجئے WIN Rs 25000

پہلا انعام	دوسرا انعام	تیسرا انعام	چوتھا انعام	پانچواں انعام
۱۰۰۰۰ دس ہزار روپیہ 10000/-	۷۰۰۰ سات ہزار روپیہ 7000/-	۵۰۰۰ پانچ ہزار روپیہ 5000/-	۲۰۰۰ دو ہزار روپیہ 2000/-	ایک ہزار روپیہ ۱۰۰۰
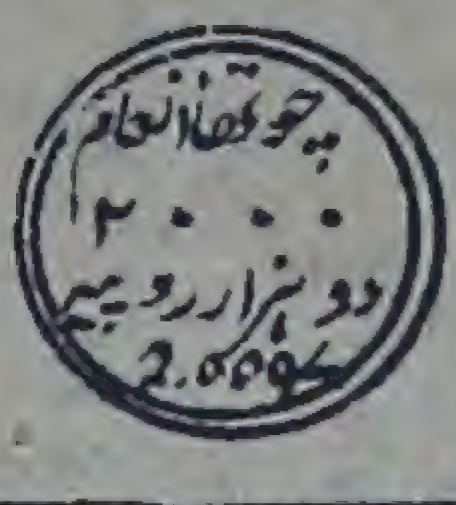
فیس داخلہ صرف ایک روپیہ | انعامات یکم مئی ۳۶ء کو روانہ کردئے جائینگے | داخلہ ۲۵ اپریل ۳۶ء کو بند کردیا جائیگا

حل کرنے کا طریقہ۔ ذیل کے کوپن میں کچھ نامکمل نام دئے گئے ہیں جن میں کچھ حرف چھوڑکر انکی جگہ ہر حرف کی بجائے ایک خط (——) کھینچ گیا ہے۔ آپ ایک کوپن میں ایک خط پر صرف ایک حرف لکھکر نام مکمل کردیں۔ بطور مثال پہلا نام حل کردیا گیا ہے۔

نمبر شمار	نامکمل نام	اشارات	مکمل نام
۱	ہ ن د وستان	جس میں ہم رہتے ہیں	ہندوستان
۲	—— —— —— پور	ایک شہر	
۳	ٹر —— ——	گرمیوں میں اسپر کم سفر کرنا چاہئے (انگریزی لفظ)	
۴	محمد عا —— ف علی	ایک مسلم نام	
۵	—— —— ھنے والے	انکی اخبارات کیلئے ازحد ضرورت رہتی ہے	
۶	م —— ا —— ر	وطن سے باہر کہلاتا ہے۔	
۷	عا —— ——	عزت سے دیکھے جاتے ہیں	
۸	—— الا	ہر ایک گھر میں پایا جاتا ہے	
۹	—— —— ظم جاہ	شہزادہ کا نام	
۱۰	اڈورڈ ہ —— تم	سابق شہنشاہ ہندوستان	

میں نیجر کے فیصلہ سے متفق ہوں

دستخط .... کوپن نمبر

پورا پتہ ....

شرائط

سادہ کاغذ پر علیحدہ علیحدہ جس قدر کوپن چاہیں صرف نمبر وار درج شدہ جواب لکھکر روانہ کرسکتے ہیں مگر فیس داخلہ بحساب ایک روپیہ فی کوپن بذریعہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر ۲۵ اپریل ۳۶ء تک دفتر میں پہنچ جانا چاہئے۔ رسید منی آرڈر کوپن کے ہمراہ آنی ضروری ہے پہلا انعام بالکل درست کوپنوں میں، دوسرا انعام ایک غلطی کی کوپنوں میں۔ تیسرا انعام دو غلطی کی کوپنوں میں برابر کے حصوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ چوتھا انعام بالکل درست کوپنوں کو زیادہ دیا جائیگا واسطے سفر ہندوستان پانچواں انعام سب سے زیادہ کوپن بھیجنے والے کو دیا جائیگا۔

جن صاحبان کے حل منیجر کے سربمہر حل سے حرف بحرف مطابق ہونگے وہ سب صاحبان انعام حاصل کرنے کے حقدار ہونگے انعامات مطابق تعداد داخلہ کے بعد وضع اخراجات ہونگے۔ نتیجہ یکم مئی تک صرف رسالہ قسمت دہلی میں شائع ہوگا جس کیلئے ہر شخص کو ایک آنہ زائد بھیجنا چاہئے۔ فیس داخلہ کسی حالت میں واپس نہ کی جائیگی۔ ہر بحث طلب معاملہ پر منیجر کا فیصلہ قطعی قانوناً قابل تسلیم ہوگا

اس پتہ پر تمام کوپن و منی آرڈر آنے چاہئیں:۔ ہندوستانی کیمیکل کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۱۵۹ دہلی

عورتوں کو ہر مہینہ تکلیف ہونے لگی!

ایک وہ وقت تھا کہ جب عورتوں کے ماہواری ایام کی بیماریوں کو کوئی جانتا بھی نہ تھا! اس کے بعد ایک وقت ایسا آیا کہ ۸۰ فیصدی عورتیں ایام کی مختلف تکلیفوں میں مبتلا ہوگئیں۔ ان میں سے بعض کو ماہواری ایام کے زمانے میں بہت زیادہ اور ناقابل برداشت درد ہوتا تھا۔ اور کسی کو بے وقت اور بے قاعدہ ایام آنے لگے تھے اور کسی کو آتے ہی نہ تھے۔ اور کسی کو ضرورت سے زیادہ آتے تھے کسی کو ان دنوں میں سر کے درد اور پنڈلیوں اور کمر کے درد اور پیٹ کے درد کی سخت تکلیف ہوا کرتی تھی۔ اور کسی کو مقدار کی بھی کم آیا کرتے تھے۔ کسی کو دورے پڑنے لگتے تھے۔ اور لوگ آسیب اور اوپری خلل کا شبہ کرتے تھے۔ غرض ہر جگہ یہی مصیبت تھی۔ اور اسی طرح ہزار ہا عورتیں ایام کے زمانے میں سخت تکلیف اٹھاتی تھیں۔

مگر اس کے بعد جب دہلی کے زنانہ دواخانہ نے اپنی مشہور دوا "کورس" کا اعلان کیا تو ایسا حیرت انگیز انقلاب ہوا کہ جس عورت نے اس دوا کی ایک شیشی استعمال کی اُسے ہی آرام ہو گیا۔ ہزار ہا عورتوں نے صرف اس دوا کی بدولت ان خطرناک تکلیفوں سے نجات حاصل کرلی۔ کیونکہ اس دوا کے استعمال سے ماہواری ایام کی خواہ کوئی تکلیف ہو بالکل دُور ہو جاتی ہے۔ اور پھر ہر مہینہ اپنے ٹھیک وقت پر اور صحیح تعداد میں ماہواری ایام آنے لگتے ہیں۔ اپنے اثر کی وجہ سے ڈاکٹر اور حکیم لوگوں میں بھی یہ دوا عزیز ہوگئی اور آج مختلف مقامات پر بہت سے ڈاکٹر اور حکیم اسی دوا کو اپنے مریضوں پر استعمال کر کے بڑی بڑی رقمیں حاصل کر لیتے ہیں۔ اس لئے ہمارا مشورہ ہے کہ اگر کوئی بہن اب بھی اس تکلیف میں مبتلا ہو یعنی ماہواری ایام میں کوئی خرابی ہو۔ درد اور تکلیف سے آتے ہوں یا رک رک کر آتے ہوں یا زیادہ خون جاتا ہو یا کئی مہینہ سے ایام نہ ہوتے ہوں یا ان دنوں میں درد وغیرہ کی تکلیف رہتی ہو یا ایام ماہواری کی کوئی بھی خرابی ہو تو اسے چاہیئے کہ لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔بی ۱۴۲ دہلی کو خط لکھکر ایک شیشی دوا "کورس" کی منگائے اور استعمال کرے۔ ایک شیشی کی قیمت صرف دو روپے آٹھ آنے ہے۔ اور محصول ڈاک کے پانچ آنے خرچ ہوتے ہیں۔

واضح رہے کہ ماہواری ایام کی ہر تکلیف میں یہ دوا اپنا پورا اثر دکھاتی ہے۔ اور ماہواری ایام پھر ہر مہینہ باقاعدہ اور وقت مقررہ پر آنے لگتے ہیں اور اس کے بعد عرصہ دراز تک عورت ماہواری ایام کی بے قاعدگیوں میں اور تکلیفوں میں مبتلا نہیں ہوتی۔ یہ دس سال کا تجربہ ہے۔ اور ہمیشہ بالکل صحیح ثابت ہوتا رہا ہے۔

کئی ہزار روپے کے انعامات

یہی وہ دوا ہے جس پر متعدد بار مختلف مقامات سے بڑے بڑے انعامات اور ہزار ہا کی تعداد میں اس کی خوبیوں کے سارٹیفکٹ بھی ہمیں وصول ہوئے ہیں جن کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوا "کورس" سے لاکھوں عورتوں کی تندرستی ٹھیک ہوگئی۔ اور پھر ماہواری ایام ہر مہینہ مقررہ وقت پر پابندی کے ساتھ بغیر تکلیف کے صحیح تعداد میں آنے لگے۔

ایک اور زندہ ثبوت

جب کوئی چیز اچھی ہوتی ہے تو خواہ مخواہ اس کی طرف دنیا متوجہ ہو جاتی ہے۔ ابھی پچھلے دنوں حیدرآباد کے ایک بہت بڑے نواب صاحب کی بیگم صاحبہ نے زنانہ دواخانہ کو لکھا کہ چونکہ دوا "کورس" نے میری بہت سی جاننے والیوں کو نہایت عجیب فائدہ پہونچایا ہے۔ اس واسطے میں اپنی ایک خاص سہیلی کے لئے ایک شیشی کورس کی قیمت پچاس روپے بھیج رہی ہوں۔ ایک شیشی بھیج دیجئے۔ میرے تجربہ میں یہ بات پوری طرح آگئی ہے۔ کہ دوا کورس ماہواری ایام کی تکلیفوں کے لئے بہترین دوا ہے۔ اور اس کے استعمال سے ماہواری نہایت آسانی سے ہر ماہ بالکل ٹھیک وقت پر آنے لگتی ہے!

سفید بیماری سے عورتوں کو بچاؤ

انھوں نے تمہیں خونِ جگر پلا پلا کر پالا ہے

(ایک مشہور لیڈی ڈاکٹر کا اعلان)

عورتیں بے زبان ہیں وہ مردوں سے اپنی تکلیفوں کا حال نہیں کہہ سکتیں۔ لیکن مردوں کو یہ سوچنا چاہیئے کہ عورت ذات کے ان پر کتنے احسانات ہیں وہ عورت ہی ہے جس نے اپنا خون پلا پلا کر مرد کی پرورش کی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ عورتوں کا طبقہ جب کسی مصیبت میں پھنسے تو مرد اُن کی امداد نہ کریں۔ آج کل ہندوستان میں بے شمار عورتیں سفید بیماری یعنی سیلان الرحم میں پھنس رہی ہیں۔

عورتوں کی بیماریوں میں سے سفید بیماری جسے عام طور پر لوگ سیلان الرحم کہتے ہیں۔ سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ بظاہر یہ کچھ تکلیف نہیں دیتی لیکن اس کا آخری نتیجہ بہت افسوسناک ہوتا ہے۔ اس بیماری میں۔۔۔۔ سے ایک سفید رنگ کی لیسدار رطوبت یا زردی مائل رطوبت خارج ہوتی رہتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے ——

عورت کا چہرہ اول تو اُداس ہونا شروع ہوتا ہے۔

اس کے بعد چہرہ کی رونق اور تازگی بھی غائب ہو جاتی ہے۔

پیٹ کے نیچے یا ناف کے نیچے بے چینی کا درد اور اینٹھن محسوس ہوتی ہے ——

چہرہ پر زردی چھا جاتی ہے۔

اچھے اچھے خوبصورت چہرے ذرا سی لاپرواہی سے بے رونق اور بے رنگ ہو جاتے ہیں۔

اور جب اس بیماری کے علاج میں دیر کی جائے تو بڑھ کر عورت کی زندگی بھی خطرے میں ڈال دیتی ہے۔ پس جو لوگ دور اندیش ہیں اور اس بیماری کے خوفناک انجام کو سمجھتے ہیں وہ سب سے پہلے اور سب کام چھوڑ کر اس کا علاج کراتے ہیں۔ تاکہ ایک بیکس اور بے زبان ہستی کی زندگی خطرہ میں نہ پڑ جائے! اور وہ قبل از وقت بڑھاپے کی شکل میں تبدیل نہ ہو جائے۔ پہلے تو اس بیماری کا علاج بھی مہنگا پڑتا تھا مگر اب تو دہلی کے زنانہ دواخانہ کی قومی و ملکی خدمات نے اس کو بھی آسان کر دیا ہے۔ اور ایک ایسا علاج بتا دیا ہے جو گھر بیٹھے ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ تسلی بخش اور مکمل صحت دینے والا ثابت ہوا ہے۔

زنانہ دواخانہ نے دوا "روک" تیار کر کے حقیقتاً ایک نہایت ہی مسرت بخش اور بے انتہا مفید خدمت انجام دی ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ صرف ایک شیشی سے یہ بیماری بالکل جاتی رہتی ہے۔ جس دن دوا شروع ہو گی اُسی دن سے مریضہ کو مرض میں کمی کا احساس ہوگا۔ یہاں تک کہ جس دن دوا ختم ہو گی۔

اُس دن مریضہ مکمل طور پر تندرست ہو گی

دوا "روک" کی ایک شیشی تین روپے کی ہے۔ پس جو صاحب چاہیں لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ پی۔ بی ۱۲۲ دہلی کے پتہ پر ایک خط لکھ کر ایک شیشی "روک" منگا لیں۔ پارسل پر صرف پانچ آنے کے ٹکٹ لگیں گے۔ اور مریضہ گھر بیٹھے اس خوفناک مرض سے نجات حاصل کر کے پُر مسرت زندگی بسر کرے گی۔ یاد رکھو کہ عورت کے سیلان الرحم کی بیماری یعنی سفید رطوبت کا علاج کرنے کے لئے تجربہ کار حکیم اور ڈاکٹر مریض کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ دوا روک استعمال کرے کیونکہ سیلان الرحم کا یہ بہترین علاج ثابت ہوا ہے۔

نوٹ: واضح رہے کہ یہ دوا کوئی اشتہاری دوا نہیں ہے یا دھوکا دینے کے لئے شائع نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کے متعلق جو کچھ بھی اوپر لکھا گیا ہے۔ حرف بہ حرف صحیح ہے۔ اور اس کے متعلق بے شمار سارٹیفکٹ دواخانہ کے رکارڈ میں موجود ہیں۔

اپنا رخ پھیر لو جہاں قتل و گناہ اور قصاص و خونریزی حرام ہے اور جو خدا کے نزدیک نہایت محترم و معظم ہے۔ اس سے آگے عام امت کو حکم دیا جاتا ہے وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ یعنی کچھ مکہ اور نواح مکہ کی ہی خصوصیت نہیں ہے بلکہ تم جس جگہ اور جہاں کہیں ہو اور فرض نماز پڑھنی چاہو تو کعبہ کی طرف منہ کر لیا کرو۔ اس سے آگے یہودیوں کو تنبیہ کیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ یعنی تحویل قبلہ کے متعلق یہودی جو کچھ اعتراض کرتے ہیں یہ ان کی محض حق پوشی اور باطل کوشی ہے کیونکہ روایات نسلی کی بنا پر یہود خوب واقف تھے کہ قبلۂ ابراہیمی افضل اور برحق ہے اور قبلۂ ابراہیمی کی طرف نماز پڑھنی اور بیت المقدس کو چھوڑ کر اسکی طرف متوجہ ہونا ان کی کتابوں میں موجود ہے اور بیت المقدس کا منسوخ ہونا بھی ان کے علم میں ہے پھر بغض و عناد سے تحویل پر اعتراض کرنا انکی حق پوشی کو ظاہر کرتا ہے۔

سدی کے نزدیک اہل کتاب سے یہودی مراد ہیں اور کتاب سے تورات لیکن دیگر علماء نے اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ دونوں فرقے مراد لئے ہیں اور کتاب بھی تورات و انجیل دونوں کو شامل ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ دونوں کی کتابوں میں قبلۂ ابراہیمی کی فضیلت بیت المقدس کا نسخ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع القبلتین ہونے کا بیان موجود ہے اور معترض بھی دونوں فرقے ہی تھے۔ اس سے آگے یہودیوں کو زجر کیجاتی ہے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۔ یعنی خدا ان کی مکاری اور دھوکا بازی سے غافل نہیں اسکو ان فتنہ انگیزیوں کا بخوبی علم ہے ضرور انکو اس کا بدلہ دیگا۔

مقصود بیان:۔ آیت قَدْ نَرٰى میں رسول گرامی کے ادب نفس اور تہذیب قلبی کی طرف ایک خاص اشارہ ہے کہ حضور والا اپنی زبان سے اپنی خواہش کا اظہار نہیں فرماتے تھے اور کمال ادب کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں تحویل قبلہ کی درخواست نہیں کرتے تھے بلکہ امیدوارانہ آسمان کیطرف نظر اٹھا اٹھا کر دیکھا کرتے تھے۔ مزید براں آیت سے حضور کی عظمت شان اور علو مرتبہ کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے کہ آپکی خواہش مرضی الٰہی کے مطابق واقع ہوئی اور قلب مبارک میں وہی بات پیدا ہوئی جو ارادۂ الٰہی میں تھی اور مصالح اسلامی جسکے اندر مضمر تھے۔ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہت کعبہ کیطرف رخ کرنا کافی ہے جس شخص کی نظر کے سامنے کعبہ موجود نہ ہو اُسکے لئے بالکل سیدھا اور محاذات بخط مستقیم ضرور نہیں۔ بلکہ کعبہ کی سمت نماز پڑھتے وقت منہ کرنا اور دل سے محاذات کی نیت کرنی کافی ہے۔ تمام امت اسلامیہ کے لئے کعبہ کیطرف نماز میں منہ رکھنا ضروری ہے لیکن سفر کے دوران میں سواری پر نفلیں پڑھنی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ گذشتہ انبیاء کی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اوصاف اخلاق قبلۂ ابراہیمی کی فضیلت اور حضور کا جامع القبلتین ہونا مذکور تھا لیکن یہود محض عناد و حسد اور تعصب ملی کی بنا پر تحویل قبلہ پر معترض تھے۔ خدا سے افعال عباد مخفی نہیں اور نہ وہ انسانوں کے حرکات سے ناواقف ہے۔ وغیرہ۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ

(اے محمد!) اگر تم اہل کتاب کے سامنے ساری دلیلیں پیش کر دوگے

اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ

تب بھی وہ تمہارے قبلہ کو نہ مانینگے اور تم بھی انکے قبلہ کو ماننے والے

قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ

نہیں ہو اور ان میں سے ایک دوسرے کے قبلہ کو نہیں مانتے اور اگر

اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ

اس علم کے بعد جو تمہیں پہونچا ہے تم انکی خواہشوں پر چلے

الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۘ اَلَّذِيْنَ

تو ایسی حالت میں تم بھی بلاشبہہ نافرمانوں میں سے ہو جاؤگے جن لوگوں کو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ

ہم نے کتاب دی ہے وہ رسول کو ایسا پہچانتے ہیں

كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ

جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں مگر ان میں سے کچھ لوگ

لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ اَلْحَقُّ مِنْ

دانستہ حق کو چھپاتے ہیں حق بات وہی ہے

رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ

جو تمہارے رب کی طرف سے ہے لہذا تم شک کرنیوالوں میں سے نہ ہو جانا

تفسیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو مخالفین کے حق پر آنے کی انتہائی آرزو تھی کہ یہ کسی طرح گمراہی سے نکل کر ہدایت پر آجائیں خواہ معجزات کو دیکھ کر ہی ہو لیکن چونکہ اہل کتاب شقی ازلی تھے اور اس شقاوت باطنی کی وجہ سے وہ حد انکار سے آگے بڑھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اغوا کرنے اور بیت المقدس کی طرف حضور کو دوبارہ پھیرنے کیلئے طرح طرح کی دماغ آرائی اور دھوکہ دہی سے کام لینا چاہتے تھے چنانچہ بعض لوگوں نے کہا تھا کہ اگر ہمارے قبلہ کیطرف آپ نماز پڑھتے

رہتے تو ہم آپ پر ضرور ایمان لے آتے اور آپ کے دین کو سچا سمجھتے لیکن اب تو ہم آپ پر ایمان نہیں لا سکتے اسلئے خدا تعالیٰ اپنے رسول سے فرماتا ہے کہ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ اگر بالفرض آپ ان کو ہر قسم کے معجزات دکھا دینگے اور تحویل قبلہ کی ہر دلیل و حجت انکے سامنے پیش کر دینگے تب بھی یہ آپ کے قبلہ کا اتباع نہ کریں گے اور نہ آپ کے قبلہ کو مانینگے یعنی صدق نبوت اور قبلۂ ابراہیمی کی فضیلت کو جانتے ہوئے یہ لوگ صرف تعصب ملی اور رسم قومی سے کعبہ کے منکر ہیں انکے سامنے کتنے ہی دلائل و براہین بیان کئے جائیں لیکن وہ ہرگز نہیں مانینگے - وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ اور نہ آپ اُن کے قبلہ کو مان سکتے ہیں یعنی آپ کو بھی اُنکے قبلہ کا اتباع نہ کرنا چاہئے۔

بعض مفسرین نے ان آیات کا اور مطلب بیان کیا ہے وہ یہ کہ اگر آپ انکے سامنے تمام معجزات و دلائل ظاہر کر دینگے تب بھی یہ آپ کے قول و فعل اور مرضی کو نہیں مانینگے نہ توحید شرک آمیز سے باز آئینگے نہ اقرار نبوت و تصدیق رسالت اور اتباع احکام الٰہی کرینگے - لہذا آپ بھی ان کے مدعا کی کچھ پرواہ نہ کیجئے اور نہ انکو ہدایت کرنیکی آرزو کیجئے کیونکہ انکو آپ سے ہی تعصب نہیں کہ آپکے قبلہ ہی سے کورانہ انکار کرتے ہوں بلکہ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ انکی ضد و کد اس حد تک پہونچی ہوئی ہے کہ ایک دوسرے کے قبلہ کو تسلیم نہیں کرتا نہ دوسرے کے مذہب و ملت کی تصدیق کرتا ہے یہود نصاریٰ کی تکفیر کرتے ہیں اور عیسائی یہود کو کافر جانتے ہیں - یہودیوں کا قبلہ بیت المقدس ہے اور عیسائیوں کا قبلہ بیت اللحم یعنی جائے پیدایش مسیح جو یروشلم کے شرقی جانب ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ یہ گذشتہ ممانعت کی تاکید ہے یعنی آپ کو ہرگز اُنکے کہے پر عمل نہ کرنا چاہئے لیکن بالفرض اگر آپ اُن کی خواہشات اور ہوا پرستیوں کے تابع ہونگے تو برا کرینگے اور خود اپنا نقصان کرینگے۔ یہ خطاب اگرچہ بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن چونکہ رسول اللہ معصوم اور ہر گناہ سے محفوظ تھے اسلئے باحسن اسلوب افراد امت کو غیر مسلموں کی متابعت اور اُن کی ہوا پرستیوں کی تقلید سے منع کیا گیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ حضرت عمر فاروق رضی نے حضرت عبداللہ بن سلام کو جو پہلے یہودی عالم تھے اور پھر مسلمان ہو چکے تھے یہ آیت سنائی تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی نے جواب دیا بیشک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان گیا تھا کہ یہی وہی نبی ہیں جنکی تعریف توریت میں موجود ہے بلکہ مجھکو اپنے بیٹے کے بیٹے ہونے میں شک ممکن ہے کیونکہ عورتوں کا واقعی حال خدا جانے۔ کیا معلوم کہ شوہر کی عدم موجودگی میں اُن سے کیا حرکات سرزد ہو جاتی ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے میں شک و شبہ کی گنجایش نہیں کیونکہ خدا کی بتائی ہوئی علامات سب کی سب حضور میں موجود ہیں - مطلب یہ ہے کہ بصیرت کوش اور حق پرست اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہی وہ رسول اللہ ہیں جن کا حال گذشتہ آسمانی کتابوں میں بیان کر دیا گیا ہے (زمخشری - بیضاوی - بغوی) یا حق پرست اہل کتاب محمد صلعم کی حقانیت نبوت کو پہچانتے ہیں (مجاہد و قتادہ) یا مطلب یہ ہے کہ حق پرست اہل کتاب جانتے ہیں کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ حق ہے اور خدا کی طرف سے ہے (ابن کثیر) حاصل یہ ہے کہ صحیح عقل والے اہل کتاب رسول اللہ کی ذات یا نبوت یا حقانیت اسلام پر بالکل اسی طرح بدیہی یقین رکھتے ہیں جیسا اپنی اولاد کے اولاد ہونے کو جانتے ہیں۔

وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ - لیکن انہی میں سے علماء کا ایک گروہ تو عمداً جان بوجھکر حق کو چھپاتے ہیں اُنکو کتب الٰہیہ کے مطالعہ سے معلوم ہے کہ نبی عربی کے یہ صفات ہونگے اور وہ جامع القبلتین ہونگے لیکن وہ دانستہ کتمان حق کرتے ہیں مگر ان کی اس حق پوشی سے کیا ہوتا ہے کیونکہ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ کیونکہ حق تو وہی ہے جسکو خدا ظاہر کرتا ہے اُسمیں شک و شبہ کی گنجایش نہیں ہے لہذا تم کو قطعاً حقانیت میں شک نہ کرنا چاہئے اور نہ شکی دماغ رکھنے والوں کی تقلید کرنی چاہئے (یہ تعلیم در حقیقت امت محمدیہ کو ہے)

کل آیات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ انصاف پسند اور حق پرست اہل کتاب تو تم کو کچھ الزام دینگے نہیں کیونکہ اول تمہارا کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا پھر چند مہینے بیت المقدس کا قبلہ ہونا پھر بدستور کعبہ کا قبلہ ہو جانا سب کچھ گذشتہ آسمانی کتابوں کی تحریر کے موافق ہے ہاں ظالم ضدی اور سرکش کا فرجن کو حق و ناحق سے کچھ سروکار نہیں خواہ نخواہ الزام دینے سے کام ہے وہ تو کسی صورت میں اب بھی الزام دینے سے نہ چوکینگے لیکن ان کا عدم وجود عند اللہ برابر ہے ان کی کسی لغویات کا اعتبار کرنا ہی ٹھیک نہیں ہے۔ لہذا اُنکے کسی قول کو باعث شک انگیزی نہ خیال کرنا چاہئے۔

مقصود بیان :- جو لوگ نظری اور جبلی گمراہی میں گرفتار ہیں وہ کسی طرح راہ روشن پر نہیں آسکتے خواہ اُن کو تمام معجزات و دلائل واضحہ دکھا دیے جائیں ان کی سرشت میں ہوا پرستی خواہشات کی غلامی اور بندگی شہوت ہے نہ ان کا کوئی منصوص قبلہ ہے نہ خوشنودی خدا مطلوب ہے بلکہ اتباع نفس اصلی غرض ہے اسی لئے انہوں نے الگ الگ قبلے مقرر کر رکھے ہیں - کسی مسلمان کو امور دین اور اصلاح عقائد و اعمال میں کسی غیر مسلم کا کورانہ اتباع نہ کرنا چاہئے - تمام غیر مسلم صرف توہمات میں مبتلا ہیں اور اُن کے قول و فعل کی بنا خیال آرائی اور الفاظ تراشی پر ہے۔

مسلمانوں کی تعلیم وحی حق اور الہام صادق پر مبنی ہے۔ جو لوگ سعید روحیں رکھتے ہیں اور اُن کے حواس ومشاعر چراغ فطرت سے روشن ہیں خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن آفتاب اسلام کی روشنی سے ضرور ضیا اندوز ہوتے ہیں اور جو انسان کور باطن اور نابینا حواس رکھتے ہیں اور صحیح وجدانیات نہیں رکھتے اُن کو علم حقیقت کی روشنی سے بھی کوئی حاصل نہیں اندھے کو باوجود علم آفتاب کے سورج کی روشنی سے کیا فائدہ۔ کسی مسلمان کو شریعت کے کسی حکم میں شک وتردد نہ کرنا چاہئے۔ شک وتردد موجب کفر ہے وغیرہ۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ

ہر ایک کا ایک رُخ ہے جسکی طرف وہ مُنہ کرتا ہے سو تم نیکیوں کیطرف سبقت کرو

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ

تم جہاں کہیں ہوگے اللہ تم کو ایک جگہ جمع کر لے گا — بلاشبہ

اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

خدا سب کچھ کر سکتا ہے

تفسیر

گذشتہ آیات میں اتباعِ اہلِ کتاب سے ممانعت کیگئی تھی اس آیت میں اسی کی تائید ہے اور یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جب امرِ حق دلائل قطعیہ سے ثابت ہوجاتے تو پھر اُس میں کسی کی موافقت یا مخالفت کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے کیونکہ کوئی انسان تمام اولادِ آدم کو کسی دنیوی امر میں بھی متفق الرائے اور متحد الخیال نہیں کرسکتا پھر دینی امور میں کس طرح سب ایک نقطہ پر جمع ہوسکتے ہیں۔ ہر شخص کا عقیدہ میل قلبی اور رجحان خاطر جداگانہ ہے ہر قوم وملک کا ایک خاص عقیدہ کی طرف رجحان ہوتا ہے۔ لہذا متفق الرائے کرنے کا خیال دل سے نکال دینا چاہیئے اور دوسروں کی استمالت وخوشنودی مزاج کے لئے عقیدۂ صحیحہ اور اعمال حقہ کی قربانی نہ کرنی چاہیئے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ ہر شخص اور ہر قوم کا رُخ علیحدہ علیحدہ اور جداگانہ ہے تم سب کو متحد الخیال بنانے کی کوشش فضول نہ کرو بلکہ جو نیک باتیں مقصود اصلی ہیں اُن کے اختیار وحصول کی کوشش کرو استقبال کعبہ میں اگر یہ لوگ مخالف ہیں تو ہونے دو کیونکہ استقبال کعبہ مقصود بالذات نہیں بلکہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے جانچنے کا معیار ہے لیکن سب کا مقصود اس سے یہی ہے کہ حکم الٰہی کی فرماں برداری کی جائے لہذا اسمیں جھگڑا اور مخالفت مناسب نہیں اور چونکہ محمد صلعم تمام عالم کے لیے رسول ہیں اور آپکی دعوت تمام مخلوق کے لئے عام ہے اس لئے جو قبلہ آپ کا ہے وہی تمام عالم کا قبلہ ہونا چاہیئے اور یہی فرماں پذیری اور عصیان کیشی کی کسوٹی ہے اس قبلہ سے انحراف بیکار ہے۔ قبلہ مقصود ہی نہیں ہے بلکہ اصل مدعا تو مرضیاتِ الٰہی اور طاعات ہیں لہذا اس میں تردد وشک بیجا ہے بلکہ نیکیاں جہاں پاؤ کماؤ۔

ابن عباس رضی اللہ نے آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ ہر مذہب وملت والے کا ایک قبلہ ہے جسکی جانب وہ اپنا رُخ کرتا ہے اور اسکو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قبلہ وہی ہے جسطرف مسلمان متوجہ ہیں۔

ابو العالیہ نے یہ معنی بیان کیئے کہ یہود کے لیئے ایک جدا قبلہ ہے اور نصرانیوں کا علیحدہ قبلہ ہے لیکن اے امت محمدی خدا نے تم کو ایک خاص قبلہ کی ہدایت کی ہے اور یہی حقیقی قبلہ ہے۔ مجاہد، عطاء، ضحاک، ربیع بن انس اور سدی وغیرہ نے بھی اسی مطلب کی تائید کی ہے۔

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا۔ یعنی یہ اختلاف جہات اور باہمی تفرقہ تو اسی عالم میں ہے ورنہ آخرت میں تو سب کو اللہ تعالیٰ ایک ہی جہت اور ایک ہی روش پر جمع کرکے لے آئیگا۔ تم مجتمع الاجزاء ہو یا متفرق الاجزاء، آسمانی فضاء میں تمہارے ذرات پھیلے ہوئے ہوں یا زمین کی تہ میں منتشر ہوں پہاڑ کی چوٹی پر ہوں یا قعر سمندر کے اندر بہرحال خدا تعالیٰ تم کو حشر میں اکٹھا کریگا اور اُسوقت سب کا قبلہ ایک ہی ہوگا یعنی ذات خداوندی ہی سب کا قبلۂ امید اور مرجع آمال ہوگی۔ اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ جب ذرات مادی قعر سمندر اور فضاءِ آسمانی میں منتشر ہوجائینگے اور انکی صورت نوعیہ بالکل تبدیل ہوجائیگی تو پھر خدا تعالیٰ ان کو کس طرح جمع کرسکتا ہے کیونکہ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ خدا بلاشک وشبہ سب کچھ کرسکتا ہے کوئی چیز اُسکے دائرۂ قدرت سے خارج نہیں لہذا اُسکی توحید والوہیت پر قائم رہو اور اُسکے احکام کی تعمیل کرو۔

مقصود بیان :- امرِ حق کے ثبوت و وضاحت کے بعد کسی کی مخالفت کا خیال نہ کرنا چاہیئے۔ اگرچہ ہر ایک قوم بلکہ ہر مذہب وملت والے کا قبلہ جداگانہ ہے لیکن قبلہ درحقیقت قبلہ نہیں بلکہ قبلہ نما ہے۔ اصل مقصود نیکی کا حصول اور بدی سے اجتناب ہے۔ خدا تعالیٰ کے احاطۂ قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے بعث جسمانی، حشر اجساد، اجتماع فی الحشر، حساب کتاب سزا جزا برحق ہے وغیرہ۔

چند اسرار

آیات مذکورۂ بالا کا جو اصلی مدعا تھا وہ تو ہم سطور بالا میں تحریر کرچکے ذیل میں ہم آیات محولہ کے چند اسرار لکھتے ہیں جنکو نورِ عرفان رکھنے والے انسان اگر مقصود بیان سے تعبیر کریں تو بے جا نہ ہوگا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ہر ایک کی ایک خاص جہت ہے یعنی ہر روح کے واسطے وجود ذات اور حقیقت صفات کی طرف جدا جدا راستے اور طریقے ہیں اور ہر روح کا علیحدہ علیحدہ قبلہ ہے ارواح قدسیہ کی توجہ عین العیان یعنی خالص ذات کیطرف رہتی ہے اور ارواح جلالیہ کا قبلہ خالص صفات ہیں اور ارواح وغیرہ کا رُخ عین القدم کیطرف ہوتا ہے اور ارواح بقائیہ یعنی وہ ارواح جو خود فنا ہوکر

بقاءِ قدم سے باقی ہیں اُن کا مرکزِ توجہ عین الابد ہے اور ارواحِ شائقۂ انوار مشاہدہ کی مشتاق ہیں۔ شوق سے بھری ہوئی روحوں کی توجہ مشاہدۂ انوار پر رہتی ہے اور ارواحِ موانسہ کیلئے جاذب توجہ حسن الصفات ہے اور ارواحِ روحانی کا قبلہ غیب کے باغات ہیں۔

اب انہیں سے ہر روح کی توجہ کا نقطہ علیحدہ ہے اگرچہ تمام ارواحِ رحمانیہ اپنے قبلہ کیطرف قصد کرتی اور الوہیت و صمدیت کے مقام کیطرف کشش رکھتی ہیں لیکن پھر بھی ہر ایک کا مطلع جدا ہے بعض روحیں ازخود رفتہ ہیں (والہات) بعض شوق سے لبریز ہیں (شائقہ) بعض انس سے پُر ہیں۔ (مونسہ) بعض عاشق ہیں بعض اپنی ہستی سے فنا ہیں (فانیہ) اور بعض فنا ہوکر بقاءِ قدم سے باقی ہیں (باقیہ) بعض نشۂ عشق میں سرمست ہیں اور ادب الٰہی کے مقامات مشاہدات اور معاینات کے کشف کے خوف سے اور غیب کے علوم سے باادب ہوکر خوفناک و بیہوش ہیں (ساکرہ) اور بعض اگرچہ شوق و جذب کے نشہ سے فناءِ ہستی کر چکے ہیں لیکن بقاءِ قدم سے باقی رہ کر دوبارہ ہوش میں آگئے ہیں اگرچہ یہ ہوش اپنا ہوش نہیں ہے بلکہ ہوش بالقدم ہے (صاحیہ) لہٰذا ان سب کے مدارج اور مراکزِ توجہ جب جدا جدا ہیں تو

تم کو توحید و تجرید کی استعانت سے سب سے اعلیٰ مقام فناء کیطرف دوڑنا چاہئے اور وہاں پر پہنچنے کی کوشش کرنا چاہئے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ کیونکہ اہل معرفت کی تمام ارواح جنکو عالم صفات کی سیر میسر ہوئی ہے وہ ازلی تقدیر کے موافق ضرور حضور الٰہی میں پہونچینگی اور خدا تعالیٰ سب کو شرفِ حضور عطا فرمائیگا۔ خدا ہر چیز پر قادر ہے لہذا آگے بڑھنے والوں اور ثابت قدم رہنے والوں کو مقامِ استقامت سے بھی بہرہ اندوز کرسکتا ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

اور (اے محمدؐ!) جہاں کہیں سے تم نکلو (نماز میں) اپنا منہ مسجد حرام کیطرف

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۗ

کرلیا کرو کیونکہ یہی بات تمہارے رب کی طرف سے یقینی ہے

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ

اور اللہ تمہارے اعمال سے بیخبر نہیں ہے اور (اے محمدؐ) تم جہاں کہیں سے

خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

نکلو (نماز میں) اپنا رخ مسجد حرام کی طرف رکھنا

الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ

اور (مسلمانو) تم جہاں کہیں بھی ہو (نماز میں) اپنا رخ اُسی کی طرف

شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ

رکھنا تاکہ لوگوں کا تم پر کوئی الزام قائم نہ رہے

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ

مگر اُن میں سے جو لوگ ناحق کوش ہیں سو تم اُن سے خوف نہ کرو بلکہ

اخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

مجھ سے ڈرو اور تاکہ میں تم کو اپنی نعمت بھرپور دوں، اور تاکہ تم ہدایت پاؤ

تفسیر نماز میں کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم خدا تعالیٰ نے تین بار ذکر فرمایا ایک مرتبہ فَوَلِّ وَجْهَكَ الخ اوپر ذکر کردیا گیا۔ دوسری اور تیسری مرتبہ اس آیت میں ذکر کیا گیا یہ تکرار بے فائدہ نہیں ہے بلکہ اس کے تین وجوہ ہیں:۔

(۱) پہلی مرتبہ ذکر کرنے سے تعمیم احوال مراد ہے یعنی ہر حالت میں نماز قبلۂ ابراہیمی کی جانب پڑھنی چاہیئے۔ دوسری بار ذکر کرنے سے تعمیم مکان کی طرف اشارہ ہے یعنی ہر جگہ قبلہ کی طرف رُخ کرنا لازم ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں اقامت کی صورت ہو یا سیر کی۔ وطن ہو یا غیر وطن۔ تیسری بار ذکر کرنے سے تعمیم زمانہ مقصود ہے یعنی ہر زمانہ میں صبح شام ظہر عصر زمانۂ امن ہو یا زمانۂ جہاد بہر حال سمتِ قبلہ ضروری ہے۔

(۲) تحویل قبلہ ایک عظیم الشان حکم تھا اور ابن عباسؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ احکامِ اسلامی میں سب سے اول بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم منسوخ ہوا ہے تو جب یہ حکم ناسخ سب سے پہلی مرتبہ ذکر کیا گیا تو دل میں خیالات و اوہام کا اثر پڑنا فطرت بشری کے مقتضا میں داخل تھا اور توہم ہو سکتا تھا کہ شاید یہ حکم دائمی نہ ہو عارضی ہو چند روز کے بعد پھر بیت المقدس ہی قبلہ قرار پائے۔ اسی بناء پر بہت سے اشخاص کو ایک حیرت ہوگئی اور وہ استعجابی شبہ میں پڑگئے لیکن جن کو خدا تعالیٰ نے قلب سلیم عطا کیا تھا اور نورِ معرفت نے اُنکے مشاعر وجدانیہ کو روشن کر رکھا تھا اُن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل پر یقین کامل تھا مگر پھر بھی اہل کتاب کا اغواء اور ضلالت انگیزی کا سلسلہ برابر جاری تھا اسلئے دوبارہ وہی پہلا حکم دیا تاکہ اہل کتاب کا فتنہ فرو ہوجائے اور ظاہر ہوجائے کہ یہ حکم ازلی ہے اور گزشتہ کتابوں میں بھی مذکور ہے کوئی امر عجیب یا فوق العادت نہیں ہے لیکن اگر کمزور دماغ اور متزلزل ایمان رکھنے والوں کو پھر بھی امر قبلہ میں کوئی خلجان باقی رہ گیا ہو تو اسکے ازالہ کے لئے تیسری مرتبہ وہی حکم دیا تاکہ حتمی صورت میں تحویل قبلہ کا حکم ظاہر ہوجائے اور اہل کتاب کو قطعًا مایوسی ہوجائے کہ اب یہ نبی ہمارے قبلہ کیطرف رجوع نہیں کرسکتے۔

(۳) خدا تعالیٰ نے تحویل قبلہ کا ذکر تین آیات میں فرمایا لیکن ہر مرتبہ اسکی علت علیحدہ علیحدہ اور جداگانہ ذکر کی تاکہ معلوم ہو جائے کہ بیت المقدس سے کعبہ کیطرف پھیر دینے کی مختلف علتیں اور مصالح ہیں اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور انتہائی خواہش پوری کرنے کے لئے اور شان رسالت کے اکرام وتعظیم کے مظاہرہ کے لئے فرمایا قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ دوسری مرتبہ اپنی عادت اور قانون فطرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا اور اسکے ضمن میں نسخ کو مشروع کیا اور امت محمدیہ کے لئے سہولت مہیا فرمائی اور غیب کی خبر دی کہ گذشتہ کتابوں میں بھی یہ حکم مذکور ہے کوئی امر عجیب نہیں ہے۔ تیسری مرتبہ ذکر کرنے کی علت یہ بیان کی کہ مسلمانوں پر تکمیل نعمت ہو جائے اور مخالفین کے لئے کوئی دلیل باقی نہ رہے اور اہل کتاب جو طعن کرتے تھے کہ جس نبی کا گذشتہ کتابوں میں ذکر ہے وہ تو قبلۂ ابراہیمی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیگا اور محمدؐ چونکہ بیت المقدس کی سمت نماز پڑھتے ہیں اسلئے یہ وہ نبی نہیں ہو سکتے جن کی بشارت دیگئی ہے۔ تیسری بار ذکر کرنے سے اُن کے طعن کی بیخ کنی اور دلائل کا ازالہ مقصود ہے اور اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ گذشتہ کتابوں میں جس نبی کا ذکر ہے کہ وہ جامع القبلتین ہوگا وہ یہی نبی ہے اب شک وشبہ کی بالکل گنجائش باقی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں مشرکین کی بیجا حجت کا بھی استیصال ہو گیا۔ مشرکین کہتے تھے کہ محمدؐ اتباع ابراہیمی کے تو مدعی ہیں لیکن قبلۂ ابراہیمی کو چھوڑ کر قبلۂ اہل کتاب کیطرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ نے حکم دیدیا کہ تم قبلۂ ابراہیمی کی طرف رُخ رکھو (بیضاوی) امام فخر الدین رازیؒ نے اس تکرار حکم کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ پہلا حکم اُس شخص کے لئے ہے جو مکہ میں کعبہ کے پاس موجود ہو اور دوسرا حکم اُسکے لئے ہے جو مکہ میں تو ہو لیکن کعبہ سے غیر حاضر ہو اور تیسرا حکم مکہ سے باہر والوں کے لئے ہے۔ قرطبی کہتے ہیں اول حکم اُس شخص کیلئے ہے جو مکہ میں ہو خواہ کعبہ کے پاس ہو یا نہ ہو۔ اور دوسرا حکم غیر ممالک والوں کیلئے ہے اور تیسرا حکم اُن لوگوں کے لئے ہے جو سفر میں ہوں وغیرہ۔

وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ یعنی بیت المقدس سے کعبہ کیطرف رُخ پھیرنا ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے حق ہے کسی قسم کے شک وشبہ کی اسمیں گنجائش نہیں ہے۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ یعنی خدا تعالیٰ تمہارے اعمال وافعال سے ناواقف نہیں ہے تم کو تمہارے اعمال کا ثواب عظیم عنایت فرمائیگا۔ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی تم جہاں اور جس جگہ سے نکلو اور کہیں کو جاؤ اپنا رخ کعبہ کیطرف نماز میں رکھو۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ اور جہاں کہیں ہو جس شہر میں ہو جس ملک میں ہو سفر میں ہو حضر میں ہو بہر حال تم سب استقبال کعبہ کرو۔ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ تاکہ لوگوں کو تمہارے کعبہ کے متعلق یا صحت نبوت میں نکتہ چینی اور خوردہ گیری کا موقع ہی باقی نہ ہے۔ ابن کثیرؒ کے نزدیک لِلنَّاسِ سے اہل کتاب مراد ہیں۔ ابو العالیہ کا قول ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین عرب دونوں فرقے مراد ہیں کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلۂ ابراہیمی کی طرف توجہ کی تو اہل کتاب کہنے لگے کہ پیغمبر اپنے آباؤ اجداد کے مکان اور قوم کے دین کیطرف مائل ہو گیا اور مشرکین کہنے لگے کہ محمدؐ عنقریب ہمارے دین کیطرف بھی رجوع کر لینگے جسطرح ہمارے قبلہ کیطرف رجوع کر لیا۔ یہی قول مجاہد، عطاء، ضحاک، قتادہ، سدی اور ربیع بن انس کا ہے۔ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ہاں جو لوگ ظالم ہیں حق پوشی اور باطل کوشی کرتے ہیں وہ تو بہر حال جھگڑا کئے جائینگے لیکن تم کو اس فضول مکابرے اور جھگڑے کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي یعنی تم کو ان کے طعنوں کا خوف نہ کرنا چاہئے اور نہ اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ یہ تم کو حج وطواف نہ کرنے دینگے بلکہ میری فرماں پذیری مدنظر رکھو اور نافرمانی سے ڈرتے رہو میں ہی نصرت وامداد دیتا رہوں تم کو ان پر غالب کردونگا۔

وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ لہذا تم کو مجھی سے خوف کرنا چاہئے تاکہ میں تمہاری امداد کروں اور اپنی نعمت مکمل طور پر تم کو عطا کروں۔ محی السنۃ نے بروایت سعید بن جبیر بیان کیا ہے کہ مسلمان کے لئے تکمیل نعمت صرف داخلۂ جنت سے ہوگی۔ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں نعمت کاملہ یہ ہے کہ اسلام پر ہی خاتمہ ہو۔ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اور اسلئے بھی تم کو مجھی سے خوف کرنا چاہئے تاکہ راہ راست تم کو ملجائے اور جس معاملہ میں دوسری قومیں کجراہ یا گمراہ ہیں تم اُس ضلالت سے بچ جاؤ۔

مقصود بیان: تحویل قبلہ کا بار بار حکم۔ سفر حضر، وطن، غیر وطن اقامت وسیر میں صبح شام دوپہر سہ پہر ہر وقت کعبہ کیطرف نماز میں رخ کرنے کا ارشاد۔ اعدائے اسلام کی کمزور دلائل کا ابطال اس امر کی تصریح کہ جن سرکش انسانوں کے پاس مقابلہ اور مناظرہ کے وقت کوئی معقول دلیل نہیں باقی رہتی وہ خواہ مخواہ جھگڑا کرتے ہیں لیکن اُن کا جھگڑا بے سود ہے اُس سے کوئی ضرر نہیں پہونچ سکتا۔ غیر اللہ سے خوف کرنے کی ممانعت اور صرف واحد قدوس سے ڈرنے کا حکم۔ مسلمانوں کو تکمیل نعمت کرنیکے بعد منت کش بنانا۔ آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ انسان کی ہدایت اور تربیت اخلاق کیلئے تمام ضروری ذرائع مہیا کرتا ہے لیکن انسان اپنے اعمال سے خود ہلاک ہوتا ہے وغیرہ

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ

(یہ بھی ایسا ہی احسان ہے) جیسا کہ ہمنے تمہارے لئے تمہارے ہی لوگوں میں سے ایک عظیم الشان

اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

رسول بھیجا ہے جو ہماری آیات تمہارے سامنے پڑھتا ہے اور تمکو پاک صاف بناتا ہے اور تم کو قرآن و

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ فَاذْكُرُوْنِيْٓ

شریعت کی تعلیم دیتا ہے اور جن باتوں سے تم ناواقف تھے وہ تم کو سکھاتا ہے لہذا تم میری یاد میں لگے رہو

اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ

میں تم کو یاد رکھونگا اور میرا احسان مانو اور ناشکری نہ کرو

تفسیر مخالفین نے اعتراض کیا تھا کہ شریعت محمدیہ میں نسخ ہوتا ہے جسطرح کہ قبلہ منسوخ ہوگیا - اس شبہہ کا ازالہ خداوند تعالیٰ نے سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ سے لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تک کردیا اور چونکہ تحویل قبلہ کو ایک نعمت قرار دیا اسلئے اُسکے ساتھ دوسری نعمت کی بھی یاد دہانی کی۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جسطرح کعبہ کو قبلہ بنا کر ہم نے تمپر اپنی نعمت کی تکمیل کی اسی طرح یہ بھی ہمارا عظیم الشان اور عدیم النظیر احسان ہے کہ ایک عالی مرتبہ رسول کو تمہارے لئے مبعوث فرمایا اور تمہاری قوم میں سے ہی اُسکو پیدا کیا یعنی اگرچہ تمام انبیاء اولاد اسرائیل سے ہوتے چلے آئے ہیں اور نبوت و حکومت دونوں بطور توارث بنی اسرائیل میں رہی ہیں لیکن اب ہماری عنایت تمہارے حال پر مبذول ہوئی اور نبی مکرم کو ہم نے تمہاری قوم میں سے پیدا کیا - اور اُس نبی نے تمہاری سعادت اور نجات ابدی کے واسطے ہر ممکن ذرائع مہیا کئے - اول تو یہ کہ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وہ تمہارے سامنے ہماری آیات تلاوت کرتا ہے - جو جو نشانیاں تورات میں بیان کی گئی ہیں وہ اُن کا مظاہرہ کرتا ہے اُسکی زبان وحی شریعت ہے وہ تم کو ہدایت کرتا اور حق و باطل کا فرق دکھاتا ہے وَيُزَكِّيْكُمْ دوسرے یہ کہ وہ تزکیۂ نفوس اور تہذیب ارواح کرتا ہے - نجاست بت پرستی - کفر - یہودیت اور شرک نصرانیت سے تم کو پاک کرتا ہے وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور تیسرے یہ کہ تمام نجاستوں اور کثافتوں سے پاک صاف کرکے تم کو زیور اخلاق سے آراستہ کرتا ہے قرآن و حدیث کی تعلیم دیتا ہے - فرائض شناسی اور ادائگی حقوق سکھاتا ہے - تمہارے اخلاق پاکیزہ - عادات مستقیم کرتا اور اقوال و افعال و اطوار میں راستی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے خود مجسمۂ اخلاق بنکر تم کو بھی پیکر تہذیب بناتا ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ اور بالآخر تمہاری ہدایت تجلیہ تزکیہ اور تحلیہ کرکے تم کو ایسی چیز سکھاتا ہے جسکا تم کو علم نہ تھا - ان تمام مدارج کو طے کرا کے نورِ معرفت سے تم کو روشن کر دیتا ہے لہذا مقتضائے عقل یہی کہ جب ہیں نے تم کو ایسے نبی کے وجود گرامی سے سرفراز کیا جس سے تم کو سعادت دارین حاصل ہوئی تو تمہارا فرض ہے کہ فَاذْكُرُوْنِيْٓ میری یاد کرو زبان سے میری تسبیح تحمید تہلیل تکبیر کرو، اور کتاب کی تلاوت کئے جاؤ اپنے تمام لطائف باطنیہ اور اندرونی قوی کو میری طرف متوجہ رکھو اور اتنی محویت حاصل کرو کہ اپنے نفوس کو بھی بھول جاؤ - نیز اپنے ہاتھ پائوں اور دیگر اعضاء کو میرے اوامر و نواہی پر کاربند رہنے میں مصروف رکھو - اَذْكُرْكُمْ - اگر تم ایسا کروگے تو میں بھی تم کو ثواب عطا کرونگا - اپنا نورِ تقدس تم پر فائض کرونگا اپنی رحمت تم پر نازل کرونگا اور اپنے قرب میں تم کو جگہ عنایت کروں گا۔

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ اور میری ان تمام نعمات کا زبان دل اور اعضاء سے شکریہ ادا کرو - عصیان کوشی اور نافرمانی کرکے کفران نعمت نہ کرو۔

مقصود بیان : - مؤمنین کو ذکر شکر اور تفکر کی ہدایت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان اور علو مرتبہ کا اظہار - مومنین عرب کی فضیلت کی طرف اشارہ - اس بات کی طرف ایک خاص تلمیح کہ نبی کا مبعوث کرنا انسانوں پر خدا تعالیٰ کا مخصوص احسان ہے اگر انبیاء نہ ہوتے تو انسان کو ہدایت حاصل نہ ہوتی - آیات میں اس بات کی طرف بھی ایک لطیف کنایہ ہے کہ انسان کو پہلے اپنے نور عقل اور چشم بصیرت سے باطل و حق میں امتیاز کرنا چاہیئے - پھر باطل پرستی کی تمام نجاستوں اور کثافتوں کو آئینۂ دل سے صاف کر دینا چاہیئے - اسکے بعد قرآن و حدیث کا اتباع کرکے روح کی جلاء کرنی لازم ہے تاکہ اخیر میں نورِ معرفت اور آفتاب احدیت کے قبول پرتو سے وہ منور ہوجائے گویا یہ انسان کی تربیت روحانی کے تدریجی مراتب ہیں کہ پہلے انسان گمراہی کو چھوڑتا ہے ممنوعات اور امور منکرہ سے کنارہ کش ہوتا ہے پھر امور حسنہ اور اخلاق فاضلہ سے اپنے نفس کو آراستہ کرتا ہے اور بالآخر اُس کا اصلی مدعا یعنی آفتاب قدس کی جلوہ ریزی اُسکو حاصل ہوجاتی ہے - آیت میں اُنلوگوں کی تردید ہے جو یہ رائے رکھتے ہیں کہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب والے بھی سعادت روحانی حاصل کر سکتے ہیں یا مسلمان شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بھی شاہد تقدم سے ہمکنار ہو سکتے ہیں - یہ صراحتہً گمراہی ہے - کوئی شخص بغیر اتباع قرآن و حدیث کے فلاح و سعادت نہیں پا سکتا اور نہ اُسکے دل پر نورِ معرفت کی ضیاء پاشی ہو سکتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ

مسلمانو (مصیبت کے وقت) صبر اور نماز سے

وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

مدد لو کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کا حامی ہے

تفسیر گذشتہ آیت میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کیا تھا اور اپنے اُس خصوصی احسان کا ذکر فرمایا تھا جو بعثتِ رسول کی شکل میں ظاہر ہوا تھا اور پھر اُس پر شکر کرنے اور کفرانِ نعمت نہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور اوامر و نواہی کی پابندی بغیر تکلیف برداشت کئے اور بدون نفسانی و مالی قربانی کے مکمل طور پر نہیں ہو سکتی اور اس قسم کے بارگراں کو برداشت کرنے کے لئے کوئی سہارا بھی ہونا چاہئے جسکی اعانت سے اس بارگراں کا تحمل آسان ہو جائے اور قوم و ملت کی عزت برقرار رہے اسلئے آیت مذکورہ میں صبر و صلوٰۃ کا حکم دیا گیا۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! صبر کرو جو اوامر الٰہی ہیں اُنکو بجالاؤ اگرچہ تم کو اُنکے اختیار کرنے اور بجالانے میں بڑی بھاری مشقت اور درد و تکلیف برداشت کرنی پڑے۔ خواہشات نفسانی کو روک کر عفت حاصل کرو۔ فضول چیزوں کی خواہش ترک کر کے زہد و قناعت اختیار کرو اور انتقام سے اپنی طبیعت کو روک کر صفتِ حلم پیدا کرو۔ راز داری اور متانت کو حاصل کرو۔ بھوک پیاس اور مرغوباتِ نفس کے ترک کا اپنے کو خوگر بناؤ اور نماز بھی ادا کرو۔ اس سے بندہ کو خدا سے تقرب ہو جاتا ہے روح منور ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے گناہ سے انسان کنارہ کش ہونے لگتا ہے۔ یہی باتیں تم کو اطاعت رسول کا پابند بنا دینگی اور انہی کی مدد سے تم احکام شریعت پر عمل پیرا ہو جاؤ گے۔ صبر و صلوٰۃ کے متعلق ہم ذیل میں چند احادیث نقل کرتے ہیں جن سے آیت کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

ابن کثیر کا قول ہے کہ بندہ کو اگر نعمتِ الٰہی ملے تو شکر کرنا چاہئے نہ ملے تو صبر ضروری ہے اور نماز تمام خصائل خیر خصوصاً شکر اور صبر کو جامع ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مؤمن کی خوب حالت ہے خدا تعالیٰ اُسکے لئے جو حکم جاری فرماتا ہے اُس میں اُسکی بہتری ہی ہوتی ہے۔ اب اگر اُس کو خوشی حاصل ہوئی اور اُس نے شکر کیا تو اُسکو ثواب ملیگا اور اگر خلاف مرضی کوئی بات پیش آئی اور اُس نے صبر کیا تب بھی ثواب ملے گا۔ حدیث میں نماز کو معراج المؤمنین فرمایا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مہم در پیش ہوتی تو بہت جلد نماز کیطرف رجوع فرماتے۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ؁ یہ گذشتہ کلام کی علت ہے یعنی اے مسلمانو! صبر و صلوٰۃ سے دفع مصیبت اور حصول عافیت کے خواہاں بنو کیونکہ صبر کرنے والوں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ جو لوگ جہاد بدنی اور مقابلہ نفسانی کرتے ہیں، اعدائے ظاہر و باطن کے دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے نفس کو اُن چیزوں پر روکتے ہیں جو نفس پر شاق گذرتی ہیں خواہ اوامر کی پابندی ہو یا نواہی سے اجتناب بہر حال خدا کی توفیق اُن کے شامل حال ہوتی ہے خدا اُن کو مدعا میں کامیاب کرتا ہے۔

مقصود بیان:۔ آیت میں اس طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ کافروں سے جہاد کرنے کی بہ نسبت نفسانی مجاہدہ بہت سخت ہے طاعاتِ الٰہی کو بجالانا اور ممنوعات سے پرہیز رکھنا جہاد اکبر ہے اس مفہوم کو لفظ صبر و صلوٰۃ سے ادا کر دیا۔ آیت مذکورہ اس بات کو بھی واضح کرتی ہے کہ جو شخص کوشش کرتا ہے قوت شہوانی و غضبی کو زیر کر کے عقل سے کام لیتا ہے خدا بھی اُسکو کامیاب کرتا ہے۔ ایک امر یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کسب اور تحمل مشقت کامیابی کی کنجی ہے دنیوی مقاصد ہوں یا دینی قربانی کے بغیر کسی مقصود کا حصول نہیں ہو سکتا۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور جو لوگ راہِ خدا میں مارے جائیں اُن کو مُردہ

اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

نہ کہو وہ تو زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے ہو

تفسیر جنگ بدر میں چودہ مسلمان جنمیں سے چھ مہاجرین اور آٹھ انصاری تھے شہید ہو گئے۔ لوگوں نے اُن کا نام لے لیکر کہنا شروع کیا کہ فلاں فلاں شخص مر گئے اور دنیوی نعمتیں اُن سے چھوٹ گئیں اُسوقت آیت مذکورہ نازل ہوئی (معالم) گذشتہ آیت میں جہاد اکبر یعنی صبر و صلوٰۃ کا حکم تھا۔ اس آیت میں شہداء کی اخروی کامیابی بیان کرتے ہوئے جہاد اصغر یعنی مقابلۂ کفار کی ترغیب دی جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ شہداء کو مُردہ نہ کہو کیونکہ وہ زندہ ہیں قرب الٰہی اُنکو حاصل ہے عرش رحمٰن کے نیچے اُنکے مسکن ہیں جو مراتب اُنکے ہیں کسی دوسرے کے ہو نہیں سکتے۔ جب اُن کو اس قسم کی حیات ابدی حاصل ہے تو درحقیقت زندگی اُنہی کی زندگی ہے۔ ہاں کفار و مشرکین جن کی روحوں کو مرنے کے بعد عذاب دیا جاتا ہے اور طرح طرح کی تکالیف اُن کو برداشت کرنی پڑتی ہیں مُردہ درحقیقت یہ ہیں اور انہی کو میت کہا جا سکتا ہے کیونکہ دنیوی عیش و آرام اور راحت و آسایش بھی چھوٹی اور آخرت میں بھی چین نصیب نہ ہوا باقی جن لوگوں کو اس فانی عیش کے بعد نعمت عظمیٰ لازوال زندگی اور جلوۂ قدرت کی ضیا اندوزی حاصل ہوئی وہ مُردہ نہیں ہو سکتے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ یعنی درحقیقت شہداء زندہ ہیں عالم برزخ میں اُن کو پیکر نورانی اور لباس قدسی عطا ہوتا ہے۔ ہر قسم کی لذت نعمت اور راحت اُن کو میسر ہے لیکن اُن کی حیات جاودانی کو تمہاری یہ آنکھیں اور یہ حواس محسوس نہیں کر سکتے جو اجسامِ کثیفہ کے احساس کے لئے مخصوص ہیں اور اس سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔

مقصود بیان:۔ شہداء کی حیات جاودانی کی تصریح۔ اس

امر کی تصریح کہ اس مادی زندگی سے برتر ایک اور لازوال زندگی ہے جو شہدار کو میسر ہے۔ شہدار کی حیات ابدی کا احساس وشعوران کثیف حواس سے نہیں ہوسکتا کیونکہ ظلمت و نور میں بُون بعید ہے۔ جہاد اکبر و اصغر کی ترغیب۔ نورِ معرفت حاصل کرنے اور عشق کی تلوار سے اپنے نفس کی قربانی کرنے کیطرف اشارہ شہدار (خواہ بدنی ہوں یا نفسانی) کے واسطے ہر قسم کی لذت، نعمت، آرام، عیش، قربِ الٰہی اور نورِ قدس کے حصول کا اعلان وغیرہ۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ

اور یقیناً ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مالی و جانی نقصان اور

وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَ

پھلوں کی کمی (کی تکلیف سے) تمہاری آزمائش

الثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ إِذَا

کریں گے مگر (اے محمد) ایسے صابر لوگوں کو خوشخبری سنادو کہ جب

أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا

اُنپر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو بلاشبہ اللہ ہی کے ہیں اور

إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۗ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ

اُسی کی طرف بالآخر جانیوالے ہیں انہی لوگوں پر انکے پروردگار کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۗ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

صد آفریں اور رحمت ہے اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں

تفسیر گذشتہ آیات میں صبر کا حکم اور اُسکے نتائج و فوائد بیان کئے گئے تھے یہاں اطلاع دی جاتی ہے کہ ضرور تم کو دولتِ صبر سے بہرہ ور کیا جائیگا اور تم کو طرح طرح کے مصائب برداشت کرنے پڑینگے یہ پیش گوئی اور آیندہ کے متعلق خبر اسلئے دی جارہی ہے تاکہ مسلمانوں کو تسکین خاطر اور اطمینان حاصل ہوجائے تاکہ آئندہ مصائب کے برداشت کرنے کیلئے وہ دلیری اور جرأت کے ساتھ تیار ہوجائیں اور راہِ ثبات سے ان کے قدم نہ ڈگمگانے لگیں ارشاد ہوتا ہے کہ:۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۔ آیندہ ہم ضرور تمہاری آزمائش کرینگے اور مطیع و نافرمان کو علیحدہ علیحدہ کرنے کے لئے کسی قدر مخالفین اور اعدار کے خوف میں بھی مبتلا کرینگے۔ قحط سالی بھوک پیاس نقصان مالی امراض جسمانی مرگ اولاد و اعزہ۔ پیداوار ارضی اور ثمرات باغات کی تباہی وغیرہ بھی تم کو پیش آئیگی۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے جو مصائب ہوسکتے ہیں خواہ دشمنوں کی ضرر رسانی یا دوستوں کی کمی یا جسمانی تکالیف یا اولاد و اعزہ کی موت یا نقصان مالی سب چیزیں تم کو پیش آئینگی لیکن نعمتِ آخرت اور ثواب الٰہی کے مقابلہ میں ان کی کوئی وقعت نہیں بلکہ حیاتِ ابدی کی نعمتوں کے مقابلہ میں یہ بالکل ہیچ اور بیمقدار ہیں۔ امام شافعی رح نے فرمایا ہے خوف سے مراد خدا کا خوف ہے۔ بھوک سے مراد رمضان کے روزے نقصان مالی سے مراد زکوٰۃ و صدقات نقصان جان سے مراد امراض اور نقصان ثمرات سے مراد اولاد کی موت ہے کیونکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد انسان کے دل کا پھل ہوتی ہے (معالم)

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ یعنی جو شخص مذکورہ تپاؤ کے بعد کھرا نکلیگا اور چھوٹے بڑے دُکھ پر صبر کریگا اُسکو دنیوی کامیابی نیک نامی فتح و ظفر اور حیات جاودانی کی خوشی حاصل ہوگی۔ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ یہ صبر کرنے والوں کا بیان ہے یعنی جو شخص بڑی یا چھوٹی مصیبت اور مذکورہ بالا آزمائش میں ثابت قدم رہے اور مصیبت نازل ہونیکے وقت زبان سے بھی اس بات کا اقرار کرے کہ سب کچھ خدا نے ہی دیا تھا ہماری ہستی بھی خدا کا انعام ہے اور بالآخر رجوع بھی ہمارا اُسی کی طرف ہوگا اور دل سے بھی یقین رکھے کہ ہم سب اپنے پروردگار کیطرف جانے والے ہیں اور دماغ سے بھی اس امر کا تصور کرے کہ یہ تمام نعمتیں خداداد ہیں جو نعمتیں خدا نے واپس لے لی ہیں وہ باقی ماندہ نعمتوں کے مقابلہ میں بہت کم ہیں تو ایسے لوگ دنیا و دین میں کامیاب ہوتے ہیں اور دنیوی فتح و ظفر کے ساتھ ساتھ سعادت آخرت سے بھی ہمکنار ہونگے۔ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ یہ خوشخبری کا بیان ہے یعنی ایسے لوگوں پر خدا کی گوناگوں رحمتیں اور نعمتیں نازل ہوتی ہیں اور اُس کا لطف و احسان اُنکے شامل ہوتا ہے وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ یہ صابروں کو بیخوف کرنے کیلئے فرمایا یعنی صبر کرنیوالے اشخاص راہِ راست پر ہیں توفیق الٰہی انکے شامل حال ہے دنیا میں بھی اس راہ مستقیم پر چل کر یہ فتح و ظفر اور کامرانی سے ہم آغوش ہونگے اور آخرت میں بھی اسی طریق مستقیم سے جنت میں پہونچ جائیں گے اور عذاب الٰہی سے محفوظ رہیں گے۔

مقصود بیان:۔ استقامت دینی اور ثابت قدمی کی ترغیب۔ کوشش محنت اور تحمل مصائب کی ہدایت۔ صبر اور برداشت تکالیف کے ساتھ ظفر و کامرانی کی وابستگی۔ بے صبری بُزدلی اور جزع و فزع کی ممانعت مبدأ و معاد اور نعمات الٰہی میں غور و خوض کرنے کا حکم اور اس بات پر یقین رکھنے کا ارشاد کہ عالم ہستی کی تمام نعمتیں دینے والا اور پھر واپس لینے والا

سیرۃ معاویہ

حضرت معاویہ رضؓ بنی امیہ کے مہتم بالشان خلیفہ کی پرشکوہ لائف اور تاریخ قرن اول اسلام کا ایک درخشاں ورق

اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب

کاتب وحی اور برادر نسبتی رسول عربی کی اردو زبان میں مکمل سوانح عمری آج پہلی مرتبہ دفتر رسالہ مولوی نے شایع کی اس سے پہلے حضرت امیر معاویہ کے اس قدر مفصل حالات کسی کتاب میں یکجا شایع نہیں ہوئے یہ تاریخ اسلام کا نادر الوجود صحیفہ ہے اس میں شہادت حضرت عثمان سے لیکر وفات حضرت معاویہ بڑی تفصیل سے اسلام اور اسلام کی اشاعت اور فتوحات اسلامیہ کے حالات ہیں اور اسی کتاب سے امت مرحومہ کی اب انکی اور زبان کا من وعن حال ملتا ہے۔ ہم جناب مولانا محمد لطیف احمد صاحب برادر کا ممنون ہیں کہ جنہوں نے صد ہزار مطالعہ کے بعد یہ بیش بہا کتاب لکھی ہے اور بہت غیر جانبدارانہ انداز میں بالکل مورخانہ حیثیت سے تالیف فرمائی ہے اور فی الحقیقت بڑی بیش بہا کتاب ہے اس کتاب میں ابتدائے اسلام کی مقبولیت کی کافی تصریحات ہیں آج دنیا جس نظم ونسق مملکت پر نازاں ہے ہمارے اس شاندار خلیفہ نے اپنے تیرہ سو برس پہلے اس سے بہتر انتظام سلطنت کیا تھا تین سو چالیس صفحہ کی کتاب ہے مجلد ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ مجلد کا ہے۔ محصول ڈاک کیمت سے علیحدہ ہے۔ دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی سے طلب فرمائیے۔

الفاروق

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیات

مورخ اعظم علامہ شبلی کی مشہور و مقبول عام کتاب جلالکھوں سے زیادہ چھپ چکی ہے اور ابتدا میں اسکی قیمت تین روپے سالہا سال رہی یہ حمیدیہ پریس کا کارنامہ ہے کہ اس نے ایسی اہم کتاب جو تہائی قیمت پر فروخت کی یہ تین سو چار صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف بارہ آنے محصول ڈاک علاوہ ارزاں قیمت پر اتنے صفحات والی الفاروق حمیدیہ پریس دہلی ہی سے مل سکتی ہے

قیمت ۱۲
حمیدیہ پریس دہلی سے منگائیے

دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی سے منگائیے

کتاب الاسلام

اسلامی معلومات کی اردو زبان میں سب سے بڑی کتاب جسمیں تمام مسائل کے علاوہ عقلی دلائل سے اسلام کو تمام مذاہب پر برتر ثابت کیا ہے بہت اچھے کاغذ پر چھپی ہے بارہ سو صفحات کی مجلد چرمی کتاب ہے اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہر سال اس کا ایک ایڈیشن ختم ہوتا ہے اور سند یہ ہے کہ سرحد کے عالم و فاضل دیندار بادشاہ چترال نے باوجود اردو زبان نہ جاننے کے پسند فرمایا ہے اور متعدد جلدیں اپنے کتبخانہ کے لئے منگائیں اور صوبہ سرحد میں تقسیم بھی کیں قیمت مجلد للعہ محصول ڈاک ۱۲/

بہشتی زیور مدلل محشی جلد

یہ فقہ حنیفہ کا پورا نصاب ہے اسکے گیارہ حصے ہیں (۱) الف بے اور کچھ عقائد (۲) وضو طہارت اور نماز کے مسائل حصہ ۳ زکوٰۃ حج قربانی حصہ ۴ طلاق نکاح مہر نان عدت وغیرہ حصہ ۵ معاملات حقوق معاشرت نذ جین۔ حصہ ۶ اصلاح باطن تہذیب و اخلاق حصہ ۷ اصلاح رسوم مروجہ شادی و غمی حصہ ۸ نیک بیویوں کی حکایتیں حصہ ۹ ضروری اور مفید علاج حصہ ۱۰ دنیاوی باتیں حصہ ۱۱ مردوں کے لئے خاص خاص مسائل یہ سب ایک جگہ مجلد ہیں ضخامت ۹۶۰ صفحات قیمت مجلد چرمی دو روپے محصول ۱۲/

آداب عبادت

انسان کا ہر کام اگر وہ خدا کے بتائے ہوئے طریقہ پر کیا جائے تو عبادت ہے اور عبادت وہی مقبول ہے جب اسکے آداب کے ساتھ کیجائے یہ کتاب حضرت امام غزالی کی کتاب کا ترجمہ ہے اور اس میں حسب ذیل ابواب ہیں علم کا منشا آداب عبادت آداب طہارت آداب نماز رہنے سہنے کے آداب گناہوں سے بچنا اعضا کے گناہ دل کے گناہ کن کن فضائل کا مسلمان میں ہونا ضروری ہے یہ اس قدر ضروری کتاب ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے۔ ضخامت ۲۴۰ صفحات۔ قیمت چار آنے۔

اسلامی مسائل

یہ تین سو صفحہ کی مجلد کتاب ہے اور فقہ اسلامی کی سب سے بڑی مستند کتاب ہے امام محمد یوسف خلیفہ امام ابو حنیفہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا آسان ترجمہ سلیس اردو میں ہے یہ کتاب ام الفقہ کہلاتی ہے اور جس قدر فقہ کی کتابیں ہیں وہ سب اسی سے ماخوذ ہیں اس میں طہارۃ نماز روزہ حج زکوٰۃ نکاح طلاق حقوق آداب معاشرت بیع و شری لباس دیوانی و فوجداری مذہبی قوانین زراعت تجارت و حکومت غرضکہ کوئی شعبہ حیات ایسا نہیں ہے جس کے متعلق کوئی نہ کوئی شرعی حکم اس کتاب میں نہ ہو قیمت ۱۲/

قرآن وحدیث کی دعائیں

علامہ مولوی سید نذیر الحق صاحب مصنف کتاب الاسلام کی جدید کتاب جسمیں دعا کی حقیقت دعا کی فضیلت پیغمبروں کی دعائیں اور ان کے اثرات آداب دعا استجابت دعا کی مختلف حکایتیں قبول ہونے کے اوقات آثار قبولیت دعا مستجاب الدعوات لوگوں کے حالات اسم اعظم دعا قبول ہونے والے کلمات قبولیت دعا کے طریقے سورہ فاتحہ حقیقت دعا یہ سب مضامین بڑی وضاحت سے ۲۶ صفحات میں ہیں اور ۴۶ صفحوں میں قرآن پاک کی مترجم دعائیں اور فی احادیث ہیں۔ قیمت ۸/ محصول ۲/

دوائیں اور دعائیں

یہ دو کتابیں ہیں اور دونوں دو صاحب باطن حکما و فقرا کے مجربات المجرب ادعیات و ادویہ کا خاص ذخیرہ ہے بالکل اتفاق کہیئے یا مولوی کی ملی خدمات کا اثر کہ یہ دونوں حضرات اپنا بیش بہا گنجینہ مجھے دینے پر رضامند ہو گئے اور میں بہتر سے بہتر چیز ناظرین مولوی کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں چنانچہ یہ دونوں کتابیں بھی حرز جان تصور فرمایئے یہ غیبی امداد سمجھ لیجئے خدا نے چاہا تو اس کا کوئی وظیفہ اور نسخہ ناکارہ ثابت نہ ہو گا۔

دونوں کی قیمت ۸/ محصول ۶/

اوراد و وظائف

جہانیاں جہاں گشت جب ہر طرف سے مایوسی ہو جائے اور دنیا کے اسباب شکستہ ہو جائیں تو انسانی ہستی ایک دوسری طرف رجوع کرتی ہے اسی کا نام اوراد و وظائف ہے یہی انسانی ایمان کا آخری زینہ ہے یہیں سے وہ شاہراہ ملتی ہے جسمیں بجز انسان اور شہنشاہ زمان سب یکساں ہیں فقرا کی کرامات انہی اوراد میں مضمر ہے ان میں بہت خصوصیت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے وظائف کو ہے جو بہت نایاب ہیں پورے جہان کا گشت کر کے لکھے ہیں۔

قیمت دس آنے محصول ۶/

تسخیر القلوب

کیا کوئی دل ہے جس پر آپ قابو چاہتے ہیں وہ کوئی دل ہو کسی کا ہو عورت کا ہو مرد کا ہو بچہ کا ہو حاکم کا ہو دوست کا چھوٹے کا ہو بڑے کا ہو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ آپ اس پر قابو حاصل کر سکیں گے اگر آپ ہم سے تسخیر القلوب منگا کر جو اس میں لکھا ہے اس کے عامل بن جائیں احباب کا مسخر کرنا زن و مرد کا مطیع کرنا آقا اور افسر پر قابو پانا مقدمات کا اپنے حسب منشا فیصلہ کرنا اس کتاب کے عامل کے لیے معمولی بات ہے یہ ایک نہایت موثر کتاب ہے چھٹا ایڈیشن

قیمت ۶/ محصول ۶/

وعظ سعید

یہ وعظ کی بےنظیر کتاب ہے جو حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی مرتبہ ہے اس میں ایک سلسلہ وعظ ہے جس میں تمام امراض روحانی حرص و حسد اور دنیا طلبی چوری تہمت بدگمانی بخل طمع ظلم غصہ غماری زبان زنا بداملت غرضکہ ترتیب وار تمام نقائص انسانی کے متعلق مواعظ اور دینداری اسی طرح انعام الہی و برکات ایزدی کے مواعظ کثیر ہیں اگر اس کتاب کو منگا کر اس کتاب کو منگا کر اپنے محلہ قصبہ یا گاؤں کے مسلمانوں کو جمع کر کے ایک وعظ بیان کر دیا جائے تو پھر کسی واعظ کی ضرورت نہ رہے قیمت عہ

مقالات غوث الاعظم

سیدنا غوث الاعظم کے ارشادات و مقالات کی اہمیت حضور کے معتقدین کے لیے جس قدر اہم ہے اور جس قدر قابل تقلید ہے اس کا اقتضا یہ ہے کہ ان تعلیمات و ارشادات کو ہر مسلمان کے گھر تک پہنچا دیا جائے کہ حضور کی شخصیت کا اندازہ ہو اور یہ حضرت غوث پاک کے مواعظ منگا کر پڑھیئے یہ فتوح الغیب کا اردو ترجمہ ہے غوث الاعظم کے معتقدین ہی کے لئے نہیں بلکہ ہر مسلمان کیلئے سرمایہ دینداری ہے اور وہ شخص جو اپنے قلب کو علائق سے پاک کرنا چاہتا ہے اپنے میں فوری انقلاب دیکھ سکتا ہے۔ قیمت ۸/ محصول ۶/

مقالات غریب نواز

ابتدا میں ملک المشائخ سلطان الاولیا حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی سوانح عمری ہے اس کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی مؤلف ہے اور حضرت خواجہ کاکی اور خواجہ اجمیری کے تعلق کا تذکرہ پھر خواجہ کاکی کا روزنامچہ ہے جس میں حضرت اجمیری کی مجالس حسنہ کے حالات قلمبند کیے ہیں یا یوں سمجھیے کہ خواجہ اجمیری کے ۲۷ معارف و مقالات ہیں اور اس میں عجیب غریب عارفانہ حقائق ہیں اور عبادت تعلقات معاملات ہر چیز پر بصیرت افروز تبصرہ ہے جس پر روح وجد کرنے لگتی ہے۔ قیمت ۶/ محصول ۶/

مقالات غزالی

امام الاتقیا شیخ الاصفیا حضرت امام محمد غزالی کے حالات اور انکی سوانحیات آپ طریقت کے امام اور صوفیائے کرام اور صاحب باطن فقرا کے تاجدار ہیں ظاہر ہے کہ آپ کے مقالات اور آپ کی تعلیمات کس درجہ موثر اور پر کیف ہوں گی پھر جس کتاب کے مؤلف علامہ شبلی نعمانی ہوں اس کی اہمیت کا اندازہ تو مؤلف کے نام ہی سے ہو سکتا ہے یہی وہ کتاب ہے جو دوسرے کتب خانوں میں عہ کو ملتی ہے لیکن ہمارے ہاں سے ۶/ میں ملتی ہے۔ محصول ڈاک بھی ۶/

یہ سب کتابیں دفتر رسالہ مولوی و حمیدیہ پریس دہلی

تفسیر ام الکتاب

الحمد شریف کی تفسیر مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم اسی سے شروع ہوتی ہے کوئی مسلمان ایسا بدنصیب ہوگا جس کے یہ سورت یاد نہ ہو، لیکن آپنے یہ سوچا بھی کہ اسمیں کیا کیا معارف ہیں اسی کتاب میں الحمد شریف کے متعلق اس قدر بیانات ہیں کہ پورے دو سو صفحے بھر گئے ہیں اولیاء اللہ کی وہ وہ حکایتیں اور نکات لطیفہ ہیں، کہ آپ وجد میں آجائیں گے حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی لکھی ہوئی حنفیہ عقائد کی آئینہ دار ہے اور اسمیں صدہا اعمال بھی ہیں ۲۰۰ صفحات کی مجلد کتاب ہے قیمت مجلد بارہ آنے محصول ۴ر

تفسیر سورہ اخلاص

یہ حضرت مولانا احمد سعید صاحب مولف آثار سعید کی جدید تالیف ہے اور بے سستی کتاب ہے اسمیں حسب ذیل مضامین ہیں، فضائل تعوذ فضائل بسم اللہ وظائف بسم اللہ اور سورۂ اخلاص کا سبب نزول آغاز سورۂ اخلاص تفسیر حروف ہو اللہ احد، نماز و معراج کا بیان لفظ صمد کی تعریف وظائف اللہ الصمد اور طریقہ زکوٰۃ فضائل سورۂ اخلاص مع عملیات اور تفسیر سورۂ اخلاص کے سلسلہ میں بہت سی حکایات سلف صالحین بھی ہیں، اور نماز کے سلسلہ میں اہم معلومات ہیں ۲۲۴ صفحات قیمت ۸ر محصول

تفسیر لبست سورہ

نماز پڑہتے ہیں، خدا کی حضوری میں پانچ وقت حاضر ہوتے ہیں، مولا سے راز و نیاز ہوتے ہیں لیکن یہ کہیں خبر نہیں ہوتی کہ ہم نے کیا کہا اور اُنہوں نے کیا سنا، مقررہ ترکیبیں کہیں منہ پر ہاتھ پھیرے مصلی تہ کیا، نماز ہی ختم ہو گئی چونکہ پڑہی جاتی ہیں یہ انکی تفسیر ہے تفسیر پڑہنے کے بعد نماز میں لطف آجائیگا، کیونکہ ہر وہ لفظ نماز پڑھ میں ذہن نشین ہوگا جو اس کتاب میں ہے واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپکی نماز نماز ہو تو پھر یہ لبست سورہ ضرور منگائیے ، ۱۱۲ صفحے اور قیمت صرف چھ آنے محصول ۲ر

تفسیر اعوذ باللہ

یہ کتاب تاریخ شیطان بھی ہے اور شیطان کی سوانح عمری بھی ہے اسمیں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کی تفسیر نہایت وضاحت کیساتھ درج ہے شیطان کے بارے میں قرآن شریف کے اندر جسقدر آیات ہیں انکی تفسیر اور معانی کا بیان شیطان کی نالفت، آدم کی تخلیق شیطان کی دشمنانہ قوت شیطان کی مکاریاں تخلیق آدم سے تا ایندم اسمیں بہت تفصیلی حکایات ہیں، جن سے مطلب عام فہم ہوگئے ہیں اور آنحضرت اور صحابہ کے اقوال سے بیان کو ایسی دلچسپی دی گئی ہے جس سے خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، قیمت مجلد دس آنے محصول ۲ر

نماز کے پورے مسائل

آپ کو ایک ہی جگہ کسی کتاب میں مل سکتے ہیں تو وہ صرف **رکن دین** ہے جس کے پڑہنے سے نماز کی ذرہ ذرہ کیفیت معلوم ہو جاتی ہے اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی ایسا نہیں جو کہ اس کتاب میں نہ ہو، غرضکہ نماز پڑہنی ہے تو یہ کتاب بھی منگائیے ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد آپ نماز کے ہر بڑے چھوٹے مسئلہ سے واقف ہو جائیں گے کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ہر سال دس ہزار چھپتی ہے، یہ اڈیشن پھر مصنف نے بعد نظر ثانی چھپوایا ہے۔ ۵۰ صفحات کی مجلد کتاب ہے مجلد دس آنے محصول ۲ر

نماز کی پانچ کتابیں

یہ کتابیں زمانہ حاضرہ کی ذہنیت اور مذہبی بیگانگی کو مدنظر رکھکر لکھوائی گئی ہیں، اور اس قدر مقبول ہوئی ہیں کہ سال بھر میں دو اڈیشن نکل جاتے ہیں، (۱) نماز کی حقیقت و فلسفہ عجیب و غریب کتاب (۲) ترغیب نماز اسمیں نمازیوں اور بے نمازیوں کی جزائیں اور سزائیں ہیں (۳) نماز دنکی کتاب اسمیں تمام نمازوں کی ترکیب ہے (۴) نماز اور مسائل جمعہ اسمیں جمعہ کی نماز کا پورا بیان ہے (۵) نمازیوں کی کہانیاں یہ کتاب پڑھ کر نماز پڑہنے کی خوب ترغیب ہوتی ہے، پانچوں کی قیمت صرف ایک روپیہ، محصول ۲ر

نماز کے عملی فائدے

نماز پڑہنا بظاہر خدا کے حکم کی پابندی ہے لیکن بباطن اس کے ہزاروں فوائد پنہاں ہیں جو ایک انسانی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیتے ہیں اس کتاب کو پڑھ لینے کے بعد آپ حیرت میں رہ جائیں گے، کہ نماز اچھے انسانوں کی اچھی ضرورتوں کو کس حد تک پورا کرتی ہے اس کے علاوہ اس کتاب میں ہر ضرورت کی علیحدہ نماز درج ہے اور بتلایا گیا ہے کہ نماز ہی حل مشکلات ہے اور تنہا نماز ہی سے دینی و دنیاوی فائز المرامی نصیب ہوتی ہے ایک جدید الخیال مصری عالم کی کتاب ثمرة الصلوٰة کا اردو ترجمہ سو صفحات قیمت صرف چھ آنے

خاموش تبلیغ

یہ واقعی خاموش تبلیغ ہی ہے یہ حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمیعۃ علمائے ہند نے ایک قصہ کے پیرایہ میں لکھی ہے، گویا یہ مولانا ممدوح کے چند مواعظ کا مجموعہ ہے جمیں رسوم و رواسم، خانگی جھگڑوں، سود لینا اور دینا، اور اسی قسم کی ضروری اصلاحات بہت ہی موثر انداز میں تبلیغ کی ہے مولانا شیریں مقالی اور سحر طرازی سے ایک دنیا واقف ہے، یہ کتاب اپنے اثر پذیری کے لحاظ سے بہت ممتاز کتاب ہے، قیمت صرف آٹھ آنے محصول ۲ر

صابرہ بیبیاں

مولفہ آثار سعید حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی پرزور تالیف ہے مولف ممدوح نے اس کتاب کو لکھکر عورتوں پر بڑا احسان کیا ہے آج کل عورتیں بہت بے صبر ہیں اور اسی وجہ سے انکی خانگی زندگی بے چین گزرتی ہے اسمیں حضرت آسیہ حضرت مریم، امہات المومنین کے علاوہ صدہا دلیر خواتین کے صبر کے حالات ہیں اس سے نہ صرف حکایتوں کا لطف ملتا ہے بلکہ ہزارہا مسائل عورتوں کو معلوم ہو جاتے ہیں، ہر مرد اپنی بیوی کو یہ کتاب پڑھائے یا سنائے تو اس سے گھر کی بہت سی خرابیاں دور ہو جائیں۔ ۲۰۰ صفحات مجلد بارہ آنے

ہفتاد اولیا

دنیائے اسلام کے ستر اولیا کے حالات ہیں یہ کوئی پرانی وضع کی کتاب نہیں ہے بلکہ حضرت شاہ مراد مدظلہ نے جدید انداز میں یہ کتاب تالیف کی ہے اسمیں غیر مستند حکایات و روایات نہیں بلکہ دنیائے اسلام کے ان ستر عظیم الشان مستقبل کے حالات ہیں، جنہوں نے روحانیت کے منازل طے کرکے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی اور کروڑوں اسلام کو پابند کیا، دنیائے اسلام میں مسلمانوں کی روز افزوں تعداد انہی اکابرین اسلام کی کوششوں کا صدقہ ہے پڑہئے اور روحانی کیف حاصل کیجئے ۲۵۶ صفحات مجلد سوا روپیہ محصول ۹ر

سیرت غوث الاعظم

پیر پیراں شاہ جیلاں حضرت پیر دستگیر کی ایسی سوانح عمری جو کسی زبان میں آجتک شائع نہیں ہوئی، یہ حضرت مولانا شریف احمد صاحب مراد کی بڑی مایہ الامتیاز تالیف ہے جو مولانا نے سالہا سال کے مطالعہ کے بعد لکھی ہے اور واقعتاً ایسی قابل ہے کہ ہر قادری بھائی اس کو حرز جاں بنائے حمیدیہ پریس نے یہ خصوصیت اس کتاب میں رکھی ہے کہ اس کو تقریباً لاگت پر فروخت کر دیا ہے اب آپ اس کی گھر گھر اشاعت کر دیجیے چار سو صفحہ کی مجلد کتاب ہے، اور قیمت صرف سوا روپیہ محصول ڈاک ۱۰ر کل ۱۹ر

ابوذر غفاری

عاشق صحابی کی کہانی عاشق رسول کی زبانی حضرت ابو ذر غفاری کے حالات سے کون عاشق رسول ہے جو مطلع ہونا نہیں چاہتا یہ اس صحابی کی سوانح حیات ہے جسکے ناز رسول کریم نے اٹھائے ہیں، ۹۰ صفحہ کی کتاب ہے اور موصوف کی زندگی کے تمام جزئیات کو قلمبند کیا ہے اردو زبان میں سب سے موثر اور دلولہ خیز سوانح عمری ہے یہ تاریخ اسلام کا بہت ہی موثر ٹکڑا ہے، خلافت راشدہ کے بہت سے اہم واقعات بھی اس کتاب میں ہیں، قیمت صرف چھ آنے محصول ۲ر

ایک کتاب منگانے میں تو بھی محصول لگے گا جو درج ہے لیکن دو یا زائد کتابیں منگانے میں ایک کا تو بھی محصول اور دوسری کا پانچ آنہ کا یعنی ایک کا ۲ر ہے دوسری کا صرف ار

مجلد پارچہ بھی بننے لگا ہے، ہدیہ مجلد پارچہ چودہ آنے پانچ جلد چار روپے دس جلد ساڑھے سات روپے علاوہ محصول

ان بچوں کے لیے جن کا ذہن خراب ہو اور اردو خوان بھائی جو بغیر استادی کی

مدد کے صاف اور صحیح قرآن شریف پڑھنا چاہیں، اور وہ بہنیں جو قرآن بھول چکی ہیں، پھر بلا دقت یاد کرنا چاہیں تو

تلاوت آسان قرآن شریف منگائیں جو اسی کام کیلئے خاص طور پر

چھپوا کر منگوایا گیا ہے، اور خاص طور پر جانچ کر لی گئی ہے کہ بالکل صحیح ہے + ہر معرے قرآن شریف میں یہ بات کہاں، اس کی کتابت مذکورہ باتوں کو ذہن میں رکھ کر کی گئی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ غور فرمائیں تو آپ کے مولوی نے یہ بہت ہی بڑا اور مفید کام کیا ہے، اس قرآن شریف میں تلاوت کرنے کے بعد غلط پڑھنے کا امکان ہی باقی ہی نہ رہے گا۔ اس لئے کہ اسمیں حرفوں کا اشتباہ بالکل نہیں، اور اعراب بالکل ٹھیک ٹھیک لگے ہوئے ہیں، دو سطریں

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

نمونہ طرز کتابت ملاحظہ فرمائیے، آپ ہی بتلائیے، کہ یہ سطریں آپ نے کس آسانی سے پڑھ لیں، اور کیسی صحیح پڑھیں، اسی طرح آپ کو ہی نہیں بچوں کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا ہے، صرف اردو پڑھ لیتے ہیں اور سب قرآن بھولی ہوئی عورتوں کو اس کا پڑھنا آسان اور سہل ہے، یہ ۴۰۷ صفحہ کا قرآن شریف ہے ہر پارہ ۱۴ صفحہ کا ہے اسی لئے آٹھ گنا زیادہ لکھا ہوا ہے عام طور پر سارا قرآن شریف ۵۰۰ صفحات کے ہوتے ہیں یہ ان سے ڈیوڑھا ہے **ھدیہ** ایک جلد سوا روپیہ پانچ جلد چھ روپے پانچ روپے دس آنے، دس جلد دس روپے مجلد جرمی کال نقرئی جالدار محصول ڈاک ایک قرآن ۱۲؍ سے زیادہ ریل کے ذریعہ منگائیے قیمت میں ایک پائی کا فرق نہ ہوگا، ریل کے لئے مقررہ قیمتوں سے ۸ ؍ زائد بلوے خرچہ پیکنگ بذریعہ منی آرڈر آنہ چاہئے

۸ آنے میں فوٹو بلاک پر بے مثال کار رسالہ حمائل مجلد

حیرت سے پڑھئے اور داد دیجئے ایک پارہ نہیں تیسوں پارے مجلد سنہری آٹھ آنے میں دیکھا

مولوی کا

کارنمایاں کیسا انمول جواہرات جیسی ہوتے ہیں۔ اس حمائل کو اصلی صورت میں دیکھیں تو آپ بھی حیرت میں رہ جائیں ایسی درخشندہ طباعت ایسا کاغذ اور سنہری مجلد اور ہدیہ صرف آٹھ آنے لطف یہ کہ ہمارے اکثر بھائیوں کو اس کا یقین ہی نہیں آتا اور وہ پوچھتے ہیں کہ ہر ایک پارہ ہدیہ ہے یا پورے قرآن شریف کا

جناب عالی

پورے تیسوں پارے کامل مجلد پورا قرآن شریف آٹھ آنے میں ملتا ہے جو کام امریکہ جیسے ملک کے مالدار مشن کرتے ہیں وہ آپکے رسالہ مولوی نے کر دکھایا قرآن پاک کی اشاعت کا کام تو ہم سب پر فرض ہے ہم نے ہدیہ کم رکھا ہے آپ بے تحاشا اشاعت فرمائیے۔ ہدیہ فی جلد آٹھ آنے محصول ملا کر آٹھ آنے ہے

منیجر حمیدیہ پریس دہلی سے منگایئے

قاعدہ یسرنا القرآن

قرآن شریف پڑھانے کا نہایت مقبول اور بہترین قاعدہ جو ہر سال تین چار لاکھ ہدیہ ہوتا ہے اور جو مدرس اس کی خوبیوں سے واقف ہیں وہ اسی کو منگاتے ہیں بہت ہی آسان قاعدہ ہے اس میں سب سے بڑھ کر کتابت کی خوبی ہے یعنی نقطے زیر زبر پیش اور حروف مرکبات کو مطلق پہچاننے کی ضرورت نہیں رہتی مصنف کا دعویٰ ہے کہ قاعدہ پڑھ لینے کے بعد صرف چھ ماہ میں بغیر استاد کی مدد کے قرآن شریف پڑھنے لگتا ہے۔ ضخامت ۴۶ صفحے۔ قیمت ۳ر ایک روپے آٹھ قاعدے۔

ختم القواعد

یہ عربی کا اعجاز نما قاعدہ ہے جس میں الف بے تے پڑھ لینے کے بعد مرکبات حرف ایک مرتبہ ذہن نشین کرانے پڑتے ہیں اور بچہ خود پڑھنے لگتا ہے مؤلف نے کچھ ایسی پڑھانے اور سمجھانے کی اس میں کنجی رکھی ہے اور کچھ ایسے گر بتائے ہیں کہ نہ استاد کو محنت نہ شاگرد کو اب شاید ہی کوئی بچہ ایک دفعہ اسے پڑھ لینے کے بعد دوسرے کسی قاعدہ میں پڑھنا گوارا کرے یہ قاعدہ مقبول عام ہو گیا ہے ابھی ہی دوبارہ چھپا ہے ایک روپیہ کے ۱۲ اور پانچ روپے کے سو ہیں محصول ۱۲ کا ۱۲ جلد ۵۰ کا دس آنے اور سو جلد ریل کے ذریعہ منگائیے کاغذ عمدہ

سلسلہ التعلیم الاسلام

جس کو مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب نے تالیف فرمایا اس کے چار حصے ہیں (۱) پہلا حصہ اس میں عقائد کی ابتدائی باتیں طہارت (۲) دوسرا حصہ اسمیں عقائد کی اونچی باتیں اور نماز کا حال (۳) اس میں اول عقائد مفصل روزہ و حج کا بیان (۴) چوتھا حصہ اسمیں عقائد کی تکمیل اور حقوق العباد اور حقوق اللہ کا بیان ہے اب تک ان رسائل کی تعداد تین لاکھ چون ہزار طبع ہو چکی ہے اب نصف ہدیہ ہے۔ قیمت مجلد چاروں حصے آٹھ آنے۔
محصول سات آنے۔

شرح کریما

حضرت خواجہ سعدی کی مقبول کتاب کریما کو کون نہیں جانتا اخلاقی پند و موعظت کے مضامین اس سے بہتر اور جامع کتاب اور کوئی نہیں شرح کریما میں پہلے فارسی اشعار اس کے تحت میں عام فہم اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے اس کے بعد نظم کے الفاظ کے معانی پھر لغات مشکل کی تحقیق درج ہے پھر مضامین کی شرح آسان اردو میں ہے اور پھر قرآن و حدیث سے تطابق اور ساتھ ہی اولیائے کرام اور صلحاء کی حکایات درج ہیں بچوں کو نیک چلن بنانا ہے تو یہ کتاب ضرور پڑھائیے۔ قیمت ۵ر

استاد عربی

ابتک کثیر داخل مدارس کی گئی ہے اور متعدد اساتذہ نے نہ صرف اس کی تعریف کی ہے بلکہ اسکو بہترین کتاب بتایا ہے اگر آپ کو یہ شوق ہو کہ آپ اپنے رسول پاک صلعم کی زبان سے واقف ہو جائیں اور خدا کے سب سے مقدس فرمان کو یعنی قرآن کو اپنی مادری زبان کی طرح پڑھنے لگیں تو اس کتاب کو منگا کر دیکھئے اور تھوڑا تھوڑا پڑھیئے انشاء اللہ چند ماہ میں آپ کو عربی پڑھنی آجائیگی اور اگر آپ محنت کریں تو صرف ۳ ماہ میں خاصی عربی جان جائیں گے۔
قیمت صرف ۱۲ر محصول ۷ر کل [illegible]

استاد فارسی

بلا استاد کی مدد کے چند روز میں فارسی سکھا دینے والی کتاب فارسی بول چال ہے جس میں پنجاب یونیورسٹی سے علم فارسی کے اعلیٰ ڈگری یافتہ فاضل حضرات نے سالہا سال کی عرق ریزی کے بعد فارسی زبان کو اردو میں ڈھالا ہے شروع کتاب میں فارسی کے مفرد الفاظ کو گریمر کے لحاظ سے اردو معنی کے ساتھ درج کیا ہے اس کے بعد مرکب الفاظ ہزاروں کی تعداد میں لکھے ہیں اس کے علاوہ ہر قسم کے کاروباری خطوط کے نمونے عرضیاں چٹھیاں اور علم خط و کتابت کی ہدایات درج ہے۔ قیمت ۱۲ر محصول ۷ر

استاد انگریزی

معہ لیٹر رائٹر از جناب پروفیسر سید احمد ترمذی ایم اے بی ٹی ایم ایس سی اس کتاب میں آٹھ باب ہیں باب ۱ علم الصوت یعنی انگریزی الفاظ کیونکر بولے جاتے ہیں، باب ۲ صرف و نحو یعنی فقرے کیونکر بنتے ہیں باب ۳ زمانہ کے متعلق فعل کی مشق کرائی گئی ہے۔ باب ۴ لغت بڑھانا باب ۵ فقرے بنانا اور سمجھنے کے اصول باب ۶ روزمرہ کی بول چال باب ۷ مثلیں اور مقولے باب ۸ ترجمہ باب ۹ اردو سے انگریزی بنانا باب ۱۰ خط و کتابت اس سے ایک ماہ میں انگریزی لکھنی پڑھنی آجاتی ہے۔
۳۰۸ صفحے۔ قیمت صرف ۱۲ر

استاد تقریر

جادو بیانی وہ ہنر ہے جس نے حکومتیں لوٹ لیں لڑائیوں کے رخ پھیر دیئے ٹھنڈے مجمع کو شعلہ بار اور بپھرے ہوئے لشکر کو برف کر ڈالا جادو بیانی کوئی نبوت نہیں جو نہ مل سکے آپ کے الفاظ بھی جادو بن سکتے ہیں اور ہر ایک حرف دل میں گھر کر سکتا ہے کتاب جادو بیانی منگا کر اس کو پڑھیے اور اس کی ہدایتوں پر عمل کر کے دیکھئے کہ دنیا کے ساحر خطیبوں کا انداز بیان کیا تھا تھوڑے دن بے تکلف دوستوں میں مشق کیجئے پھر میدان میں نکلئے یہ کتاب واقعی جادو ہے قیمت ۶ر محصول ۶ر کل ۱۲ر

استاد تحریر

مدارس کے طلباء اور اساتذہ کے لئے اور ان لوگوں کیلئے جو اپنی تحریر میں زور پیدا کرنا چاہتے ہیں بہترین کتاب ہے اس قدر جلد مقبول ہوگئی کہ آپ کے کامیاب ہونے میں شبہ نہیں رہا اس میں تحریر کے تمام پہلوؤں کو نمایاں کر کے مشاہیر اور سحر قلم کی تحریروں سے مقابلہ کیا ہے اور ابتدائی باتوں سے آخر تک تمام ضروری باتوں کو قلمبند کیا ہے یقین ہے کہ اس کتاب کو ذہن نشین کر لینے سے آپ کی تحریر میں وہ سب خوبیاں پیدا ہو جائیں گی جو مشاہیر اہل قلم میں ہوتی ہیں
[illegible] ۶ر محصول ۶ر

استاد روزگار

یہ وہ خاص کتاب ہے کہ جس میں مصنف نے خلق خدا کی بھلائی کیلئے ہر قسم کی صنعت و حرفت کے کام صحیح صحیح تجربہ کر کے درج کئے ہیں اس میں صابون سازی کے ہر قسم کے اچار مربے شربت و عرق کے خاص نسخے رنگ دھاتوں کا صاف کرنا مصنوعی اشیاء عطر و عرق شیشہ کا کام بوٹ پالش بنانا سیاہیاں بنانا فوٹو گرافی گھڑی صاف کرنا وغیرہ فنون کے طریقے درج ہیں اس کتاب کو خرید کر سیکڑوں بھائی دھندے سے لگ گئے اور صدہا بھائی اس کتاب کے ذریعہ اپنی روزی کما رہے ہیں
قیمت عہ محصول ۶ر

مکمل مرغی خانہ

یہ جدید الطبع مرغیوں کی تجارت اور انکی پرورش سکھانے والی تین سو صفحہ کی کتاب ہے اور اس میں ۴۴ مضامین ہیں علاوہ مرغیوں کی پرورش کے کبوتر و بطخوں کی پرورش و تجارت کی باتیں بھی اسی کتاب کے ذریعہ ملتی ہیں یہ تمام پچھلی کتابوں سے بہتر کتاب ہے کیونکہ اس کا ہر ایک بیان تجربہ کے بعد لکھا گیا ہے ان میں ان مرغیوں کے حالات بھی ہیں جو ۳۰ سال سے اس وقت ولایت سے آئی ہیں یا جو محفوظ النسل ہیں تمام بیماریوں کے علاج ہیں اور ہر موسم کی ترکیب پرورش ہے قیمت عہ محصول ۷ر

استاد درزیان

ایک ماہر فن کاریگر درزی کی تصنیف جس میں ہر فیشن اور ہر قسم کے انگریزی کپڑوں کے ناپ لینے کے آسان طریقے اور انکی کٹائی کرنے کے لیے صحیح نقشے انچوں سے نشان دے کر ایسے آسان طریقے سے بتلائے گئے ہیں کہ جس کو ان پڑھ اور معمولی پڑھا ہوا شخص بھی دیکھ کر ہر قسم کا انگریزی کپڑا ایسے بہترین طریقہ سے تیار کر سکتا ہے کہ جو سالہا سال کی شاگردی کے بعد بھی تیار نہ کر سکے، ہر کپڑے کی کاٹ کا نقشہ اور تیاری کے بعد پہنا کر دکھایا گیا ہے تاکہ ہر شخص کے بخوبی سمجھ میں آجائے۔
قیمت ڈیڑھ روپیہ محصول ۸ر کل [illegible]

یہ سب کتابیں دفتر رسالہ مولوی حمیدیہ پریس دہلی سے منگائیے